کتاب الفتاویٰ

نماز

زکوٰۃ

تیسرا حصہ

جنائز

روزہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ترتیب

مفتی محمد عبد اللہ سلیمان مظاہری

کتاب الفتاویٰ

نماز
جنائز
زکوۃ
روزہ

''زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق سوالات کا جواب اور مسائل کا حل، کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ،حوالہ جات کے اہتمام کے ساتھ اور آسان زبان میں''

تالیف

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ترتیب

مفتی محمد عبد اللہ سلیمان مظاہری

زمزم پبلشرز

کتاب کا نام ـــــــ کتاب الفتاویٰ تیسرا حصہ

تاریخ اشاعت ـــــــ جنوری ۲۰۰۸ء

تالیف ـــــــ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ترتیب ـــــــ مفتی محمد عبداللہ سلمان مظاہری

سرورق ـــــــ احباب زمزم پبلشرز

مطبع ـــــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی

فون: 021-2760374

فیکس: 021-2725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: http://www.zamzampub.com

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (النحل)

’’(اے محمد ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں، آدمی بھیجے ہیں، جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے، پس اے لوگو! اہل ذکر (علم) سے پوچھ لو، اگر تم لوگ خود نہیں جانتے‘‘۔

کتاب الفتاوی

تیسرا حصہ

کتاب نماز

نماز سے متعلق سوالات

فہرست مضامین

نماز جمعہ کا بیان

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۸۶	نمازِ عید کی قضاء	۸۱۵
۸۶	عید میں شیر خرما	۸۱۶
۸۷	خواتین اور عیدین کی نماز	۸۱۷
۸۸	عورت کا عیدگاہ جانا	۸۱۸
۸۹	اگر عید میں تکبیرات زوائد چھوٹ جائیں؟	۸۱۹
	نماز اور نماز کے باہر دعاء	
۹۱	لکنت کی دعاء	۸۲۰
۹۲	سب سے بہتر ذکر	۸۲۱
۹۲	نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت	۸۲۲
۹۴	اعمال کے وسیلہ سے دعاء	۸۲۳
۹۴	فجر اور عصر میں دعاء سے پہلے اٹھ جانا	۸۲۴
۹۵	ناقص طریقہ پر درود شریف	۸۲۵
۹۵	فراخی رزق کی دعاء	۸۲۶
۹۶	نفل نماز میں دعاء	۸۲۷
۹۷	ہر موقع پر درود ابراہیمی	۸۲۸
۹۷	دعاء، نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد؟	۸۲۹
۹۸	دعاء کس طرح کی جائے؟	۸۳۰
۹۹	نمازوں کے بعد طویل دعائیں	۸۳۱
۱۰۰	تسبیح کس ہاتھ پر پڑھی جائے؟	۸۳۲

نماز سے متعلق مختلف مسائل

کتاب الجنائز

قریب مرگ سے متعلق احکام

سلسلہ نمبر	عناوین	صفحہ
۱۰۰۷	یہ مال تجارت نہیں	۲۷۲
۱۰۰۸	حج کی محفوظ رقم اور زکوۃ	۲۷۳
	سونے چاندی کی زکوۃ	
۱۰۰۹	چاندی سونے کے نصاب کی مقدار	۲۷۵
۱۰۱۰	پانچ تولہ سونا، پانچ تولہ چاندی	۲۷۶
۱۰۱۱	سونے پر زکوۃ	۲۷۷
۱۰۱۲	کہاں کی قیمت معتبر ہوگی؟	۲۷۸
۱۰۱۳	زرِ ضمانت کی زکوۃ	۲۷۸
۱۰۱۴	زیورات میں نگ اور زکوۃ	۲۷۹
۱۰۱۵	زیورات میں زکوۃ کی مقدار	۲۸۰
۱۰۱۶	زیرِ استعمال زیورات پر زکوۃ	۲۸۰
۱۰۱۷	استعمال شدہ زیورات میں زکوۃ	۲۸۱
۱۰۱۸	نقد رقم کی زکوۃ	۲۸۱
۱۰۱۹	زیورات کی زکوۃ	۲۸۲
۱۰۲۰	بیوی کے زیورات کی زکوۃ شوہر پر ہے؟	۲۸۳
۱۰۲۱	رہن اور چٹھی میں زکوۃ	۲۸۳
	زکوۃ کے مصارف کا بیان	
۱۰۲۲	زکوۃ کے مصارف	۲۸۴

سلسلہ نمبر	عناوین	صفحہ

سلسلہ نمبر	عناوین	صفحہ
	صدقۂ فطر کے مصارف	
۱۰۹۵	مصارف صدقہ	۳۶۶
۱۰۹۶	کہاں صرف کیا جائے؟	۳۶۷
۱۰۹۷	ملازمین اور غیر مسلموں کو صدقۃ الفطر	۳۶۸
۱۰۹۸	ایک فطرہ کئی آدمیوں پر؟	۳۶۹
۱۰۹۹	چند ضروری مسائل	۳۶۹
	کتاب الصوم	
	روزہ ورمضان سے متعلق سوالات	
	رؤیت ہلال	
۱۱۰۰	کیا دہلی کی رویت حیدرآباد کے لیے معتبر ہوگی؟	۳۷۵
۱۱۰۱	فون اور ٹی وی سے رؤیت ہلال کی خبر	۳۷۶
۱۱۰۲	مطلع ایک ہونے کے باوجود چاند کا کہیں دیکھا جانا اور کہیں نہ دیکھا جانا	۳۷۸
	روزہ کے مفسدات ومکروہات	
۱۱۰۳	روزہ دار کے حلق میں دھواں	۳۸۰

سلسلہ نمبر	عناوین	صفحہ
	سحر وافطار کے احکام	

نماز جمعہ کا بیان

جمعہ کی نماز اور اذنِ سلطان

سوال:- {765} ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی نماز حکومت کی اجازت کے بغیر درست نہیں، تاہم اس کی تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے، جہاں مسلمانوں کی حکومت باقی نہ رہے، وہاں فقہاء نے یہ صورت متعین کی ہے کہ مسلمان خود ایک والی کا انتخاب کریں، یا غیر مسلم حکومت سے مسلم والی کا مطالبہ کریں یہ بھی نہ ہو سکے تو مسلمان اپنی باہمی رضامندی سے قاضی کا انتخاب کرلیں، اب اس وقت جو قاضی حضرات موجود ہیں، ان کی حیثیت مجسٹریٹ کی نہیں، بلکہ صرف قاریٔ النکاح کی ہے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ مسلمان اپنی رضامندی سے ایک والی کا انتخاب کریں، حکومت اس کو منظور کرے، اور اس کی اجازت سے جمعہ قائم لیا جائے؟ (سید نصیر الدین احمد، بی اے عثمانیہ، ریڈہلز)

جواب:- امیر و قاضی کے انتخاب کا مسئلہ جمعہ سے زیادہ مسلمانوں کے معاشرتی مقدمات کے لئے ضروری ہے، کیوں کہ غیر مسلم جج کا کیا ہوا فسخ نکاح فسخ نہیں ہوتا، اسی لئے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے لے کر ماضی قریب تک کے تقریباً تمام ہی علماء ہند نے مسلمانوں پر یہ بات واجب قرار دی ہے کہ اگر حکومت ان کے لئے مسلمان والی کا تقرر نہیں کرتی ہے تو وہ اپنے طور پر امیر کا انتخاب کریں، اور امیر ان کے لئے قاضی مقرر کرے، یا کم سے کم قاضی ہی کا انتخاب کرلیں، چنانچہ مفکر اسلام حضرت ابو المحاسن محمد سجادؒ نے بہار میں ان ہی خطوط پر امارت شرعیہ کا نظام قائم فرمایا جو پورے ملک کے لئے مشعل راہ ہے، آندھرا پردیش میں بھی ''امارتِ ملت اسلامیہ'' کا قیام عمل میں آیا، جس کے پہلے امیر حضرت مولانا مفتی عبد الحمید صاحب شیخ الجامعہ نظامیہ تھے، اور موجودہ امیر مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل ہیں، جن ریاستوں میں امارت کا نظام قائم نہیں ہے، وہاں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نظام قضاء قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے، کیونکہ مسلم پرسنل لاء بورڈ مسلمانوں کا متفق علیہ پلیٹ فارم ہے، اس لئے اسے مسلمانانِ ہند پر ایک طرح کی ولایت حاصل ہے، اور اسی ولایت کی وجہ سے امیر کو قاضی مقرر کرنے کا حق ہوتا ہے۔

جہاں تک جمعہ کی بات ہے تو جمعہ کے لئے سلطان کی شرط کا مقصد مسلمانوں کی اجتماعیت کو برقرار رکھنا اور ان کو انتشار سے بچانا ہے، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے:

" ولو تعذر الإستئذان من الإمام فاجتمع الناس على رجل يصلي لهم الجمعة جاز " (۱)

''اگر امام المسلمین سے اجازت لینا دشوار ہو اور لوگ ایک شخص پر اتفاق کرلیں کہ وہ نمازِ جمعہ پڑھائے، تو اس شخص کا نماز پڑھا دینا درست ہے''

(۱) الفتاوی الهندية: ۱۴۶/۱۔

بلکہ اگر امام بلا وجہ جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہ دیتا ہو، تب بھی مسلمان ایک شخص پر متفق ہوکر سلطان کی ممانعت کے باوجود جمعہ قائم کرسکتے ہیں:

"لو منع السلطان أهل مصر أن يجتمعوا اضرارا وتعنتا فلهم أن يجتمعوا على رجل يصلي بهم الجمعة" (۱)

موجودہ زمانہ میں مساجد کی انتظامیہ کمیٹیاں یا مسجد کے متولیان کی حیثیت اس مسجد کے حق میں ذمہ دار کی ہے، اوران کا کسی شخص کو جمعہ قائم کرنے پر مامور کردینا اس شرط کو پوری کرنے کے لئے کافی ہے، حکومت یا حکومت کی جانب سے مقرر کسی شخص کی اجازت ضروری نہیں، بلکہ ایسی شرطوں سے نقصان کا اندیشہ ہے۔

ہندوستان میں جمعہ کی نماز

سوال:- {766} ہمارے ایک خاص ملاقاتی خان صاحب کا کہنا ہے کہ نمازِ جمعہ کی شرطوں میں ایک اہم شرط یہ ہے کہ ملک کا سربراہ مسلمان ہو، ہندوستان چونکہ دار الحرب ہے اس لئے یہاں نمازِ جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز ادا کرنا ہوگا، کیا یہ صحیح ہے؟　　(محمد رحیم الدین، باکارام)

جواب:- فقہاء نے لکھا ہے کہ جمعہ قائم کرنے کے لئے امام المسلمین کا "اذن" (اجازت) ضروری ہے، وہی خطیب جمعہ مقرر کرسکتا ہے، لیکن یہ ان ملکوں کے لئے ہے جہاں اسلامی حکومت ہو، جہاں یہ صورت حال نہ ہو، جیسا کہ ہمارا ملک ہندوستان، وہاں عام مسلمان جسے جمعہ کا امام وخطیب مقرر کریں، اس کی امامت وخطابت میں جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے۔

---

(۱) رد المحتار: ۱۴/۳۔

" نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر أما مع عدمهم فيجوز للضرورة " (۱)

یہاں تک کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ

" ... فلهم أن يجمعوا على رجل يصلي بهم الجمعة " (۲)

" اگر مسلم سلطان بھی ظلماً جمعہ قائم کرنے سے منع کردے تو لوگوں کے لئے یہ بات درست ہوگی کہ وہ کسی شخص پر متفق ہوکر اس کے پیچھے نمازِ جمعہ ادا کرلیں "

لہذا ہندوستان اور اس جیسے ملک میں مصلیانِ مسجد اور ان کی طرف سے منتخب کمیٹی کا جمعہ قائم کرنا درست ہے۔

دیہات میں جمعہ

سوال:- {767} ایک دیہات میں ایک مسجد ہے، وہاں پانچ وقتہ نماز نہیں ہوتی، کیا اس مسجد میں نمازِ جمعہ درست ہوگی؟ (ایم، اے حسین، عنبر پیٹ)

جواب:- فقہاء احناف کے نزدیک دیہات میں جمعہ وعیدین نہیں پڑھی جائے گی، بلکہ جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز ادا کی جائے گی، اس لئے کہ حضرت علی ؓ سے مروی ہے کہ "لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع "(۳) "جمعہ وعیدین شہر ہی میں پڑھی جائیں"، لیکن شہر (مصر) سے کیا مراد ہے؟ یہ حدیث میں متعین نہیں ہے، فقہاء نے اپنے ذوق

(۱) الدر المختار :۳/۱۴۔
(۲) رد المحتار :۳/۱۴۔
(۳) دیکھئے: نصب الراية :۲/۱۹۵۔

ومزاج اور اپنے عہد کے عرف کوملحوظ رکھتے ہوئے مصر کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں خاصا اختلاف ہے، فقہاء کے نزدیک شہر کا جومفہوم راجح ہے وہ یہ ہے کہ اگر اس جگہ کے تمام لوگ وہاں کی بڑی مسجد میں جمع ہو جائیں تو مسجد نا کافی ہو جائے ،(۱) یہ شہر کا ایسا مفہوم ہے کہ اس کے اعتبار سے شہر کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے اور ضرورت اس وقت یہی ہے کہ شہر کا ایسا مفہوم متعین ہو کہ زیادہ سے زیادہ مقامات پر نمازِ جمعہ کی گنجائش نکل آئے ، کیوں کہ جمعہ نہ صرف ایک عبادت ہے، بلکہ یہ تذکیر وموعظت کا بھی بہترین موقعہ ہے اور بعض علاقوں میں جمعہ ہی کی وجہ سے اسلام سے اپنی وابستگی محسوس کرتے ہیں۔

اب آپ غور کرلیں کہ اس تشریح کے مطابق وہ جگہ دیہات ہے یا قصبہ وشہر ہے، اگر دیہات ہے اور پہلے سے نمازِ جمعہ کا سلسلہ نہیں ہے تو ظہر ہی پر اکتفا کرنا چاہئے، البتہ پنج وقتہ نماز کے لئے آبادی کے کسی خاص معیار کی شرط نہیں، اس لئے اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ پنج وقتہ جماعت کا اہتمام ہو، ورنہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سخت پکڑ کا اندیشہ ہے۔

نماز جمعہ اور اس کی سنتیں

سوال:- {768} نماز جمعہ فرض ہے یا واجب ؟ اور جمعہ میں کل کتنی رکعتیں ہیں؟ (محمد حسنین، مہدی پٹنم)

جواب:- جمعہ کی نماز فرض عین ہے، یہاں تک کہ اس کا انکار باعثِ کفر ہے، ”ھی فرض عین یکفر جاحدھا “(۲) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ جمعہ سے پہلے چار رکعت اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعت پڑھا کرتے تھے،(۳) اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

---

(۱) الدر المختار مع رد:۱/۵۳۶۔

(۲) الدر المختار مع رد:۳/۳۔

(۳) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۱۱۳۲۔

جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار، چار رکعتیں سنت ہیں، بعض روایتوں میں جمعہ کے بعد چار کے علاوہ مزید دو رکعتوں کا ذکر ہے، اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے دونوں ممتاز تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت کے قائل ہیں اور بعض صحابہ ؓ سے بھی یہ عمل ثابت ہے، اس لئے بہتر ہے کہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں ادا کی جائیں، گویا فریضۂ جمعہ اور اس سے متعلق پہلے اور بعد کی سنتیں ملا کر ۱۲ رکعتیں ہو جاتی ہیں۔

جمعہ کا طویل خطبہ

سوال:- {769} بعض حضرات جمعہ کے دن عربی خطبہ کو طوالت دیتے ہیں اور نماز کو مختصر پڑھتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ (شیخ حسن، کھمم)

جواب:- نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے خطبہ کا پایا جانا شرط ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ اس کی پابندی فرمائی ہے، البتہ اس کی کیفیت کے بارے میں احادیث میں صراحت ہے کہ وہ مختصر ہوا کرتے تھے:

"كان رسول الله ﷺ لا يطيل الموعظة يوم الجمعة، و إنما هن كلمات يسيرات" (۱)

• ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے خطبہ کو مختصر دینے کا حکم دیا ہے، حضرت عمار بن یاسر ؓ کی روایت ہے کہ "أمرنا رسول الله ﷺ بإقتصار الخطب" (۲) اسی لیے فقہاء نے طویل خطبہ کو مکروہ قرار دیا ہے اور خطبہ کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ مختصر یعنی طوال مفصل (ق تا بروج) کے برابر ہو:

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۱۰۷۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۱۰۶۔

" أما سننها فخمسة عشر ... و الرابع عشر تخفيف الخطبتين بقدر سورة من طوال المفصل و يكره التطويل "(۱)

اور رہ گئی قراءت، تو نماز جمعہ میں مستحب ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ پڑھی جائے، یا اس کے برابر دوسری آیتیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا جمعہ میں زیادہ تر انہیں سورتوں کے پڑھنے کا معمول مبارک تھا۔

غیر عربی میں خطبۂ جمعہ

سوال:- {770} جمعہ کی نماز کے لیے خطبۂ مسنونہ کیا اردو میں پڑھ سکتے ہیں؟ یا عربی میں پڑھنا ضروری ہے؟ اگر کوئی عالم دین خطبۂ اولیٰ کو اردو میں اور خطبۂ ثانیہ کو عربی میں دے تو کیا حکم ہے؟　　(محمد توفیق، معین آباد)

جواب:- خطبہ عربی میں دینا چاہئے، یہی متوارث طریقہ رہا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں بہت سے عجمی علاقے فتح ہوئے، لیکن وہاں بھی مقامی زبانوں میں خطبہ دینے کا کوئی ذکر نہیں ملتا، اس لیے بہتر ہے کہ خطبہ سے پہلے اردو میں ضروری دینی باتیں بیان کی جائیں، پھر عربی میں خطبہ دے دیا جائے، تاہم اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غیر عربی زبان میں بھی خطبہ دیا جاسکتا ہے، اور ان کے دونوں ممتاز شاگرد امام ابویوسفؒ امام محمد کے نزدیک جو شخص عربی زبان پر قادر ہو اس کے لیے عربی میں ہی خطبہ دینا ضروری ہے، ہاں! جو عربی زبان پر قادر نہ ہو وہ غیر عربی میں بھی خطبہ دے سکتا ہے:

" لم يقيد الخطبة بكونها العربية اكتفاءً بما قدمه في باب صفة الصلوة من أنها غير شرط و

(۱)　الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۴۷۔

لو مع القدرة على العربية عنده خلافا لهما " (۱)

ہندوستان میں اکثر اہل علم عربی زبان میں ہی خطبہ کو واجب قرار دیتے رہے ہیں، البتہ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ (۲) اور مولانا محمد علی مونگیریؒ (۳) وغیرہ کا رجحان اس کے برخلاف تھا اور اسی کے مطابق رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی فقہ اکیڈمی کا فیصلہ بھی ہے۔ (۴)

اس لیے اس حقیر کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ خطبہ تو عربی زبان ہی میں ہو، تاکہ اس کے درست ہونے میں کوئی اختلاف نہ رہے، لیکن اگر کسی مسجد میں پہلے سے اردو زبان میں خطبہ مروج ہو، جس میں عربی میں حمد وصلاۃ کے کلمات بھی پڑھے جاتے ہیں اور اس میں تبدیلی لانے کی صورت میں اختلاف وانتشار کا اندیشہ ہو، تو وہاں اس کو گوارہ کر لینے میں کوئی قباحت نہیں۔

زوال سے پہلے اذان جمعہ

سوال:- {771} بعض مساجد میں جمعہ کے دن پورے سال بارہ بج کر تیس منٹ پر اذان ہوتی ہے، جب کہ بعض موسموں میں ظہر کا وقت بارہ بج کر چالیس منٹ پر شروع ہوتا ہے؟ (محمد رفیق، کورٹلہ)

جواب:- جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے، یہی فقہاءِ احناف اور اکثر فقہاء کا مسلک ہے، (۵) اور وقت شروع ہونے کے بعد ہی اذان معتبر ہے، اس لئے جن دنوں میں زوال ساڑھے بارہ کے بعد ہوتا ہے ان میں ساڑھے بارہ سے پہلے اذان دے دینا کافی نہیں۔

---

(۱) رد المحتار: ۱/۵۷۷۔

(۲) مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى: ۱/۱۳۱، الفصل الخامس و العشرون، بحث النوع الثاني ۔ محشی۔

(۳) مولانا مونگیریؒ کا اس موضوع پر " القول المحكم في خطابة العجم " نامی مفصل رسالہ ہے۔

(۴) دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ۱/۱۶۵۔ محشی۔

(۵) " من شرائطها الوقت فتصح في وقت الظهر و لا تصح بعده " (الهداية: ۱/۱۴۸) محشی۔

سنت جمعہ کے درمیان خطبہ شروع ہو جائے

سوال:- {772} اگر کوئی شخص سنت مؤکدہ پڑھ رہا ہو اور جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے، تو کیا سماعتِ خطبہ کے لیے سنت کو چھوڑ دینا چاہیے، کیونکہ خطبہ واجب ہے اور یہ نماز سنت، یا سنت کو پورا کرنا چاہیے؟

(خان فیروز خان، نظام آبادی)

جواب:- سنت شروع کرنے کے بعد خطبہ شروع ہو تو صحیح یہی ہے کہ سنت کو پورا کرلے اور توڑے نہیں:

"إذا شرع فی الأربع قبل الخطبة ثم افتتح الخطبة ... تکلموا فیه والصحیح أنه یتم ولا یقطع " (۱)

یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ خطبہ واجب اور یہ نماز سنت ہے، کیونکہ نفل نماز بھی شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے، اس لیے اس صورت میں ایک واجب ہی کے لیے دوسرے واجب کو چھوڑ رہا ہے۔

جمعہ کی دو اذانیں

سوال:- {773} بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ کی ایک ہی اذان حدیث سے ثابت ہے تو آج کل دو اذانیں کیوں دی جاتی ہے؟ (راشد حسین)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوا کرتی تھی، خلیفۂ

---

(۱) البحر الرائق :۲/۲۷۱۔

راشد حضرت عثمان غنی ﷜ نے اپنے عہد خلافت میں اکابرِ صحابہ ﷢ کی موجودگی میں ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا، اور یہ منقول نہیں کہ صحابہ ﷢ نے اس سے کوئی اختلاف کیا ہو، پھر یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو اختیار کرو'' (۱) اس لئے ایسے امور میں خلفاء راشدین کی اتباع بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے، اسی لئے ائمہ اہل سنت جمعہ کی دو اذان پر متفق ہیں، (۲) اور عہد عثمانی سے آج تک حرمین شریفین میں یہی معمول چلا آرہا ہے، پس جمعہ میں دو اذانیں سنت کے مطابق ہیں۔

غیر آباد مسجد میں نمازِ جمعہ

سوال:- {774} ایک ایسی مسجد جہاں کہ پانچ وقت کی باجماعت نماز نہیں ہوتی، جب کہ امام مقرر ہے، صرف امام اکیلا ہی نماز پڑھ لیا کرتے ہیں، البتہ جمعہ کے دن کچھ لوگ آجاتے ہیں، تو کیا ایسی مسجد میں جمعہ پڑھنا درست ہے؟

(عبدالرشید، سکندر آباد)

جواب:- کسی مسجد میں نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس مسجد میں نمازِ پنج وقتہ جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہو، فقہاء لکھتے ہیں کہ ''اگر بادشاہ اپنے خدام کے ساتھ ایسے گھر میں جمعہ کی نماز پڑھ لے جہاں عام لوگوں کو بھی آنے کی اجازت ہو تو جمعہ کی نماز ادا ہو جائے گی، فتاوی ہندیہ میں ہے:

"السلطان إذا اراد أن يجمع بحشمه في داره ، فإن فتح باب الدار وأذن اذنا عاما جازت صلاته شهدها العامة أو لم يشهد" (۳)

---

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۴۲، باب اتباع سنة خلفاء الراشدين المهديين۔ محشی۔
(۲) "ولم ينكر أحد من المسلمين" (فتح القدير:۲/۳۸) محشی۔
(۳) الفتاوى الهندية:۱/۱۴۸۔

تو جب عام جگہوں میں نمازِ جمعہ درست ہے تو ایسی مسجد میں بدرجۂ اولیٰ درست ہوگی۔

جمعہ کے ساتھ احتیاطاً ظہر

سوال:- {775} جمعہ کی کتنی رکعتیں فرض ہیں، اور جمعہ کے دن ظہر پڑھی جائے، یا نہ پڑھی جائے؟ بعض حضرات احتیاطاً ظہر کا بھی حکم دیتے ہیں۔ (محمد اسلم، کنگ کوٹھی)

جواب:- جمعہ میں دو رکعت نماز فرض ہے، اس پر امت کا اجماع ہے:

"اجتمعت الأمة على أن الجمعة ركعتان" (۲)

ہندوستان میں جمعہ کے درست ہونے پر اہل علم اور ارباب افتاء کا اتفاق ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ ہر آبادی میں مسلمانوں کے ذمہ دار اصحاب سلطان کے درجہ میں ہیں، لہذا ان کی اجازت سے جمعہ قائم ہوسکتا ہے، ایسی صورت میں جمعہ کے بعد احتیاطاً نمازِ ظہر ادا کرنا بے معنی بات ہے، اور اصل فریضہ اور اس کے قائم مقام فریضہ دونوں کو جمع کرنا ہے، اور یہ جائز نہیں، نہ قرآن وحدیث سے اس کا کوئی ثبوت ہے، اس لئے جمعہ کے دن صرف جمعہ کی نماز ادا کرنی چاہئے، جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے دوبارہ نماز پڑھنا درست نہیں۔

نمازِ جمعہ میں سورۂ ضحیٰ اور الم نشرح

سوال:- {776} ہمارے محلّہ کی جامع مسجد میں امام صاحب ہمیشہ نمازِ جمعہ کی پہلی رکعت میں "سورة الضحى" اور دوسری رکعت میں "الم نشرح" کی تلاوت کرتے ہیں، حالانکہ مذکورہ امام صاحب، حافظ وقاری ہونے کے ساتھ ساتھ شہر کے ایک ممتاز عالم دین بھی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے

---

(۲) المجموع :۴/۴۰۲۔

انہیں ''لحن خاص'' عطا کیا ہے، جسے سننے کے لئے شہر کے
مختلف مقامات سے لوگ اسی جامع مسجد میں آتے ہیں، لیکن
امام صاحب مذکورہ بالا چھوٹی چھوٹی دو سورتوں میں رکعت ختم
کردیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا ایک حافظ قرآن کے لئے
نماز میں اس طرح سورتوں کو مخصوص کرنا شرعا درست ہے؟ اگر
ہے تو مذکورہ بالا دو سورتوں کی نماز جمعہ میں کیا افضلیت ہے؟
(محمد عارف ضیاء غیرہ، ورنگل)

جواب:- حضرت سمرہ بن جندب ﷺ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے نمازِ جمعہ میں ''سبح اسم ربك الأعلی'' اور ''هل اتاك حديث الغاشية'' پڑھا کرتے تھے'' (۱) اس لئے بہتر ہے کہ زیادہ تر یہ سورتیں جمعہ میں پڑھی جائیں، لیکن کبھی کبھی ان کے بجائے دوسری سورتیں بھی پڑھ لینی چاہئے، تاکہ لوگ جمعہ میں انہی سورتوں کی تلاوت واجب نہ سمجھ بیٹھیں، اس مصلحت کی بناء پر فقہاء حنفیہ نے انہی سورتوں کے التزام کو منع کیا ہے، --- نماز میں قراءت قرآن کے سلسلہ میں فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مستحب مقدار سے اتنی زیادہ نہیں پڑھی جائے کہ لوگوں پر بوجھ ہو۔ (۲)

اس کی بھی رعایت ضروری ہے کہ مثلاً کسی مسجد میں ملازم پیشہ لوگ جمعہ پڑھتے ہوں، تو اتنی قراءت کرنی چاہئے کہ دفتر کی طرف سے انہیں جتنی مہلت دی گئی ہے اس کے اندر ہی نماز ختم ہو جائے۔

رہ گیا مذکورہ امام صاحب کا ہمیشہ نماز جمعہ میں ''سورہ ضحیٰ'' اور ''الم نشرح'' پڑھنا تو یہ بہتر نہیں، کیونکہ جمعہ میں خاص ان سورتوں کا اہتمام حدیث سے ثابت نہیں، گاہے گاہے

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۱۲۵۔
(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۷۸۔

پڑھ لیں تو مضائقہ نہیں، ویسے جمعہ میں کسی قدر طویل قراءت یعنی فجر کی مقدار کے قریب قرآن پڑھنا بہتر ہے۔(۱)

جمعہ میں دوسرا خطبہ بھول جائے؟

سوال:- {777} ایک مسجد میں خطیب صاحب جمعہ کے دن خطبۂ اولی کے فوراً بعد نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، خطبۂ ثانی پڑھنا بھول گئے، تو کیا خطبۂ ثانی کے بغیر نمازِ جمعہ درست ہوگی؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- دوسرا خطبہ مسنون ہے، اگر ایک خطبہ بھی دے دے، تو نماز جمعہ ہو جائے گی، بلکہ اگر صرف حمد و تسبیح کا کلمہ یا "لا إلـه إلا الـلّٰـه" خطبہ کی نیت سے پڑھ لے تو اس سے بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے اور نماز درست ہو جاتی ہے؛ البتہ قصداً ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے:

"ومنها الخطبة قبلها ... وكفت تحميدة أو تهليلة أو تسبيحة كذا في المتون، هذا إذا كان على قصد الخطبة "(۲)

لہذا جو صورت آپ نے لکھی ہے اس میں نماز جمعہ ادا ہوگئی۔

خطبۂ جمعہ سے متعلق چند مسائل

سوال:- {778} (الف) خطبۂ جمعہ کا اردو خطبہ پڑھتے وقت کیا سنتیں پڑھنا درست ہے؟

---

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع: ۱/۴۷۹-۶۰۳۔

(۲) الفتاوی الهندية: ۱/۱۴۶۔

(ب) اذان کے ساتھ تمام لوگ مسجد نہیں جاتے، بلکہ بازار میں رہتے ہیں اور اردو خطبہ کے درمیان مسجد میں پہونچتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(ج) بہت سے لوگ جمعہ کی دو رکعت فرض پڑھ کر مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں اور کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں، یہ عمل کس حد تک درست ہے؟

(د) خطبۂ جمعہ کا اردو ترجمہ سنایا جائے یا نہیں؟

(قادر خان، دھرم آباد)

جواب:- (الف) اصل وہ دونوں خطبے ہیں جو عربی زبان میں دئے جاتے ہیں، اس سے پہلے اگر خطیب اردو زبان میں اپنے اس خطبہ کا خلاصہ لوگوں کو سنائے اور بتائے تو یہ خطبہ کے حکم میں نہیں، اس دوران سنت ادا کی جاسکتی ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اتنے پہلے آئیں کہ اردو تقریر شروع ہونے سے پہلے سنت ادا کرلیں یا مسجد میں ایسا نظام بنایا جائے کہ اردو تقریر اور عربی خطبہ کے درمیان سنت پڑھنے کے لئے وقفہ دیا جائے، کیونکہ یہ اردو تقریریں دعوت وتذکیر کا بہت مؤثر ذریعہ ہیں اور ان سے لوگوں کو بہت سارا دینی نفع حاصل ہوتا ہے۔

(ب) اذان اول کے ساتھ ہی مسجد آجانا چاہئے، اور کاروبار کو ترک کردینا چاہئے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ "جب جمعہ کی اذان دی جائے تو خطبہ کی طرف دوڑ پڑو" (۱) اور فقہاء نے لکھا ہے کہ "و یجب السعي و ترك البیع بالأذان الأول" (۲) "اس سے اذان اول مراد ہے"

(ج) جمعہ کے بعد سنت کا ادا کرنا خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، (۳) اور آپ ﷺ

---

(۱) الجمعة:۹۔

(۲) الفتاوی الهندية:۱/۱۴۹۔

(۳) الجامع للترمذي، عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر:۵۲۱، باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة و بعدها۔

نے لوگوں کو بھی اس جانب متوجہ فرمایا ہے،(۱) البتہ رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک جمعہ کے بعد گھر میں سنت ادا کرنے کا تھا۔(۲) اس لئے اگر کوئی شخص مسجد سے جاکر گھر یا دوکان میں نماز پڑھنے کا اہتمام کرتا ہو تو اس کے لئے یہ درست ہے کہ مسجد سے جاکر سنت ادا کرلے، لیکن جن لوگوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اپنے گھر یا کاروبار کی جگہ پہنچ کر سنت ادا نہیں کرپائیں گے تو ان کو مسجد ہی میں سنت ادا کرکے جانا چاہئے۔

(د) خطبہ تو عربی زبان میں ہونا چاہئے، لیکن خطبہ سے پہلے اردو زبان میں تقریر و بیان نہ صرف جائز بلکہ مناسب ہے، تاکہ مسلمانوں کی اصلاح ہوسکے۔

منبر پر اردو تقریر

سوال:- {779} کیا منبر پر ٹھہر کر عربی خطبہ کے علاوہ اردو میں تقریر کرنا بھی درست ہے؟ (احمد، علی نگر)

جواب:- یوں تو منبر پر اردو میں بھی بیان و تقریر کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ جمعہ و عیدین کے خطبات کے علاوہ عام مواعظ بھی منبر پر کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر ارشاد فرمایا کرتے تھے، تاہم جمعہ میں چونکہ منبر پر کھڑے ہوکر اردو بیان میں اس کے خطبہ ہونے کا وہم ہوسکتا ہے، حالانکہ خطیب کا مقصد اس سے خطبہ دینا نہیں ہے، اس لئے بہتر ہے کہ اردو بیان منبر پر نہ ہو۔

---

(۱) الجامع للترمذی، عن أبي هريرة ﷺ، حدیث نمبر:۵۲۳، باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة و بعدها۔

(۲) الجامع للترمذی، عن عبد الله بن عمر ﷺ، حدیث نمبر:۵۲۲، باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة و بعدها۔

خطبہ اور تقریر سے پہلے سلام

سوال:- {780} خطبہ سے پہلے سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز کیا کوئی مقرر تقریر اور دینی بیان سے پہلے بغیر سلام کئے بیان شروع کرسکتا ہے؟

(عثمان بن محمد باوزیر، پبلک گارڈن)

جواب:- شوافع وحنابلہ کے نزدیک جب خطیب منبر پر بیٹھے تو اس کو سلام کرنا چاہئے، کیونکہ ابن ماجہ میں حضرت جابر ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب منبر پر بیٹھتے تو سلام فرماتے "كان النبي ﷺ إذا صعد المنبر سلم "(۱) حنفیہ کے یہاں قول مشہور یہی ہے کہ خطیب سلام نہیں کرے کیونکہ اگر وہ سلام کرے تو سامعین جواب دینے پر مجبور ہونگے اور امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد سامعین کے لئے گفتگو کی ممانعت ہے، (۲) جہاں تک حضرت جابر ﷜ کی روایت ہے، تو اس کو امام بیہقیؒ اور بعض اور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن حنفیہ میں سے علامہ حدادی اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ خطیب سلام کرسکتا ہے (۳) اس لئے بہتر تو یہی ہے کہ خطیب سلام نہ کرے، لیکن اگر کرلے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

جہاں تک عام بیانات اور تقریروں سے پہلے سلام کی بات ہے، تو اگر حاضرین سے پہلے ملاقات ہوچکی ہو، تب تو بیان سے پہلے سلام نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ سلام کا تعلق ملاقات سے ہے، نہ کہ بیان سے، اور سلام کی جگہ اول ملاقات ہے اور وہ پہلے ہوچکی، اور اگر پہلے سے حاضرین

---

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۱۱۰۹، باب ما جاء في الخطبة يوم الجمعة، نیز دیکھئے: جمع الفوائد، عن ابن عمر ﷜، حدیث نمبر:۱۹۱۷۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: صحيح البخاري، حدیث نمبر:۹۳۴، باب الأنصات يوم الجمعة و الإمام يخطب، نیز دیکھئے: الفقه الإسلامي و أدلته:۲/۱۹۱۔

(۳) دیکھئے: مراقی الفلاح مع حاشیه الطحطاوی: ص:۲۸۳۔

سے ملاقات نہیں ہوئی ہو، یا حاضرین میں زیادہ لوگ ہوں، کچھ سے ملاقات ہوئی اور کچھ سے نہیں تو تقریر کرنے سے پہلے سلام کر سکتے ہیں، تاہم ایسا کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ سلام کرنا سنت ہے، نہ کہ واجب۔

جمعہ میں خطبہ سے پہلے تقریر

سوال:- {781} آج کل یہ عام رواج ہو گیا ہے کہ جمعہ کے دن امام صاحب خطبہ سے پہلے تقریباً نصف گھنٹہ تقریر کرتے ہیں، اس درمیان جو لوگ آتے ہیں، ان کو نہ تحیۃ المسجد پڑھنے کا موقع ملتا ہے، نہ قرآن کی تلاوت کی جا سکتی ہے، نہ سورۂ کہف پڑھنے کا موقع ملتا ہے اور نہ توبہ و استغفار کا امام صاحب کا وعظ ختم ہو جانے کے بعد اعلانات شروع ہو جاتے ہیں، پھر امام صاحب اعلان کرتے ہیں کہ اگر کسی نے سنت نہ پڑھی ہو تو پڑھ سکتے ہیں، اور اس ضمن میں مصلیان کو پانچ منٹ کا وقت ملتا ہے، اس کے بعد اذان و خطبہ شروع ہوتا ہے، شرعی خطبہ سے پہلے بیان یا طویل کتابی خطبات پڑھ کر سنانا کہاں تک درست ہے؟　　(عامر بن عبد اللہ، بنی کلو، محبوب نگر)

جواب:- بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا امت مسلمہ کا فریضۂ منصبی ہے، اور اس کی ایک صورت وعظ و بیان بھی ہے، جمعہ کے دن لوگ جس یکسوئی کے ساتھ دینی باتیں سنتے ہیں شاید ہی کسی اور موقع پر سنتے ہوں، پھر مسجد کا پاکیزہ ماحول اور خود سامعین کے پاکی اور طہارت کی حالت میں ہونے کا بھی اثر پڑتا ہے، اس لئے یہ بہت ہی مفید سلسلہ ہے اور اس سے خطبہ کے مقصد کی بھی تکمیل ہوتی ہے، خطبہ ذکر بھی ہے اور تذکیر بھی، عربی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے عربی خطبہ سے ذکر کا مقصد تو پورا ہو جاتا ہے، لیکن تذکیر کا مقصد حاصل نہیں ہو پاتا، خطبہ سے پہلے کا

بیان اس کمی کی تلافی کر دیتا ہے، اس لئے اس میں کچھ حرج نہیں، فی الجملہ اس کا ثبوت حدیث سے اور صحابہ ﷺ کے عمل سے بھی ہے، کتب سیرت کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ احد (جس میں عبداللہ بن ابی کا نفاق پوری طرح واضح ہو کر آ گیا) سے پہلے تک رسول اللہ ﷺ کے خطبہ سے پہلے کچھ دیر اس کی گفتگو ہوا کرتی تھی، جس میں وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی تلقین کرتا، اسی طرح حضرت ابو ہریرہ ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ شاہان بنو امیہ کے زمانہ میں خطبہ سے پہلے وہ کچھ وعظ فرمایا کرتے تھے۔(۱)

جہاں تک تحیۃ المسجد کی بات ہے تو یہ اس بیان کے درمیان بھی پڑھی جا سکتی ہے، اور توبہ و استغفار کے لئے بھی اور مواقع ہیں، اور جہاں تک سورۂ کہف پڑھنے کی بات ہے تو اس کا اذان جمعہ کے بعد ہی پڑھنا ضروری نہیں، اس سے پہلے یا جمعہ کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ احادیث میں مطلقاً جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی ترغیب آئی ہے، (۲) دن کے کسی خاص وقت کی تحدید منقول نہیں۔ وباللہ التوفیق۔

خطبہ میں بیٹھنے کی ہیئت اور دعاء

سوال:- {782} اکثر لوگوں کو دیکھا جا رہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ اولیٰ کے وقت دونوں ہاتھ باندھ لیتے ہیں، اور خطبۂ ثانیہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو زانوں پر رکھ لیتے ہیں، اور خطبہ کے آخری کلمات کی ادائیگی پر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ (ریاض احمد، و جے نگر کالونی)

---

(۱) سیر إعلام النبلاء: ۲/۶۲۳، ط: مؤسسة الرسالة، بیروت۔ مرتب۔

(۲) "من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة أضاء له النور ما بينه و بين البيت" (كنز العمال، حدیث نمبر: ۲۵۹۸، باب الأذكار بسورة الكهف) محشی۔

جواب:- خطبۂ جمعہ کے درمیان سامعین کو حسب سہولت بیٹھنے کی گنجائش ہے، کیونکہ تمام کیفیات میں نماز کے حکم میں نہیں ہے:

"إذا شهد الرجل عند الخطبة إن شاء جلس محتبيا أو متربعا أو كما تيسر" (۱)

اسی طرح بیٹھے: "ويستحب أن يقعد فيها كما يقعد في الصلاة" (۲) اس لئے خطبہ اولی وثانیہ میں الگ الگ ہیئتوں کو متعین کر لینا نہ حدیث سے ثابت ہے اور نہ سلفِ صالحین سے۔

خطبہ کے درمیان جو دعاء آتی ہے اس پر سامعین کا ہاتھ اٹھانا اور آمین کہنا مناسب نہیں، کیونکہ خطبہ کے درمیان ہر طرح کے ذکر سے منع کیا گیا ہے، (۳) خطیب کی دعاء یوں بھی تمام حاضرین کی طرف سے ہوتی ہے۔

خطبۂ جمعہ میں عصا کا استعمال

سوال:- {783} بعض مساجد میں خطبۂ جمعہ کے درمیان عصا لے کر خطبہ دیا جاتا ہے، اور اس کے برخلاف بعض مساجد میں عصا نہیں لیا جاتا، ان دونوں میں کون سا عمل جائز و بہتر ہے؟　　(محمد عبدالحفیظ، مہدی پٹنم)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ "ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ جمعہ میں حاضر ہوئے، تو

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/۱۴۸۔

(۲) حوالۂ سابق۔

(۳) دیکھئے: صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۹۳۴، باب الانصات يوم الجمعة و الإمام يخطب۔

آپ ﷺ عصا یا کمان کا سہارا لئے ہوئے کھڑے تھے'' (۱)

اس لئے خطبہ میں عصا لینا بہتر ہے، علامہ شامیؒ نے قہستانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ''إن أخذ العصا سنة كالقيام'' (۲) البتہ چونکہ یہ حکم سنتِ غیر مؤکدہ یا مستحب کے درجہ کا ہے، اس لئے عصا لینے کو ضروری نہ سمجھنا چاہئے، اور نہ کبھی اس کو وجہ اختلاف بنانا چاہئے، کہ امت کا اتحاد اور اس کی اجتماعیت کو برقرار رکھنا مستحبات اور افضل و غیر افضل سے زیادہ اہم ہے۔ وباللہ التوفیق۔

جمعہ کے لئے علیحدہ امام

سوال:- {784} ہماری مسجد کے امام صاحب حافظ قرآن ہیں، اس کے باوجود متولی صاحب ایک اور صاحب سے جمعہ کی نماز پڑھواتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟

(عبد المجید، کرنول)

جواب:- متولی یا مسجد انتظامی کو یہ حق حاصل ہے کہ کچھ نمازوں کے لئے ایک امام اور کچھ نمازوں کے لئے دوسرا امام مقرر کریں، البتہ ان کی ذمہ داری ہے کہ پنج وقتہ نماز کے امام کے رہتے ہوئے جسے جمعہ کا امام مقرر کیا جائے اسے پنج وقتہ کے امام سے زیادہ امامت کا اہل ہونا چاہئے، اگر وہ اس کی رعایت ملحوظ نہ رکھیں تو وہ اس کے لئے شرعاً جواب دہ ہوں گے۔

خرید و فروخت کی ممانعت جمعہ کی اذان اول پر ہے یا اذان ثانی پر؟

سوال:- {785} جمعہ کی پہلی اذان کے ساتھ ہی خرید و فروخت بند کر دینا چاہیے یا یہ حکم اذان ثانی کے وقت کے لئے

---

(۱) سنن أبي داؤد: ۱/۱۵۶، حدیث نمبر: ۱۰۹۶، باب الرجل يخطب على قوس۔

(۲) رد المحتار: ۳/۴۱۔

ہے؟ اگر کوئی اذان کے وقت بیع وشرا کر ہی لے تو کیا اس سے
گناہ بھی ہوگا؟ (خان فیروز خان، پھولا نگ)

جواب:- اللہ تعالی نے جمعہ کی اذان کے ساتھ جمعہ کے لئے دوڑ پڑنے اور خرید وفروخت کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے(۱) اب یہ خرید وفروخت کی ممانعت کا حکم کس اذان سے متعلق ہوگا؟ اس میں خود فقہاء حنفیہ کی دو رائیں ہیں، ایک یہ کہ اس سے دوسری اذان مراد ہے، جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے، یہی رائے مشہور فقیہ علامہ کاسانی کی ہے:

"یکرہ البیع و الشراء یوم الجمعة إذا صعد
الإمام المنبر و أذن المؤذنون بین یدیه" (۲)

بہ ظاہر یہ رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ جس وقت قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اس وقت اسی اذان کا معمول تھا، اذان اول تو عہد عثمانی سے شروع ہوئی۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے پہلی اذان مراد ہے، اور اذان اول کے ساتھ ہی خرید وفروخت کو ترک کرنا اور جمعہ کے لئے سعی واجب ہے، عام طور پر فقہاء حنفیہ کا رجحان اسی طرف ہے:

"ووجب سعی إلیها و ترك البیع ... بالأذان
الأول فی الأصح" (۳)

اور اسی رائے میں احتیاط معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ لوگ خطبہ جمعہ کو بھی سن سکیں اور آج کل آبادیوں کے پھیلاؤ کے لحاظ سے یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ اذان اول ہی پر مسجد کے لئے روانہ ہو جائیں۔

---

(۱) الجمعة :۹۔
(۲) بدائع الصنائع:۱/۲۰۵۔
(۳) الدر المختار مع الرد:۱/۵۵۲۔

جمعہ کی اذان پر کاروبار کو بند کرنے کا حکم قرآن مجید میں صراحتاً موجود ہے، اس لئے جو شخص جس مسجد میں جمعہ پڑھتا ہو، اس مسجد کی اذان کے بعد کاروبار میں لگا رہنا مکروہ تحریمی اور باعث گناہ ہے:

"و افاء فی البحر صحۃ اطلاق الحرمۃ علی المکروہ تحریما" (۱)

خطبۂ اولی میں خلفاء راشدین کے نام

سوال:- {786} ہماری مسجد میں ایک عالم صاحب کا تقرر ہوا ہے، وہ جمعہ کے خطبۂ ثانیہ کے بجائے خطبۂ اولی میں خلفائے راشدین کا نام لیتے ہیں، اور پوچھنے پر کہتے ہیں کہ "خطب علمی" میں ایسا ہی ہے؟ (محمد عماد الدین، شاہ پور، گلبرگہ)

جواب:- اس میں کچھ حرج نہیں، دونوں میں سے کسی بھی خطبہ میں خلفاء راشدین کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

خطبہ میں خلفاء راشدین کے نام لینے کا ثبوت

سوال:- {787} آج کل بہت سے علماء خطبہ میں خلفاء راشدین کا نام لیتے ہیں، کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں ایسا کیا تھا؟ یا اپنی وفات کے بعد ایسا کرنے کو کہا تھا؟ (محمد قمر الدین و دیگر افراد، مشیر آباد)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خلفاء راشدین ﷺ کا نام نہیں لیا جاتا تھا، اور اس وقت ظاہر ہے کہ یہ حضرات خلیفہ بنے بھی نہیں تھے، آپ ﷺ نے اس کا حکم بھی نہیں فرمایا،

(۱) الدر المختار علی ہامش الرد: ۱/۵۵۲۔

اسی لئے خطبہ میں خلفاء راشدین ؓ کا نام لینا فرض یا واجب نہیں، لیکن بہتر ہے، اور ایک زمانہ سے علماء اور صالحین کا اس پر عمل رہا ہے، چنانچہ علامہ شرنبلالیؒ کہتے ہیں:

" وذكر خلفاء الراشدين والعمين مستحسن ، بذلك جرى التوارث " (۱)

خلفاء راشدین ؓ کے نام لینے کا سلسلہ یوں شروع ہوا کہ حضرت عثمان غنی ؓ کے بعد ہی سے اہل سنت والجماعت کے علاوہ دو گروہ پیدا ہو گئے، ایک گروہ روافض کا تھا، جو خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کی شان میں بدگوئی کرتا تھا، دوسرا گروہ ناجیہ کا تھا، جو سیدنا حضرت علی ؓ اور اہل بیت کو برا بھلا کہتا تھا، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ ؓ قابل احترام ہیں، صحابی ؓ کی بھی محبت دل میں ہونی چاہئے، اور اہل بیت بھی ہمارے چشم محبت کا سرمہ ہیں، اس لئے خاص طور پر خطبہ میں خلفاء راشدین اور بعض اہل بیت کے تذکرہ کا سلسلہ شروع ہوا، تا کہ تمام صحابہ ؓ کی عظمت دل میں قائم ہو، اور لوگ سوء اعتقاد اور فکری آوارگی سے محفوظ رہیں، جب تک یہ دونوں طبقے باقی رہیں گے جو صحابہ ؓ کی بابت بدگمانی رکھتے ہوں، خلفاء راشدین کا تذکرہ مستحسن رہے گا۔

خطبہ میں خلفاء راشدین کے لیے امیر المؤمنین کا استعمال؟

سوال:- {788} جمعہ کے خطبہ ثانیہ میں خلفاء راشدین کے اسم گرامی کے ساتھ نہ "امیر المؤمنین" کہا جاتا ہے، اور نہ "حضرت" بلکہ عام شخصیتوں کی طرح ان کے نام لئے جاتے ہیں۔　　(صدیقی، ملک پیٹ)

جواب:- امیر المؤمنین اس شخص کو کہتے ہیں، جو موجودہ وقت میں مسلمانوں کا امیر ہو، اور حضرت کا لفظ عربی زبان میں احترام کے طور پر استعمال نہیں کیا جاتا، اس لئے یہ الفاظ خلفاء

(۱) مراقی الفلاح مع الطحطاوی: ص:۲۸۱۔

راشدین کے اسماء گرامی کے ساتھ نہیں بولے جاتے، البتہ "رضی اللہ عنہ" کہا جاتا ہے، جوان سب سے بڑھ کر احترام کو ظاہر کرتا ہے، بنیادی طور پر اس کا تعلق عربی زبان کی تعبیر اور اسلوب سے ہے، عربوں کے یہاں القاب و آداب کا عجمیوں کی طرح رواج نہیں تھا، اس لئے عربی زبان میں بھی اس طرح کا استعمال نہیں ملتا۔

خطبہ میں خلفاء راشدین کی کنیت

سوال:- {789} دوران خطبہ خلفاء راشدین کے نام کے ساتھ ابن خطاب، ابن عفان، ابن ابی طالب کا نام لیا جاتا ہے، لیکن خلیفہ اول کے نام کے ساتھ ان کے والد کا نام نہیں لیا جاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟ خطاب، عفان اور ابو طالب ایمان لائے یا نہیں؟　　　(محمد عرفان، سنگا ریڈی)

جواب:- ایسا نام جو والد یا اولاد کی طرف منسوب ہو "کنیت" کہلاتا ہے، بعض لوگوں کی کنیت والد کی نسبت سے مشہور ہو جاتی ہے اور بعض کی اولاد کی نسبت سے، حضرت ابو بکر ؓ کی نسبت اپنی اولاد سے زیادہ معروف تھی، اور خلفاء ثلاثہ کی اپنے والد سے، اسی لئے حضرت ابو بکر ؓ کا نام ابو بکر سے لیا جاتا ہے، اور بقیہ حضرات کی نسبت ان کے والد کی طرف کی جاتی ہے، کیونکہ وہ اسی نسبت سے مشہور تھے، اس کی کوئی اور وجہ نہیں، خطاب، عفان اور ابو طالب کا ایمان لانا ثابت نہیں۔

جمعہ کے دن عورتیں ظہر کب پڑھیں؟

سوال:- {790} جمعہ کے دن عورتوں کو ظہر کی نماز کس وقت پڑھنی چاہئے؟ جمعہ سے پہلے یا جمعہ کے بعد؟

(سید حفیظ الرحمان، پھولانگ)

جواب:- جن لوگوں پر اصلاً جمعہ واجب ہے، لیکن کسی خاص وقتی عذر کی وجہ سے جمعہ کے بجائے ظہر پر اکتفا کرنے کی اجازت ہے، چنانچہ مریض، مسافر اور قیدی، ان کے لئے یہی مستحب ہے کہ وہ امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک نماز کو مؤخر کریں:

"ویستحب للمریض والمسافر وأهل السجن تأخیر الظهر إلی فراغ الإمام من الجمعة" (۱)

خواتین پر چونکہ نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے اس لئے ان کو نمازِ جمعہ تک نمازِ ظہر کو مؤخر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

خطبۂ جمعہ کے وقت نفل نماز

سوال:- {791} جمعہ کے خطبہ کے وقت سنت یا نفل پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ (محمد عمران، کنگ کوٹھی)

جواب:- تحیۃ المسجد کے سوا اور کوئی سنت یا نفل خطبہ کے درمیان نہیں پڑھی جاسکتی، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ تحیۃ المسجد کے بارے میں اختلاف ہے، (۲) بعض فقہاء کے نزدیک خطبہ کے درمیان تحیۃ المسجد پڑھی جاسکتی ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تحیۃ المسجد بھی مکروہ ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے خطبہ کے درمیان کسی بھی کام سے منع فرمادیا جس سے خطبہ سننے میں حرج ہو۔ (۳)

---

(۱) الفتاوی الهندیة:۱/۱۴۸۔

(۲) "جری الخلاف فیما إذا دخل الرجل و الخطیب یخطب ، فقد ذهب الحنفیة و المالکیة إلی أنه یجلس و لا یصلی ... و ذهب الشافعي و أحمد إلی أنه یصلی رکعتین خفیفتین ما لم یجلس تحیة للمسجد" (الموسوعة الفقهیة الکویتیة : ۲۷/۲۰۵، صلاة الجمعة) محشی۔

(۳) بدائع الصنائع :۱/۵۹۲۔

خطبۂ جمعہ کے درمیان سنت جمعہ

سوال:- {792} خطبۂ جمعہ شروع ہونے کے بعد کیا سنت پڑھنا درست ہے اور خطبۂ جمعہ سے پہلے جو بیان کیا جاتا ہے، کیا وہ بھی خطبہ میں شمار ہوگا؟

(خالد عبد الحسیب، ناندیڑ)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ اور حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ جوں ہی امام خطبہ کے لئے نکلتا اس وقت سے ہی یہ حضرات نماز اور گفتگو کو ناجائز سمجھتے تھے: "کانوا یکرھون الصلاۃ والکلام بعد خروج الإمام "(۱) اس لئے خطبہ شروع ہونے کے بعد تحیۃ المسجد یا جمعہ کی سنت نہیں پڑھنی چاہئے، ایک روایت حضرت سلیک غطفانی ﷺ کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خطبہ کے درمیان دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا، (۲) لیکن یہ ایک استثنائی واقعہ ہے، کیونکہ حدیث میں یہ بات بھی آئی ہے کہ جب تک وہ دو رکعت پڑھتے رہے، آپ ﷺ خطبہ سے رکے رہے، (۳) پس یہ بات درست نہیں کہ خطیب خطبہ دینے میں مشغول ہو اور لوگ نفل پڑھنے میں، کہ یہ آداب خطبہ کے خلاف ہے۔

خطبہ سے پہلے اردو زبان میں جو بیان ہوتا ہے وہ خطبہ کے حکم میں نہیں، بیان کے دوران نماز پڑھی جاسکتی ہے، البتہ چونکہ ان بیانات کی بڑی افادیت ہے اور اصلاح نفس میں ان بیانات سے بڑا نفع ہوتا ہے، اس لئے چاہئے کہ بیانات سے پہلے ہی سنت ادا کرلیں، اور اگر بیان و خطبہ کے درمیان سنت کے لئے وقت دیا جائے تو توجہ کے ساتھ سنیں اور وقفہ میں سنت ادا کریں۔

---

(۱) نصب الرایۃ بحوالہ مصنف ابن أبی شیبۃ :۲/۲۰۲۔

(۲) دیکھئے: سنن أبي داؤد ، حدیث نمبر:۱۱۱۶، باب إذا دخل الرجل و الإمام یخطب ۔ محشی۔

(۳) نصب الرایۃ بحوالہ السنن الدار قطنی :۲/۲۰۳۔

دو خطبہ کے درمیان بیٹھک

سوال:- {793} جمعہ کے خطبۂ اولی اور خطبۂ ثانی کے درمیان بیٹھنے کا کیا حکم ہے؟

(جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا مسنون ہے (۱) اور رسول اللہ ﷺ کے وقت سے آج تک یہ طریقہ چلا آرہا ہے، یہ بیٹھک تین آیات کے بقدر ہونا چاہئے، علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں:

"وسن الجلوس بين الخطبتين جلسة خفيفة وظاهر الرواية مقدار ثلاث آيات" (۲)

جمعہ کے خطبوں کے درمیان کتنی دیر بیٹھے؟

سوال:- {794} ہمارے شہر کے ایک امام صاحب جمعہ کے خطبوں کے درمیان کافی دیر تک منبر پر بیٹھتے ہیں، جس سے لوگ اکتا جاتے ہیں، کیا یہ درست ہے، نہیں ہے تو امام کو کتنی دیر تک بیٹھنا چاہئے؟ (سید منیر الدین، کریم نگر)

---

(۱) حضرت عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا معمول مبارک دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا تھا: كان النبي ﷺ يخطب خطبتين يقعد بينهما " (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۹۲۸، باب القعدة بين الخطبتين يوم الجمعة، نیز دیکھئے: حدیث نمبر: ۹۲۰، باب الخطبة قائما، نیز ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۸۶۱، باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة و ما فيهما من الجلسة) محشی۔

(۲) مراقي الفلاح على هامش الطحطاوي: ص: ۲۸۱۔

جواب:- دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا مسنون ہے، لیکن یہ بیٹھنا تھوڑی دیر کا ہو، فقہاء نے اس کے لئے ''جلسۂ خفیفہ'' کا لفظ استعمال کیا ہے اور لکھا ہے کہ بیٹھنے کی مقدار تین آیات پڑھنے کی بقدر ہونی چاہئے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''مراقی الفلاح'' میں ہے:

"وسن الجلوس بين الخطبتين جلسة خفيفة وظاهر الرواية مقدار ثلاث آيات" (۱)

اس سے زیادہ بیٹھنا مناسب نہیں، امام صاحب کو ان کا احترام برقرار رکھتے ہوئے حکمت کے ساتھ اس کی طرف توجہ دلائیں۔

منبر پر دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی حکمت

سوال:- {795} جمعہ کے خطبہ میں پہلے اور دوسرے خطبہ کے درمیان کیوں بیٹھتے ہیں؟ اور خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر کیوں دیا جاتا ہے؟ حالانکہ تقریر نیچے کی جاتی ہے۔

(محمد غلام دستگیر، شمس آباد)

جواب:- عبادتوں کی روح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل مبارک کی نقل کی جائے، آپ ﷺ دو خطبہ دیتے تھے، اور منبر پر کھڑے ہو کر دیتے ہیں، اسی لئے اسی طرح خطبہ دینا مسنون ہے، بہ ظاہر بیٹھنے کی حکمت یہ ہے کہ دو الگ الگ خطبے محسوس ہوں اور منبر پر کھڑے ہونے کا مقصود یہ ہے کہ دور دور تک سامعین خطیب کو دیکھ سکیں۔

خطبہ کوئی اور دے، امامت کوئی ادا کرے

سوال:- {796} (الف) ہمارے یہاں مسجد میں ایک صاحب خطبہ دیتے ہیں، اور ایک دوسرے حافظ صاحب

(۱) مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی :ص:۲۸۱۔

نماز کی امامت کرتے ہیں، کیا یہ صورت درست ہے؟

(ب) خطبہ کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ خطبۂ اولی میں پہلے قرآنی آیات تلاوت کی جاتی ہے، پھر دس پندرہ منٹ کتاب میں دیکھ کر اردو میں خطبہ پڑھا جاتا ہے، اور اختتامی جملہ عربی میں کہے جاتے ہیں، البتہ خطبۂ ثانیہ مکمل عربی میں دیا جاتا ہے، کیا اس طرح خطبہ ہو جاتا ہے؟

(محمد اقبال الدین احمد، عثمان پورہ)

جواب:- (الف) بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو خطبہ دے وہی نماز پڑھائے، لیکن خطبہ دینے والا اور ہو اور نماز پڑھانے والا اور، تب بھی خطبہ اور نماز ادا ہو جاتے ہیں:

"لاینبغی أن یصلی غیر الخطیب، لأن الجمعة مع الخطبة کشئ واحد فلا ینبغی أن یقیمهما اثنان، وإن فعل جاز"(۱)

اس لئے بہتر ہے کہ خطیب صاحب ہی نماز بھی پڑھایا کریں۔

(ب) عربی زبان شعائر اسلام کا درجہ رکھتی ہے، اس لئے بہتر تو یہی ہے کہ عربی زبان ہی میں خطبہ دیا جائے، بلکہ اکثر فقہاء کے نزدیک اگر کوئی شخص عربی میں خطبہ دے سکتا ہو تو اس کے لئے اردو میں خطبہ دینا جائز نہیں، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے ایک قول کے مطابق غیر عربی زبان میں بھی خطبہ دیا جاسکتا ہے، فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ "اگر فارسی زبان میں خطبہ دے، تو یہ بھی جائز ہے۔" ولو خطب بالفارسیة یجوز "(۲) اس لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ خطیب صاحب خطبہ سے پہلے اردو میں تقریر کیا کریں، اور خطبہ عربی زبان میں دیں، تاکہ لوگوں کو تذکیر کا مقصد

---

(۱) رد المحتار: ۳/۱۱۔

(۲) فتاوی سراجیة: ص: ۱۷۔

بھی حاصل ہو جائے، اور سلف صالحین کے طریقہ کی پیروی بھی ہو، لیکن اگر کسی جگہ اس کی مخالفت میں، فتنہ اور انتشار کا اندیشہ ہو تو چوں کہ ایک قول غیر عربی زبان میں خطبہ کا موجود ہے، اور بہت سے علماء نے اس کو ترجیح دی ہے، اس لئے زیادہ شدت اور اصرار سے کلام نہیں لینا چاہئے، کیوں کہ مسلمانوں کی اجتماعیت کو برقرار رکھنا ان جزوی اختلافات سے زیادہ اہم ہے۔

کارخانوں میں نمازِ جمعہ

سوال:- (797) ایک فیکٹری ہے جس میں مسلمان ملازموں کی تعداد بہت کم ہے، اس کے قریب کوئی مسجد نہیں ہے اور نہ ہی فیکٹری میں کوئی جگہ مختص کی جاسکتی ہے کہ پانچ وقت کی اذان اور نماز کا اہتمام کیا جاسکے، نماز ظہر کبھی اجتماعی طور پر اور کبھی انفرادی طور پر ادا کر لی جاتی ہے، لیکن نمازِ جمعہ کی ادائیگی میں جو دشواریاں درپیش ہیں وہ یہ ہیں کہ لنچ کا وقفہ صرف آدھا گھنٹہ یعنی ساڑھے بارہ سے ایک بجے تک ہے اور فیکٹری سے مسجد کا فاصلہ دو یا ڈھائی کیلو میٹر دور ہے، اتنے کم وقت میں مسجد جا کر نماز جمعہ ادا کرنا ممکن نہیں ہے، ہفتہ میں اس ایک دن کے لئے آدھا گھنٹہ کے وقفہ پر اضافہ وقت اجرت کے نقصان کے ساتھ لینا چاہتے ہیں، انتظامیہ اس کے لئے بھی تیار نہیں ہے، ان کوششوں سے مایوس ہو جانے کے بعد کچھ لوگوں نے یہ طے کیا کہ فیکٹری کے احاطہ میں نمازِ جمعہ کا اہتمام کر لیا کریں گے، چنانچہ کچھ عرصہ سے یہ سلسلہ جاری ہے، کیا ہمارا یہ فعل صحیح ہے اور نمازِ جمعہ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(سید محمد رفیع اللہ)

جواب:- کارخانہ میں بھی نمازِ جمعہ پڑھی جاسکتی ہے، جمعہ کے لئے اِذنِ عام شرط ہے، لیکن فقہاء نے ایسے قلعوں میں جمعہ کو صحیح قرار دیا ہے، جہاں مسجد کا دروازہ اندرون قلعہ کے لوگوں کے لئے بند نہ ہو، لیکن باہر والوں کے لئے بند ہو:

" ولا يضر غلق باب القلعة لعدو أو لعادة قديمة لأن الإذن العام مقرر لأهله وغلقه لمنع العدو ولا المصلي نعم لو لم يغلق لكان أحسن " (۱)

جمعہ میں کب آنا ضروری ہے؟

سوال:- {798} نمازِ جمعہ کے لئے اذان کے ساتھ ہی مسجد میں آجانا ضروری ہے یا خطبہ پڑھنے کے وقت آجائے؟ (قادر خان نصیر، دھرم آباد)

جواب:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

''جب جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کی ذکر کی طرف دوڑ پڑو، اور خرید وفروخت چھوڑ دو''(۲)

اہل علم کا خیال ہے کہ تجارت اور کاروبار کو بند کرنا اور جمعہ کے لئے تیزی کے ساتھ روانہ ہوجانا پہلی اذان کے بعد ہی واجب ہوجاتا ہے:'' ويجب السعي وترك البيع بالأذان الأول ''(۳) کیونکہ اگر اذان ثانی کے بعد جمعہ کے لئے پہونچنا ہو تو خطبہ پانا جو مقصود ہے وہ نہ پاسکے گا، اس لئے مسجد پہونچنے میں عجلت کرنی چاہئے، اور خطبہ میں شریک رہنا چاہئے۔

---

(۱) الدر المختار على رد المحتار:۱/۵۴۶۔

(۲) الجمعة :۹۔

(۳) الفتاوى الهندية :۱/۱۴۹۔

جمعہ کے بعد کی سنتیں

سوال:- {799} بہت سے لوگ جمعہ کی فرض پڑھ کر مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں، اور کاروبار میں لگ جاتے ہیں، تو جمعہ کے بعد کی سنتوں کا کیا حکم ہے؟

(قادر خان نصیر، دھرم آباد)

جواب:- رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز کے بعد سنت ادا فرمایا کرتے تھے، اور آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کی تلقین بھی فرمائی تھی، (۱) اسی پر حضراتِ صحابہ ؓ کا بھی عمل تھا، حضرت علی ؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پھر چار رکعت پڑھا کرتے تھے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ سے صرف چار رکعت پڑھنا ثابت ہے، (۲) لہذا بہتر تو یہ ہے کہ چھ رکعت سنت ادا کی جائے، چنانچہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی یہی رائے ہے، اور اگر کسی وجہ سے اتنا موقع نہ ہو تو کم سے کم چار رکعت سنت پڑھ لی جائے، جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے، کیونکہ یہ سنت ظہر کی نائب ہے، لہذا اس کی حیثیت بھی سنت مؤکدہ کی ہے۔ (۳)

جمعہ میں فرض وسنت کی نیت

سوال:- {800} نمازِ جمعہ کے فرض و سنت اور نفل وغیرہ سب جمعہ کی نیت سے پڑھیں گے؟ یا سنتیں پڑھتے وقت نمازِ ظہر کی نیت کیا جائے؟ (محمد سلطان، محبوب نگر)

جواب:- پہلے تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ نیت اصل میں دل کے پختہ ارادہ کا نام ہے،

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۵۲۱، ۵۲۳، باب في الصلاة قبل الجمعة وبعدها۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۵۲۳، باب في الصلاة قبل الجمعة وبعدها۔

(۳) دیکھئے: الجوهرة النيرة: ۱/۱۱۱۔

نیت کے لئے زبان سے اظہار ضروری نہیں، جب آپ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد گئے اور نماز پڑھنے کی غرض سے کھڑے ہوئے اور آپ کی ایسی کیفیت ہے کہ کوئی شخص آپ سے پوچھ لے کہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟ تو آپ بلا تامل جواب دے سکیں کہ میں نمازِ جمعہ ادا کر رہا ہوں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کی نیت آپ کے دل میں موجود ہے، بس اسی قدر کافی ہے۔

بہر حال جمعہ کے لئے جمعہ ہی کی نیت کرنا ضروری ہے، مشہور حنفی فقیہ علامہ حلبیؒ فرماتے ہیں:

"كذا ينوي صلاة الجمعة وصلاة العيد أي يشترط فيها التعيين " (۱)

سنتوں کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اس کے درست ہونے کے لئے متعین طور پر اس کی نیت کرنا ضروری نہیں، آپ جمعہ کی سنت کی نیت کرلیں، نفل کی نیت سے پڑھ لیں، یا صرف نماز کی نیت کرلیں، کافی ہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں:

"والصحيح المعتمد عدم الاشتراط، وعندنا تصح بنية النفل وبمطلق النية " (۲)

البتہ سنت ظہر کی نیت نہ کرے، یہ بہتر ہے، نفل نمازوں کے بارے میں اتفاق ہے کہ محض نماز کی نیت کرلینا ہی کافی ہے۔ (۳)

خطبہ کے درمیان درود شریف اور رضی اللہ عنہ پڑھنا

سوال:- {801} خطبہ کے دوران حضور ﷺ کا نام آنے پر "درود شریف" پڑھنا، یا صحابہ کرامؓ کا نام آنے پر "رضی اللہ عنہ" کہنا کیسا ہے؟ (محمد محبوب علی، ناگر، کرنول)

---

(۱) کبیری : ص: ۲۴۷۔

(۲) الأشباه والنظائر مع الحموی: ۱/۱۲۰، ط: کراچی۔

(۳) حوالۂ سابق۔

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے درمیان گفتگو، یہاں تک کہ نماز سے بھی منع فرمایا ہے۔(۱) نماز کی ممانعت اجزاءِ نماز کو شامل ہے، اور اجزاءِ نماز میں ایک رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام بھی ہے، اس لئے خطبہ کے درمیان زبان سے درود شریف نہیں پڑھنا چاہئے، ہاں! دل ہی دل میں پڑھے تاکہ درود شریف پڑھنے کا عمل بھی ہوجائے اور خطبہ کے درمیان خاموش رہنے کے حکم پر بھی عمل ہوجائے، چنانچہ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"فيصلي المستمع سرا بنفسه وينصت بلسانه عملا بأمري، صلوا، وانصتوا" (۲)

اس طرح رسول اللہ ﷺ کے دونوں احکام پر عمل ہوجائے گا، نیز علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں:

"اختلفوا في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم عند سماع اسمه والصواب أنه يصلي في نفسه" (۳)

جب درود شریف کے بارے میں یہ حکم ہے تو "رضی اللہ عنہ" کے بارے میں بدرجۂ اولیٰ یہی حکم ہوگا، اس لئے "رضی اللہ عنہ" کا دعائیہ کلمہ دل ہی دل میں کہنے پر اکتفا کیا جائے۔

مسجد ہوتے ہوئے گھر کی چھت پر جمعہ

سوال:- {802} شہر کی چار مسجدوں میں جمعہ کی نماز

(۱) "عن ابن عمر ﷺ رفعه: "إذا دخل أحدكم المسجد و الإمام يخطب على المنبر فلا صلاة و لا كلام حتى يفرغ الإمام" (رواه الطبراني في الكبير بضعف بحوالہ جمع الفوائد: ۱/۴۱۳، حدیث نمبر: ۱۹۱۸، باب وقت الجمعة و نداؤها و خطبتها و ما يتعلق بذلك) محشی۔

(۲) الدر المختار مع الرد: ۲/۲۶۸۔

(۳) البحر الرائق: ۲/۱۷۱۔

ہوتی ہے، شہر کے سارے لوگ انہیں چار مسجدوں میں جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں، لیکن ۱۳؍ جولائی کو جمعہ کی نماز کچھ لوگوں نے ایک غیر مسلم کے مکان کی چھت پر ادا کی، کیا ان لوگوں کی نماز ہوگئی اور کیا اس طرح جمعہ کی نماز مسجدوں کو چھوڑ کر غیر مسلم کے گھر پر ادا کی جاسکتی ہے؟　　　(محمد عبدالرحیم، پالونچہ)

جواب:- شہر میں کسی بھی مقام پر جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے، جمعہ قائم کرنے کے لئے مسجد ہونا ضروری نہیں، لیکن جب شہر میں چار مسجدیں موجود ہیں اور وہ تمام مسلمانوں کے لئے کفایت کرتی ہیں، یا اگر کفایت نہ کرتی ہوں تو ان کے گرد وپیش مسجد کی توسیع اور صفیں لگانے کی گنجائش موجود ہو، تو ایسی صورت میں بہتر طریقہ یہی ہے کہ نماز مسجد میں ادا کی جائے، مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ نماز جمعہ ادا کرنا مسجد کی حق تلفی ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ:

''اگر امیر اپنے محل میں جمعہ قائم کرے اور لوگوں کو اس میں آنے کی اجازت دے دے، تو جمعہ تو ہو جائے گا، لیکن یہ مکروہ فعل ہوگا، کیونکہ یہ مسجد کی حق تلفی کے مترادف ہے''

"... لأنه لم يقض حق المسجد" (۱)

خاص کر غیر مسلم بھائی کے گھر کی چھت پر نماز پڑھنے میں اندیشہ ہے کہ کہیں آئندہ دوسرے مسلمان اس پر اصرار کرنے لگیں، تو ظاہر ہے کہ یہ نہ صرف انصاف کے خلاف ہوگا، بلکہ یہ بات اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف ہوگی اور اس سے نقض امن بھی ہوسکتا ہے۔

نماز جمعہ چھوڑنے سے متعلق حدیث

سوال:- {803} کیا یہ صحیح ہے کہ پانچ مرتبہ نمازِ جمعہ

(۱) رد المحتار :۳/۲۶۔

قضاء ہو جائے تو وہ مسلمان نہیں رہتا؟

(حیدر علی جواد، ویگلور)

جواب:- غالباً یہ بات روایت میں نہیں آئی ہے، البتہ حضرت ابوقتادہ ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من ترك الجمعة ثلاث مرات من غير ضرورة طبع على قلبه" (۱)

''جس نے تین دفعہ بلاضرورت جمعہ چھوڑ دیا اس کے دل پر مہر لگادی جاتی ہے''

دل پر مہر لگ جانے سے مراد یہ ہے کہ اس سے خیر کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔

ترک جمعہ کا گناہ

سوال:- {804} جو شخص مسلسل تین جمعہ میں نماز ادا نہیں کرتا، کیا اس کے گھر سے خیر و برکت اٹھالی جاتی ہے؟ کیونکہ ایک صاحب جمعہ کو مسجد میں نماز ادا نہیں کرتے، بلکہ گھر میں ہی نماز ادا کرتے ہیں۔ (ایکس، وائی، زیڈ)

جواب:- بلاعذر جمعہ چھوڑ دینا بہت ہی گناہ اور محرومی کی بات ہے، مسند احمد میں ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من ترك الجمعة ثلاث مرات من غير

---

(۱) مجمع الزوائد :۱۹۲/۲۔

امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے بھی اسی مفہوم کی ایک حدیث اپنی جامع میں ذکر کی ہیں: "قال رسول الله ﷺ من ترك الجمعة ثلاث مرات تهاونًا طبع الله على قلبه "(الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۵۰۰، باب في ترك الجمعة بغير عذر، نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۰۵۲، باب التشديد في ترك الجمعة) محشی۔

ضرورة طبع علی قلبه "(۱) "جس نے تین دفعہ بلا ضرورت جمعہ چھوڑ دیا اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے" اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس کا دل منافقوں کا سا ہو جاتا ہے، بیماری، شدید بارش، دشمن کا خوف اور بینائی سے محرومی ان اعذار میں سے ہے جن کی وجہ سے فقہاء نے ترکِ جمعہ کی اجازت دی ہے۔ (۲) اگر ان صاحب کو اس طرح کے اعذار نہ ہوں تو انہیں سمجھایئے کہ وہ ایسی ناشائستہ حرکت سے باز آئیں۔

نمازِ جمعہ فرض عین ہے

سوال:- {805} کیا جمعہ کی نماز فرض ہے؟ بعض حضرات اسے واجب بھی کہتے ہیں۔ (محمد اعجاز احمد، ایرہ گڈا)

جواب:- محقق علماء کی رائے یہی ہے کہ جمعہ مستقل فرض عین ہے، اور چونکہ قرآن مجید اور حدیث متواتر سے اس کا ثبوت ہے، اس لئے جمعہ کا انکار کفر ہے:

" الجمعة هي فرض عين يكفر جاحدها،
لثبوتها بالدليل القطعي " (۳)

ویسے واضح ہو کہ فرض اور واجب میں عملی لزوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، جیسے فرض کا ادا کرنا لازم وضروری ہے، اسی طرح واجب کا ادا کرنا بھی واجب وضروری ہے، فرق صرف دو باتوں میں ہے، ایک تو ذریعۂ ثبوت میں، اور دوسرے یہ کہ اس کے انکار کا کیا حکم ہے؟ فرض کا ثبوت یقینی دلیل سے ہوتا ہے اور اس کا انکار کفر ہے، اور واجب کا ثبوت نسبتاً کم درجہ کی دلیل سے ہوتا ہے اور اس کا انکار کفر نہیں، البتہ فسق ہے، ورنہ عملی اعتبار سے دونوں ہی کا کرنا ضروری ہے۔

---

(۱) مجمع الزوائد، باب ماجاء من ترك الجمعة: ۱۹۲/۲۔
نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۰۵۲۔ محشی۔

(۲) الدر المختار: ۲۸/۳-۲۴۔

(۳) رد المحتار: ۳۴/۳۔

خطبہ کے درمیان سامعین کی بیٹھک

سوال:- {806} جس طرح تشہد کی حالت میں بیٹھتے ہیں، کیا جمعہ کے خطبہ میں اسی طرح بیٹھنا چاہئے؟ یا کسی بھی طرح بیٹھ سکتے ہیں؟ (محمد اعجاز احمد، ایرہ گڈا)

جواب:- خطبہ چونکہ بعینہ نماز نہیں، اس لئے نماز ہی کی ہیئت پر بیٹھنا ضروری نہیں، جیسی سہولت ہو اور اس کی بیٹھک سے دوسروں کو تکلیف نہ پہونچے، بیٹھ سکتے ہیں، آلتی پالتی بیٹھے، یا گوٹ مار کر، یا جیسے سہولت ہو، البتہ قعدہ کی سی بیٹھک بہتر ہے، فتاوی عالمگیری میں اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

"إن شاء جلس محتبيا أو متربعا أو كما تيسر ...
و يستحب أن يقعد فيها كما يقعد في الصلاة" (۱)

انفرادی طور پر جمعہ وعیدین

سوال:- {807} کیا عورت نمازِ جمعہ وعیدین انفرادی طور پر گھر پر ادا کرسکتی ہے؟ یعنی جمعہ کی دو رکعت فرض اور عیدین کی چھ زائد تکبیرات کے ساتھ، حنفی مسلک کی روشنی میں وضاحت فرمائیں (عارفہ شادان، کلوا کرتی)

جواب:- اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ یہ خصوصی سہولت رکھی ہے کہ ان پر نمازِ جمعہ اور عیدین واجب قرار نہیں دی گئی ہے، (۲) کیونکہ خواتین کو اس کا مکلف اور پابند کرنے میں ان

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۱۴۸۔

(۲) نبی ﷺ نے فرمایا: "الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة إلا أربعة : عبد مملوك أو امرأة أو صبي أو مريض" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۰۶۷، باب الجمعة للمملوك و المرأة)

کے لئے زحمت بھی ہے اور فتنہ کا اندیشہ بھی:

"حتی لاتجب الجمعة علی العبید والنساء" (۱)

"تجب صلاۃ العید علی من تجب صلاۃ الجمعة" (۲)

جہاں تک انفرادی طور پر جمعہ اور عیدین ادا کرنے کی بات ہے، تو جمعہ اور عیدین جماعت کے ساتھ ہی ادا کرنا ثابت ہے، ان نمازوں کو انفرادی طور پر ادا نہیں کیا جاسکتا، اسی لئے اگر کسی کی نمازِ جمعہ فوت ہو جائے تو جمعہ کے بجائے اسے ظہر کی نماز ادا کرنی ہے، اور عیدین فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں۔

جمعہ سے پہلے بیوی اور محرم خواتین کی پیشانی کا بوسہ

سوال:- {808} ہمارے خاندان کے ایک بزرگ ہیں، انہیں کہیں یہ حدیث معلوم ہوئی کہ حضور ﷺ جمعہ کی نماز کے لئے جاتے وقت اپنے گھر کی محرم خواتین کی پیشانی کا بوسہ لیا کرتے تھے، لہٰذا ہمارے وہ بزرگ یہ عمل سنت سمجھ کر کیا کرتے ہیں، اپنی اہلیہ، اپنی لڑکیوں، نواسیوں وغیرہ جو محرم ہیں ان کی پیشانی کا بوسہ جمعہ کی نماز کو جاتے وقت گھر سے نکلنے سے قبل لیا کرتے ہیں، کیا یہ عمل درست ہے اور سنت کے مطابق ہے؟ اب ان کے لڑکے کی شادی ہوئی اور گھر میں بہو آئی ہے، کیا بہو محرم میں داخل ہے، کیا وہ اپنی بہو کی پیشانی کا بوسہ لے سکتے ہیں؟　　　　(محمد راشد، یاقوت پورہ)

جواب:- یہ سمجھنا درست نہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کو جاتے ہوئے گھر کی محرم خواتین کا

---

(۱) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۴۴۔

(۲) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۵۰۔

بوسہ لیتے رہے ہوں، بلکہ نماز سے پہلے بوسہ لینا ایک حد تک غیر مناسب عمل ہے، کیونکہ بعض فقہاء کے نزدیک اس صورت میں وضوء ٹوٹ جاتا ہے، تو وضوء کے بعد اور نماز سے پہلے تو ایسے عمل سے بچنا چاہئے جس سے ناقض وضوء ہونے کا شبہ ہو، نہ کہ خاص طور پر اس کا ارتکاب کیا جائے، رسول اللہ ﷺ سے ایک آدھ موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیشانی کا بوسہ لینا ثابت ہے، (۱) لیکن یہ عمل بھی اتفاقی تھا، نہ کہ معمولاً، آج کے دورِ ہوا و ہوس میں اس طرح کا عمل فتنہ کا دروازہ کھول دے گا، اس لئے بیوی کے علاوہ تمام ہی محرم خواتین کا بوسہ لینا قطعاً نامناسب ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے، بہو بھی محرم عورتوں میں داخل ہے، کیونکہ اس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے اور جن عورتوں سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو ان ہی کو محرم کہا جاتا ہے۔

ایک ہی مسجد میں ایک سے زیادہ بار جمعہ کی ادائیگی

سوال:- {809} برطانیہ کے ایک شہر میں ایک کئی منزلہ مسجد ہے، جس میں عام نمازوں کے علاوہ جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے، مسجد کو مزید وسیع کرنے کی گنجائش نہیں، کیونکہ مسجد کے چاروں طرف مسجد کی مملوکہ زمین نہیں، مسجد کو مزید اونچا کرنے کی بھی گنجائش نہیں اور قانون اس میں مانع ہے، عام دنوں میں مسجد کا کچھ حصہ ہی استعمال ہوتا ہے، لیکن جمعہ کے دن تمام منزلیں بھر جاتی ہیں، پھر بھی کافی نہیں ہوتی، اس لئے

---

(۱) " عن عائشة أم المؤمنين رضي الله تعالىٰ عنها قالت : ما رأيت أحدًا أشبه سمتًا ودلًا و هديًا برسول الله ﷺ في قيامها و قعودها من فاطمة بنت رسول الله ﷺ قالت : و كانت إذا دخلت على النبي ﷺ قام إليها فقبلها و أجلسها في مجلسه ألخ " (الجامع للترمذي ، حدیث نمبر:۳۸۷۲،باب ما جاء في فضل فاطمة بن محمد ﷺ) محشی۔

تین بار جماعت کی جاتی ہے، نماز میں شرکت کرنے والے حضرات کافی دور دور سے آتے ہیں، اس محلہ کے لوگ کم ہوتے ہیں، جس میں یہ مسجد واقع ہے، اگر ہر جمعہ کو خاص طور پر ہال بک کیا جائے تو اولاً تو ہر ہفتہ کو ہال دستیاب ہونا دشوار ہے اور ہو تو اس کے اخراجات ناقابلِ تحمل ہیں، عیدین کی نمازیں چونکہ سال میں صرف دو بار ہوتی ہیں، اس لئے ہال کرایہ پر لے لیا جاتا ہے، برطانیہ کے قوانین اتنے سخت ہیں کہ لوگ سڑکوں پر نماز ادا نہیں کر سکتے، اور نماز کے لیے آنے والے اکثر لوگ وہ ہوتے ہیں، جو جمعہ کے نمازی ہوتے ہیں، اگر جمعہ میں بھی شریک نہ ہوں تو نہ معلوم عیدین کے علاوہ دوسری نمازیں پڑھیں بھی یا نہیں؟

ان حالات کے پس منظر میں آپ سے درج ذیل باتیں وضاحت طلب ہیں:

(الف) مسجد میں ایک سے زیادہ جماعت کرنے کے سلسلہ میں فقہاء کے مذاہب کیا ہیں؟

(ب) فقہ حنفی میں تکرار جماعت کی اجازت ہے؟

(ج) جو صورت حال اوپر مذکور ہوئی کیا اس صورت میں تکرار جماعت کی گنجائش ہے؟ (احمد علی، برطانیہ)

جواب:- (الف) تکرارِ جماعت کے سلسلہ میں حنفیہ کے علاوہ دوسرے فقہاء کے مذہب کی تفصیل یہ ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو وہاں اس امام کی جماعت کے علاوہ کوئی اور جماعت کرنا مکروہ ہے، اگر کئی ائمہ مقرر ہوں جو الگ الگ جماعتوں کو پڑھائیں، تو اس صورت کے بارے میں مالکیہ کے نزدیک اختلاف ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ یہ

صورت بھی مکروہ ہے، جس مسجد میں کوئی باضابطہ امام مقرر ہو، اس میں دوبارہ جماعت مکروہ ہے، البتہ اگر مسجد تنگ ہے اور تمام لوگ ایک ساتھ نماز نہیں پڑھ سکیں، تو ایک سے زیادہ جماعت کی گنجائش ہے۔(۱)

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مقررہ امام کی اجازت سے ایک سے زیادہ جماعتیں کی جاسکتی ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔(۲) مشہور محدث امام ترمذیؒ نے امام احمدؒ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فقہاء میں امام اسحاقؒ کی بھی یہی رائے ہے، نیز متعدد صحابہ ﷺ اور تابعینؒ اسی نقطۂ نظر کے حامل ہیں۔(۳) مشہور محدث امام بخاریؒ کا رجحان بھی یہی ہے۔(۴) فقہاء احنافؒ اصولی طور پر تکرار جماعت مکروہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"وإن صلى فيه أهله بأذان واقامة أو بعض أهله يكره لغير أهله وللباقين من أهله أن يعيدوا الأذان والاقامة"(۵)

اس طرح اکثر فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ تکرار جماعت کراہت سے خالی نہیں، مذاہب اربعہ میں احناف، مالکیہ اور شوافع کا یہی نقطۂ نظر ہے، حنابلہ جواز کے قائل ہیں، اور شوافع جگہ کی تنگی کی صورت میں تکرار جماعت کو جائز قرار دیتے ہیں، جو حضرات تکرار جماعت کو جائز قرار دیتے ہیں ان کی دلیل ایک روایت ہے کہ

ایک صاحب جماعت ختم ہونے کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں آئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ان کے اجر میں اضافہ

---

(۱) دیکھئے: روضة الطالبين :۱/۵۱۰، نیز دیکھئے: الفقه الاسلامي وأدلته :۲/۶۵-۱۶۴۔
(۲) دیکھئے: كشاف القناع :۱/۵۳۸، بحوالہ الفقه الاسلامي وأدلته :۲/۱۶۵۔
(۳) الجامع للترمذی:۱/۵۳، باب ماجاء في الجماعة في مسجد قد صلى فيه۔
(۴) صحيح البخاری:۱/۸۹، باب فضل الجماعة۔
(۵) بدائع الصنائع :۱/۳۷۸۔

کرے گا؟ یعنی کون ان کے ساتھ شریک ہو کر انہیں جماعت
کا ثواب پہونچائے گا؟ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک
صاحب کھڑے ہوئے، اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ حضرت ابوبکر ﷛ تھے، چنانچہ وہ ان کے ساتھ شریک
ہوگئے، اور ان صاحب نے مسجد نبوی ﷺ میں جماعت سے
نماز ادا کی۔(۱)

اس طرح امام بخاریؒ نے حضرت انس ﷛ کے بارے میں نقل کیا ہے:

''حضرت انس ﷛ ایک ایسی مسجد میں تشریف لائے جس
میں نماز ہوچکی تھی، تو دوبارہ اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا
فرمائی''۔(۲)

جو لوگ تکرار جماعت کو مکروہ قرار دیتے ہیں، ان کے پیش نظر وہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار کچھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے تشریف لے گئے، جب آپ ﷺ فارغ ہو کر مسجد آئے تو نماز ہوچکی تھی۔ آپ ﷺ گھر واپس آئے اور اہل خانہ کو جمع کیا اور نماز ادا فرمائی (۳) نیز تکرار جماعت سے لامحالہ جماعت کی تعداد قلیل ہوگی، کیونکہ جب لوگ دیکھیں گے کہ بار بار جماعت ہوسکتی ہے تو آنے میں تاخیر کریں گے اور اس طرح جماعت کی کثرت ''جو شریعت کا منشا ہے'' فوت ہو کر رہ جائے گا، چنانچہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

" لأن التكرار يؤدي الى تقليل الجماعة ؛ لأن
الناس اذا علموا أنهم تفوتهم الجماعة

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۲۲۰، باب في الجماعة في مسجد قد صلى فيه ۔
(۲) صحيح البخاری :۱/۲۲۰، باب فضل الجماعة۔
(۳) مجمع الزوائد :۲/۴۵، باب فيمن جاء إلى المسجد فوجد الناس قد صلوا ۔

فیستعجلون فتکثر الجماعة، إذا علموا أنها لا تفوتهم یتأخرون فتقل الجماعة وتقلیل الجماعة مکروه " (۱)

" لأن في تکرار الجماعة تقلیلها " (۲)

واقعہ ہے کہ جمہور کا نقطۂ نظر شریعت کے مزاج و مذاق اور جماعت کی مصلحت سے زیادہ قریب ہے۔

(ب) احناف کے مسلک کی تفصیل ہے کہ چند صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں بالاتفاق تکرار جماعت مکروہ نہیں۔

اول:- یہ کہ "مسجد محلّہ" نہ ہو، بلکہ بازار یا شارع عام کی مسجد ہو، جس میں گزرنے والے نماز پڑھ لیا کرتے ہوں۔ "أو کان مسجد طریق جاز إجماعا "(۳)" وکذا في مسجد قارعة الطریق "(۴) اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی مسجدوں مین متعین نمازی نہیں ہوتے، بلکہ حسب موقع گزرنے والے پڑھ لیتے ہیں، اس لئے اس سے کثرت جماعت متأثر نہیں ہوتی۔

دوسرے:- اس مسجد میں بھی تکرار جماعت میں کوئی حرج نہیں ہے جس کے لئے امام متعین نہ ہو، اور کچھ متعین لوگ مسجد میں نہ آیا کرتے ہوں، بلکہ "کیف ما اتفق " کبھی کچھ لوگ، کبھی کچھ اور لوگ نماز پڑھتے ہوں، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

" المسجد إذا کان له امام معلوم أو جماعة

---

(۱) بدائع الصنائع:۱/۳۸۰۔
(۲) البحر الرائق :۱/۶۰۵۔
(۳) رد المحتار :۲/۲۸۸۔
(۴) الفتاوی الهندیة :۱/۸۳۔

معلومة في محلة فصلى أهله فيه بالجماعة لا
يباح تكرارها فيه بأذان ثان" (۱)

تیسرے:- اگر پہلی جماعت اہل محلہ ہی نے کی، لیکن اذان آہستہ اس طریقے پر دی کہ دوسرے لوگ نہ سن سکیں تو اس کے بعد دوبارہ جماعت کی جاسکتی ہے:

"جماعة من أهل المسجد أذنوا في المسجد على
وجه المخافتة بحيث لم يسمع غيرهم ثم حضر
قوم من أهل المسجد ولم يعلموا ما صنع الفريق
الأول فأذنوا على وجه الجهرو الإعلان ، ثم علموا
ماصنع الفريق الأول فلهم أن يصلوا بالجماعة
على وجهها ولا عبرة للجماعة الأولى "(۲)

چوتھی صورت:- یہ ہے کہ مسجد محلہ ہی میں غیر اہل محلہ نے پہلے اذان واقامت کے ساتھ جماعت کرلی ہو، تو اب اہل محلہ کا دوبارہ جماعت کرنا مکروہ نہیں:

"يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان و
إقامة إلا إذا صلى بهما فيه أوّلا غير أهله "(۳)

پانچویں صورت:- یہ ہے کہ پہلی جماعت اذان کے ساتھ ہوئی ہو، اور دوسری جماعت بغیر اذان کے ہو اس کو حنفیہ نے بالاتفاق مباح قرار دیا ہے: "وما إذا صلوا بغير أذان يباح إجماعا" (۴) اور شامی میں ہے:

---

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۸۳۔
(۲) فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى الهندية:۱/۷۸۔محشی۔
(۳) رد المحتار :۲/۲۸۸۔
(۴) الفتاوى الهندية :۱/۸۳۔

" ولو كرر أهله بدونهما ... جاز اجماعا " (۱)

تکرارِ جماعت کے جائز ہونے کی یہ صورتیں فقہاء حنفیہ کے نزدیک متفق علیہ ہیں، امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر دوسری جماعت تداعی اور اجتماع کے طور پر نہ ہو، تو مکروہ نہیں، ورنہ مکروہ ہے، چنانچہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

" وروى عن محمد أنه يكره إذا كانت الثانية على سبيل التداعي والاجتماع فأما اذا لم يكن فلا يكره " (۲)

۱...... ممکن ہے کہ امام محمدؒ کے اس قول کا مقصد وہی ہو جو مذکور ہوا ہے کہ دوسری جماعت اذان کے ساتھ مکروہ ہے، بغیر اذان کے نہیں، کیونکہ اذان تداعی کی واضح صورت ہے ، امام ابو یوسفؒ کے قول میں نسبتاً زیادہ وسعت ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر جماعتِ ثانیہ جماعت اولی کی ہیئت پر نہ ہو، تو جماعتِ ثانیہ مکروہ نہیں، تغیرِ ہیئت سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں عام طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ محراب اور امام کی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ امامت کی جائے، چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

" وعن أبي يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة بهيئة الأولى لاتكره وإلا تكره وهو الصحيح وبالعدل عن المحراب تختلف الهيئة كذا في البزازية "(۳)

نیز علامہ ابن نجیم کا بیان ہے:

---

(۱) رد المحتار :۲/۲۸۸۔
(۲) بدائع الصنائع :۱/۳۸۹۔ محشی۔
(۳) رد المحتار :۲/۲۸۹۔

" وعن أبي يوسف لابأس به مطلقا إذا صلى
في غير مقام الإمام " (۱)

یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے اس قول کو فقہاء نے صحیح اور مفتی بہ قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ شامی کی صراحت اصول کے بارے میں گزر چکی ہے،" هو الصحيح "

۳...... جمعہ چونکہ شعائر دین کے درجہ میں ہے، اس لئے جمعہ کا بہر حال اہتمام ہونا چاہئے، اس لئے فقہاء نے جمعہ کے قیام کے لئے بعض شرائط کے بارے میں تخفیف و رعایت سے کام لیا ہے، چنانچہ اصل یہ ہے کہ ایک ہی جگہ جمعہ ہو، لیکن اس کے مستحب و مطلوب ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں، لیکن اگر ایک جگہ تمام لوگوں کے اجتماع میں دقت ہو تو فقہاء کہتے ہیں کہ متعدد جمعہ میں بھی کوئی حرج نہیں، علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

" يصح أداء الجمعة في مصر واحد بمواضع
كثيرة وهو قول أبي حنيفةؒ ومحمدؒ، وهو
الأصح: لأن في الاجتماع في موضع واحد في
مدينة كبيرة حرجا بينا وهو مدفوع "(۲)

یہی بات فقہاء مالکیہ نے لکھی ہے:

" واعلم أن خشية الفتنة بين القوم إذا اجتمعوا
في مسجد تبيح التعدد كالضيق " (۳)

امام شافعیؒ کے نزدیک تو ایک شہر میں متعدد جمعہ جائز نہیں، لیکن اس کے باوجود متاخرین نے از راہ ضرورت متعدد جمعہ کی اجازت دی ہے، تا کہ جمعہ سے لوگ محروم نہ ہونے پائیں۔(۴)

---

(۱) البحر الرائق :۲/۸۰۵۔
(۲) حوالہ سابق:۲/۶۰۵۔
(۳) الشرح الصغير:۱/۵۰۱۔
(۴) دیکھئے: روضة الطالبين:۱/۵۱۰۔

اس طرح سجدہ تو زمین پر ہونا چاہئے ،لیکن اگر جمعہ میں اژدحام کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہوتو فقہاء نے نمازیوں کی پشت پر بھی سجدہ کرنے کی اجازت دی ہے:

" رجل لم يستطع يوم الجمعة أن يسجد على الأرض من الزحام فانه ينتظر حتى يقوم الناس ، فإذا رأى فرجة سجد وان سجد على ظهر الرجل أجزأه " (۱)

ان نظائر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ شریعت میں اقامت جمعہ کی جو اہمیت ہے، فقہاء نے اپنے اجتہادات میں اس کو بڑی اہمیت دی ہے،اس لئے تکرارِ جماعت کی کراہت سے بڑھ کر یہ ہے کہ کچھ مسلمان جمعہ کی سعادت سے محروم ہو جائیں ،لہذا راقم الحروف کی رائے ہے کہ:

(الف) اولاتو مسجد کے ذمہ داران اس بات کی کوشش کریں کہ جمعہ کے لئے مستقل طور پر کوئی ہال حاصل ہو جائے۔

(ب) جب تک یہ سہولت حاصل نہ ہو تکرارِ جماعت ہی کے ذریعہ سہی، مسلمانوں کو جمعہ سے محروم نہ ہونے دیں ورنہ اندیشہ ہے کہ اس سے ان کی دینی حالت پر بہت ہی خراب اثر مرتب ہوگا۔

(ج) صورت یہ ہو کہ صرف پہلی جماعت سے پہلے اذان اور اقامت ہو، دوسری یا تیسری جماعت کے لئے اذان اور اقامت نہ کہی جائے ،تا کہ اس قول کے مطابق کہ ’’دوسری جماعت بغیر اذان واقامت کے درست ہے‘‘ تکرارِ جماعت درست قرار پائے۔

(د) پہلی جماعت میں امام جہاں کھڑا ہو، دوسری جماعت میں اس سے کسی قدر پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو اور دوسری جماعت میں امام کی جو جگہ ہو، تیسری جماعت میں امام اس سے بھی ہٹ

---

(۱) الفتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندية :۱/۱۷۸،باب صلاة الجمعة۔محشی۔

کر نماز پڑھائے، اس طرح تغیر ہیئت کی کیفیت پیدا ہو جائے گی، جو امام ابو یوسفؒ کے قول پر مکروہ نہیں ہے۔

(ہ) یہ بات بھی مناسب ہوگی کہ مسجد کا مقررہ امام آخری جماعت کی امامت کرے تا کہ اس کا شمار اہل محلہ کی جماعت میں ہو اور پہلی جماعتوں کا شمار غیر اہل محلہ کی جماعتوں میں ہو، اور غیر اہل محلہ کی جماعت کے بعد بھی اہل محلہ کی جماعت بالاتفاق درست ہے۔

تکرار جماعت کی یہ وہ صورتیں ہیں کہ احناف کے مسلک کی مذکورہ تفصیلات کے مطابق یہ کراہت کے دائرہ میں نہیں آتیں، لیکن ظاہر ہے کہ اصل یہ ہے کہ مسجد میں ایک ہی جماعت ہو، اس لئے اس کے لئے کوشش جاری رکھنی چاہئے اور جب تک یہ سہولت بہم نہیں پہونچے، تکرار جماعت کے ساتھ ہی سہی تمام آنے والوں کے لئے جمعہ کی سہولت برقرار رکھنا چاہئے کہ اس سے فریضۂ دین کی اہمیت لوگوں کے ذہن میں باقی رہے گی اور ان کے ذہنوں میں اپنی مذہبی شناخت بھی قائم رہے گی۔

جمعہ کی جماعت ثانیہ

سوال:- {810} ہمارے یہاں مسجد میں جمعہ کی نماز کے لیے بہت سے لوگ آتے ہیں، جب مسجد بھر جاتی ہے تو کچھ لوگ جو تقریباً ۷۰ سے زائد ہوتے ہیں، مسجد کے اوپر چھت پر کھلے آسمان کے نیچے نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، گزشتہ جمعہ کے دن مسلسل بارش ہوتی رہی، کیا ایسی صورت میں اوپر کے لوگوں کو بارش میں بھیگتے ہوئے نماز ادا کرنا چاہیے یا دوسری جماعت بنا کر پڑھنا چاہیے؟ ایسی صورت میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کا واضح طریقہ بتائیں۔

(حافظ نعمان ذاکر حسامی، چٹن چرو)

جو اب:- جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں اولاتو کوشش کرنی چاہیے کہ مسجد کی چھت کے بجائے اگر دوسری مسجد ہوتو وہاں، یا مسجد کے علاوہ کوئی اور چھت والی جگہ ہوتو وہاں جمعہ کی دوسری جماعت کر لی جائے، لیکن اگر یہ دشوار ہوتو عذر کی وجہ سے دوبارہ جماعت کی گنجائش ہے، کیونکہ خاص حالات میں فقہاء نے تکرار جماعت کی اجازت دی ہے۔ واللہ اعلم۔

نمازِ عیدین کا بیان

۶ر دسمبر اور عید الفطر

سوال:- {811} بہت سے لوگوں کو تشویش ہے اگر عید الفطر ۶ر دسمبر کو آئی، تو نئے کپڑے پہننا درست ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ یہی بابری مسجد کی شہادت کا دن ہے؟

(محمد متین فاروقی، اودگیر)

جواب:- عید الفطر منانا ایک حکم شرعی ہے، اور اس دن اپنی حیثیت اور گنجائش کے مطابق بہتر کپڑے پہننا چاہئے، اس لئے ۶ر دسمبر کو عید آنے کی وجہ سے اس سے اجتناب کرنا درست نہیں، ۶ر دسمبر کا واقعہ یقیناً نہایت تکلیف دہ، کربناک اور ناقابلِ فراموش ہے، لیکن اس پر رنج کے اظہار کے لئے ایک حکم شرعی کی خلاف ورزی مناسب نہیں، اس کے بجائے عید کی شب میں اور نمازِ عید کے بعد کی دعا میں بابری مسجد کی بازیابی کے لئے خوب دعا کا اہتمام کریں کہ مومن کا اصل ہتھیار دعا ہے، اور یہ اوقات دعا کی قبولیت کے ہیں۔

عید کی نماز میں رکوع یا اس کے بعد شریک ہو

سوال:- {812} اگر کوئی شخص عید کی نماز میں امام کے رکوع میں جانے کے بعد پہونچا، یا دوسری رکعت میں آ کر امام کے ساتھ ملا، تو اس کو کس طرح اپنی نماز ادا کرنی چاہیے؟

(محمد ساجد علی، نظام آباد)

جواب:- امام رکوع میں جا چکا، اس کے بعد نماز میں شریک ہوا، تو اگر اتنا وقت ہو کہ تکبیر تحریمہ کے بعد تین تکبیرات زوائد کہہ کر رکوع میں چلا جائے، تو رکوع ہی کی حالت میں تین تکبیراتِ زوائد کہہ لے، البتہ رکوع میں تکبیرات کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں، اگر کچھ ہی تکبیرات کہہ پایا تھا کہ امام نے سر اٹھالیا، تو امام کی اتباع کرے، جو تکبیرات باقی رہ گئی ہیں وہ اس سے ساقط ہو جائیں گی، اگر پہلی رکعت میں امام کے رکوع سے فارغ ہونے کے بعد، یا دوسری رکعت میں امام کو پائے تو امام کے ساتھ اس کی اتباع کرتے ہوئے نماز پوری کرے، اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت مکمل کر لے، یہ اس کی پہلی رکعت ہوگی، لہذا جب وہ اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوگا تو پہلے تین تکبیراتِ زوائد ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہے گا۔ (۱)

خطبۂ عید کے درمیان چندہ

سوال:- {813} ہمارے گاؤں میں عیدگاہ میں عید کی نماز کے بعد خطیب صاحب کے خطبہ دیتے وقت دینی مدرسہ کا چندہ کیا جاتا ہے، ہم نے یہ سن رکھا ہے کہ خطبہ سننا واجب ہے، چندہ کرنے سے خود چندہ کرنے والے خطبہ نہیں سنتے، نیز

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۱۵۱۔

لوگوں کو بھی خلل ہوتا ہے، کیا اس طرح کرنا مناسب ہے؟

(عبداللہ، چت گوپا)

جواب:- عید کا خطبہ گو جمعہ کے خطبہ کی طرح واجب نہیں، لیکن سنت ضرور ہے: "و هو أنها فيها سنة لا شرط "(۱) اور سنت کو ترک کرنا یا لوگوں کو ایک سنت کی ادائیگی میں خلل ڈالنا مناسب نہیں، اسی لیے جو لوگ خطبۂ عیدین یا خطبۂ حج میں شریک ہوں، ان پر خاموش رہنا اور توجہ کے ساتھ خطبہ کو سننا واجب ہے۔

" و يجب السكوت و الاستماع في خطبة العيدين و خطبة الموسم " (۲)

اس لئے خطبہ کے درمیان چندہ کرنا بہتر نہیں، خطبہ مکمل ہو جائے، پھر چندہ کر لیا جائے۔

نماز کے بعد تکبیر تشریق

سوال:- {814} نمازِ عید الاضحیٰ میں سلام کے بعد اور خطبہ سے پہلے تکبیراتِ تشریق پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

(حافظ محمد مکرم علی رشادی، گلبرگہ)

جواب:- اس سلسلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہے، فقہاءِ احناف میں علماء بلخ کی رائے ہے کہ پڑھنی چاہیے:

" وعليه توارث المسلمين فوجب اتباعه "(۳)

"یہی مسلمانوں کا متوارث عمل ہے، لہذا اس کی اتباع واجب ہے"

---

(۱) رد المحتار :۳/۴۶۔

(۲) البحر الرائق :۲/۱۶۲۔

(۳) رد المحتار:۳/۶۳۔

نماز عید کی قضاء

سوال:- {815} جس شخص کی نماز عید اتفاق سے چھوٹ جائے، جیسے وہ سویا رہ گیا اور نماز ہوگئی، تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے، قضاء کرے یا کوئی کفارہ کرے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر کسی کی نمازِ عید ایک مسجد میں چھوٹ جائے اور دوسری جگہ ملنے کا امکان ہو تو وہاں جا کر نماز ادا کرے، اگر اس کا امکان نہیں، تو اب قضاء کی گنجائش نہیں، اپنی کوتاہی پر اللہ تعالی سے استغفار کرے اور بس، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"والإمام لو صلاها مع الجماعة وفاتت بعض الناس لايقضيها من فاتته ، خرج الوقت أو لم يخرج " (۱)

عید میں شیر خرما

سوال:- {816} کیا عید الفطر کے دن شیر خرما بنانا ضروری ہے؟ اور کیا دوسرا میٹھا بنانا خلاف سنت یا غیر درست ہے؟ (قاری ایم، ایس خان، اکبر باغ)

جواب:- سیدنا حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے چند کھجوریں تناول فرمایا کرتے تھے'' (۲)

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۱۵۲۔

(۲) الجامع للترمذی ، حدیث نمبر: ۵۴۳، باب ما جاء في الأكل يوم الفطر قبل الخروج۔

اس سے معلوم ہوا کہ عید کے دن صبح میں کھجور سے افطار کرنا مسنون ہے، خرما خشک کھجور ہی کو کہتے ہیں اور ہندوستان جیسے ملک میں جہاں ریگستان نہ ہونے کی وجہ سے کھجور کی پیداوار نہیں ہوتی ہے، وہاں لوگوں کو یہی خشک کھجور میسر آیا کرتی تھی، اسی لئے غالباً ہندوستان میں اس موقع سے خرما کھانے کا رواج ہوا ہوگا اور کچھ لوگوں نے سہولت اور ذائقہ میں اضافہ کے لئے دودھ کو بھی خرما کے ساتھ شامل کر دیا ہوگا، شیر کے معنی دودھ کے ہیں، اس طرح یہ ''شیر خرما'' ہوگیا، بہ تدریج دودھ اور خرمے کی جگہ دودھ اور سوئی نے لے لی، جس میں دو چار خرما بھی رکھ دیا جاتا ہے اور یہی ''شیر خرما'' کا نام باقی رہا، غالباً یہی شیر خرما کی اصل ہے، غرض عید کے دن صبح میں کھجور سے افطار کرنا مسنون اور کسی بھی میٹھی چیز کا استعمال یا کم سے کم کوئی بھی چیز نماز عید کو جانے سے پہلے کھا لینا مستحب ہے، یہ ضروری نہیں کہ ''شیر خرما'' کی جو مروجہ صورت ہے وہی اختیار کی جائے۔

خواتین اور عیدین کی نماز

سوال:- {817} سنا ہے کہ عیدین کی نماز عورتوں پر واجب نہیں ہے، جب کہ وہ گھر میں اکیلے پڑھنا چاہتی ہیں، تو کیا اس کے لئے خطبہ مسجد میں جا کر سننا ضروری ہے؟

(مسز احمد، شیام نگر)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خواتین کو عید میں شرکت کی اجازت تھی، (۱) کیونکہ اس زمانہ میں فتنہ کا اندیشہ کم تھا، اور آج کی طرح بے حیائی عام نہیں تھی، چنانچہ سیدنا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ:

''عورتوں میں اب جو کیفیت پیدا ہوگئی ہے، اگر رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ہوتا تو ان کو مسجد جانے سے اسی طرح منع فرمایا

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۵۳۹، باب في خروج النساء في العیدین۔

ہوتا جیسا کہ بنی اسرائیل کی خواتین کو منع کر دیا گیا تھا، (۱)

ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زمانہ کے اعتبار سے اب سماجی حالات اور بدتر ہو گئے ہیں، فتنہ کے مواقع بھی بڑھ گئے ہیں، اور عورتوں کا جذبۂ آرائش بھی پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا ہے اس لئے موجودہ حالات میں بدرجۂ اولی خواتین کا عید وغیرہ کی نماز میں شرکت کرنا مناسب نہیں، نہ عید تنہا گھر پر ادا کی جا سکتی ہے، دعاء اور اللہ کا شکر ادا کرنا کافی ہے، اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے، جب عورتوں پر جمعہ اور عیدین کو واجب ہی نہیں رکھا گیا اور اس کے برخلاف پردہ اور گھر میں رہنے کو ضروری قرار دیا گیا، خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ ﴾ (۲) تو ایک ممنوع بات کا ارتکاب کر کے ایسی عبادت کرنے میں کیا نفع ہے، جو آپ پر واجب نہیں، اور جس کا شریعت نے آپ کو مکلف نہیں بنایا ہے۔

عورت کا عیدگاہ جانا

سوال:- {818} کیا عورت کو عیدگاہ میں جانے کی اجازت ہے؟ اور اگر اجازت ہے تو کیا آپ عیدگاہوں میں عورتوں کے انتظام کی اپیل کریں گے؟ (احمدی بیگم، شاہین نگر)

جواب:- حضور ﷺ کے زمانہ میں خواتین کو عیدگاہ جانے کی اجازت تھی اور عام نمازوں میں بھی خواتین شریک ہوا کرتی تھیں، (۳) موجودہ حالات میں اس کی اجازت نہیں، آپ ﷺ کے زمانہ میں خیر کا غلبہ تھا، خواتین میں بھی باحیاء تھیں، مرد بھی اپنی نگاہ پست رکھتے تھے، بعض صحابہ ؓ سے از راہِ بشریت بدنگاہی ہوگئی تو ان پر اتنا شدید اثر ہوا کہ آپ ﷺ کی مجلس میں

---

(۱) صحيح البخاري، حدیث نمبر:۸۶۹، باب انتظار الناس قيام الإمام العالم، نیز دیکھئے: صحيح مسلم، حدیث نمبر:۴۴۵، باب خروج النساء إلى المساجد الخ ۔ محشی۔
(۲) الاحزاب:۳۳۔ محشی۔
(۳) الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۵۳۹، باب في خروج النساء في العيدين۔ محشی۔

شرکت کا حوصلہ نہیں پاتے تھے، کہ جن آنکھوں نے گناہ کیا ہے وہ اس لائق کہاں ہیں کہ ان سے آپ ﷺ کا دیدار کیا جائے؟ آج کی بے راہ روی میں اس احتیاط کا تصور بھی ممکن نہیں، اصل مقصود اجر و ثواب کا حصول ہے، مردوں کو عیدگاہ جا کر ثواب حاصل ہوگا، خواتین کو گھر میں رہ کر ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ﴾ (۱) کے حکم قرآنی پر عمل کر کے ثواب حاصل ہوگا، اگر عیدگاہ جائیں اور ناخوش گوار واقعات پیش آئیں تو اس سے دین اور مقاماتِ دین کی بدنامی ہوگی، عرس کی حیثیت سے قطعِ نظر وہاں اس طرح کا مخلوط مجمع ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں بڑے ناگفتنی واقعات پیش آتے ہیں۔

اگر عید میں تکبیرات زوائد چھوٹ جائیں؟

سوال:- {819} نمازِ عید میں امام صاحب نے زائد تکبیرات کہے بغیر قراءت شروع کر کے پہلی رکعت پوری کرلی، اسی دوران شاید یاد آ گیا تھا تو دوسری رکعت کی قراءت سے پہلے تین بھولی ہوئی تکبیرات کہہ کر قراءت شروع کی اور ضم سورہ کے بعد پھر تین تکبیرات کہہ کر نماز پوری کی، شرعی لحاظ سے نماز ہوئی یا نہیں؟ (محمد سعادت علی، سنگاریڈی)

جواب:- اس صورت میں نماز ہوگئی، تاہم مسئلہ یہ ہے کہ اگر قراءت سے پہلے تکبیرات زوائد کو بھول جائے اور رکوع سے پہلے یاد آ جائے تو پہلی رکعت کے رکوع میں جانے سے پہلے پڑھ لے، اگر رکوع میں چلا گیا ہو، پھر یاد آیا تو اب اسے کیا کرنا چاہئے؟ اس سلسلہ میں دو طرح کی آراء ہیں:

" ایک یہ کہ رکوع ہی میں ان زائد تکبیرات کو کہہ لے اور دوسری

---

(۱) الاحزاب: ۳۳۔

یہ کہ اب ان تکبیرات کو کہنے کی ضرورت نہیں رہی، یوں ہی نماز
پوری کرلی جائے''(۱)

پہلی رکعت کے رکوع کے بعد اب زائد تکبیرات کو نہ لوٹائے، عیدین میں تکبیرات زوائد واجب ہیں، اس لیے اصولی بات تو یہ تھی کہ ان تکبیرات کے چھوٹ جانے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہو، لیکن عیدین اور جمعہ میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے سجدۂ سہو معاف ہے، اس کے بغیر بھی نماز ہوجاتی ہے۔(۲)

(۱) دیکھئے: الفتاوی الهندية: ۱/۱۵۱، رد المحتار: ۳/۵۷۔

(۲) " السهو في الجمعة و العيدين و المكتوبة و التطوع واحد إلا أن مشائخنا قالوا : لا يسجد للسهو في العيدين و الجمعة لئلا يقع الناس في فتنة " (الفتاوی الهندية : ۱/۱۲۸) محشی۔

نماز اور نماز کے باہر دعاء

لکنت کی دعاء

سوال:- {820} میری زبان میں بہت لکنت ہے، اس کے لئے کوئی دعاء بتائیں۔ (اظہر کریم نگر)

جواب:- سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ آپ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی، قرآن میں آپ علیہ السلام کی دعاء موجود ہے:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةًمِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ﴾(۱)

''میرے پروردگار! میرے لئے میرے سینے کو کھول دیجئے، اور میرے لئے میرے معاملہ کو آسان فرمادیجئے اور میری زبان کے بندھ کو کھول دیجئے، (یعنی رکاوٹ کو دور فرما دیجئے) تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں''

(۱) طٰہٰ: ۲۵ تا ۲۸۔ مرتب۔

آپ زیادہ سے زیادہ اس دعاء کو پڑھا کریں، بعض مشائخ کا خیال ہے کہ اس کے لئے پانچوں نماز کے بعد اکیس اکیس مرتبہ اس آیت کا پڑھنا بہت مفید ہے۔

سب سے بہتر ذکر

سوال:- {821} سب سے بہتر ذکر کیا ہے؟

(سودہ، خانہ پور)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہتر ذکر "لا إلہ إلا اللّٰہ" ہے، حضرت جابر ؓ اس حدیث کے راوی ہیں، (۱) نیز حضرت ابو ہریرہ ؓ سے آپ ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ

> "جس شخص نے دل کی گہرائی سے اخلاص کے ساتھ "لا إلہ إلا اللّٰہ" کہا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہوگا"۔(۲)

پس کلمۂ طیبہ سب سے افضل ذکر ہے اور جس قدر ممکن ہو اس کو پڑھتے رہنا چاہئے۔

نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت

سوال:- {822} کتاب حصن حصین میں بتلائی گئی چند آیات قرآنی مسجد میں بعد نمازِ فجر اور عصر کی دعاء کے بعد پڑھی جاتی ہیں، اس کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ آیات کا مختصر حصہ امام صاحب پڑھتے ہیں اور مصلی اسے اجتماعی طور پر بہ آواز بلند دہراتے ہیں، اس طرح تمام آیات کی تلاوت ہوتی ہے،

---

(۱) کنز العمال، حدیث نمبر:۱۷۴۸۔

(۲) کنز العمال، حدیث نمبر:۱۷۱۸۔

ابتداءً اس طریقے کو اس غرض سے اختیار کیا گیا تھا، کہ سب مصلیوں کو یاد ہو جائے اور کئی سال سے یہی طریقہ جاری ہے۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ سورۂ اعراف کے آخری صفحہ میں حکم ربانی ہے کہ جب قرآن پڑھا جارہا ہو، تو پوری توجہ سے سنو اور خاموش ہو جاؤ، اس طرح تمام مصلی کا بیک آواز بلند پڑھنا اس حکم ربانی سے مطابقت نہیں رکھتا، انہوں نے رائے دی کہ ایک صاحب پڑھیں اور سب خاموشی سے سنیں، سننے والوں کو زیادہ ثواب ملے گا، یا بغیر آواز خاموشی سے پڑھ کر، آیات یاد کرلیں اور الگ الگ انفرادی طور پر پڑھ لیں، تو مناسب ہے؟ رہنمائی فرمائیں کہ کون سا طریقہ درست اور مناسب رہے گا؟ (محمد فصیح اللہ، دارالشفا)

جواب:- چند دنوں تک امام صاحب نے لوگوں کو یاد دلانے کے لیے جو زور سے آیات قرآنی پڑھا، یہ تو درست تھا، کیوں کہ اس کا مقصد تعلیم تھا، لیکن اس کو مستقل معمول بنالینا مکروہ ہے:

"یکره للقوم أن یقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والأنصات المأمور بها كذا في القنية" (۱)

'' قوم کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ ایک ساتھ قرآن پڑھیں، کیوں کہ سننے اور خاموش رہنے کا حکم (قرآن مجید میں) دیا گیا ہے، اس عمل کی وجہ سے وہ چھوٹ جاتا ہے''

---

(۱) الفتاوی الهندیة: ۵/۳۱۷۔

لہذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ اور آہستہ آہستہ پڑھ لیں اور اس عمل کو واجب ولازم خیال نہ کریں۔

اعمال کے وسیلہ سے دعاء

سوال:- {823} میرے بھائی ایک مشکل میں گرفتار تھے، میں نے خدا سے دعاء کی: ''اے اللہ! اگر میں نے یا میرے بھائی نے زندگی میں کوئی ایسا کام کیا ہو جو تیری نظر میں پسندیدہ عمل ہو، تو اس کے وسیلہ سے میرے بھائی کو اس مشکل سے نکال دے، کیا میرے یہ دعائیہ الفاظ درست ہیں؟

(ثمینہ نسرین، گلبرگہ)

جواب:- دعاء میں اعمال صالحہ کا وسیلہ لینا بالاتفاق درست ہے،(۱) یہاں تک کہ جو علماء وسیلہ کی بعض صورتوں کے قائل نہیں ہیں، وہ بھی اس کو درست قرار دیتے ہیں، اس لیے آپ کے کلمات دعاء درست ہیں۔

فجر اور عصر میں دعاء سے پہلے اٹھ جانا

سوال:- {824} نماز فجر اور نماز عصر میں امام کے دعاء کرنے سے قبل اٹھ جانا اور چلا جانا کیسا ہے؟

(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- دعاء جو نمازوں کے بعد کی جاتی ہے وہ نماز کا حصہ نہیں ہے، اس لیے اگر کوئی

---

(۱) احادیث میں وسیلہ کے ذریعہ دعاء کرنے اور بارگاہ ایزدی میں اس دعاء کے قبول ہونے کی صراحت موجود ہے، دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۹۷۴، عن ابن عمرؓ، باب إجابة دعاء من برّ والدیه۔ محشی۔

مخصص دعاء میں شامل نہ ہو، تو بُرا نہ سمجھنا چاہئے، کیوں کہ جو چیز واجب نہ ہو، اس کو واجب کا درجہ دے دینا بدعت ہے، البتہ نمازوں کے بعد دعائیں بھی مقبول ہوتی ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے، (۱) اس لیے ان اوقات میں کوشش کرنی چاہئے کہ دعاؤں کا اہتمام کریں۔

ناقص طریقہ پر درود شریف

سوال:- {825} بعض لوگ حضور ﷺ کا نام لیتے یا سنتے وقت صحیح طریقہ پر درود شریف نہیں پڑھتے ہیں، اور ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی جگہ ''ساسلم'' پڑھ لیتے ہیں، کیا اس طرح درود پڑھنا درست ہے؟ (ایم، اے، لئیق احمد، بلی کھڑابی)

جواب:- درود شریف مکمل پڑھنا چاہئے، ناقص درود پڑھنا درست نہیں، یہ تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حق تلفی ہے، اور اس سے درود بے معنی ہو کر بھی رہ جاتا ہے، تلفظ ہی نہیں تحریر میں بھی ناقص درود لکھنے کو فقہاء اور محدثین نے منع فرمایا ہے، اور علامہ ابن صلاح نے اصول حدیث پر اپنی مشہور کتاب ''مقدمہ'' میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔(۲)

فراخی رزق کی دعاء

سوال:- {826} دوکان میں ترقی اور رزق میں کشادگی کے لیے کوئی دعاء ہو تو لکھیں۔

(محمد نورالدین، بی بی کا چشمہ)

---

(۱) " قيل : يا رسول الله ﷺ ! أي الدعاء أسمع ؟ قال : جوف الليل الآخر و دبر الصلوات المكتوبات " (الجامع للترمذي ، حدیث نمبر:۳۴۹۹، عن أبي أمامة ؓ، باب : حديث ينزل ربنا كل ليلة إلى السماء الدنيا) محشی۔

(۲) مقدمة ابن صلاح : ص:۱۲۵-۱۲۴۔ محشی۔

جواب:- رزق میں وسعت اور برکت کے لیے نمازوں کا اور جن لوگوں کے حقوق آپ سے متعلق ہیں، ان کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے، اس سے رزق میں وسعت ہوتی ہے، ویسے حدیث میں وسعتِ رزق کے لیے یہ دعاء منقول ہے:

" اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ ، اَللّٰهُمَّ اغْنِنَا بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ " (۱)

''اے اللہ! اپنی حلال رزق کے ذریعہ ہمیں اپنی حرام کی ہوئی اشیاء سے بچا اور اپنے فضل کے ذریعہ ہمیں اپنے ماسوا سے بے نیاز فرما دیجئے''

نفل نماز میں دعاء

سوال:- {827} آپ نے اس سے پہلے لکھا تھا کہ نفل نماز کے سجدہ میں دعاء کی جاسکتی ہے، تو ایسی صورت میں کیا سجدہ ہی پر نماز ختم کردی جائے گی یا نماز مکمل کی جائے گی؟

(حافظ کلیم، اورنگ آباد)

جواب:- نماز مکمل کرنی ہے، جیسا کہ عام نمازیں پڑھی جاتی ہیں، البتہ نفل نمازوں پر خصوصی رعایت ہے کہ عربی زبان میں سجدہ کی حالت میں دعاء کی جاسکتی ہے۔ (۲)

---

(۱) الجامع للترمذي ، حدیث نمبر:۳۵۶۳، احادیث شتی من أبواب الدعوات ۔ محشی۔

(۲) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت :فقدت رسول الله ﷺ ذات ليلة فلمست المسجد فإذا هو ساجد و قدماه منصوبتان و هو يقول : أعوذ برضاك من سخطك ، و أعوذ بمعافاتك من عقوبتك، و أعوذ بك منك ، لا أحصیٰ ثناء عليك ، أنت كما أثنيت على نفسك "(سنن أبي داؤد ، حدیث نمبر:۸۷۹، باب في الدعاء في الركوع و السجود) محشی۔

ہر موقع پر درود ابراہیمی

سوال:- {828} مجھے جب بھی درود شریف پڑھنا ہوتا ہے، تو میں درود ابراہیمی پڑھتا ہوں، جیسے دعاء سے پہلے، دعاء کے ختم پر، مسجد میں جانے سے پہلے، تو کیا ہر موقع پر درود ابراہیمی پڑھ سکتے ہیں؟　　(م،م، معظم، مشیر آباد)

جواب:- درود ابراہیمی درود کے افضل ترین الفاظ ہیں، کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے لئے اس درود شریف کا انتخاب فرمایا ہے، اس لئے جن مواقع پر درود شریف پڑھنے کی فضیلت ہے، اور حدیث میں ان مواقع کے لئے درود کے کوئی خاص کلمات منقول نہیں ہیں، وہاں درود ابراہیمی کا پڑھنا افضل ہوگا، دعاء کی ابتداء اور انتہاء اور مسجد میں داخل اور نکلتے ہوئے مطلق درود پڑھنے کا حکم ہے، نہ کہ کسی خاص درود کا، اس لئے آپ ان مواقع پر درود ابراہیمی پڑھ سکتے ہیں، جن مواقع پر رسول اللہ ﷺ سے درود کے کوئی خاص کلمات منقول ہیں، ان مواقع پر ان کلمات کو پڑھنا افضل ہوگا، اور درود ابراہیمی کا پڑھنا درست، جیسے کان بجنے کے موقع پر دعاء منقول ہے: "اللهم صل على محمد ذكر الله بخير من ذكرني "(۱) اسی طرح پیر سن ہونے کے موقع پر "صلى الله على محمد ، صلى الله عليه وسلم "(۲) کا کہنا مروی ہے، تو ان مواقع پر ان ہی کلمات درود کو پڑھنا افضل ہوگا۔

دعاء نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد؟

سوال:- {829} ہمارے ایک امام صاحب عیدین کی نماز کے فوراً بعد دعاء کرتے ہیں، جب کہ قدیم طریقۂ کار

---

(۱) الاذکار للنووی، ص:۳۹۔
(۲) حوالہ سابق

کے مطابق خطبۂ عید کے بعد دعاء ہوتی تھی۔

(خواجہ معین الدین، خانہ پور)

جواب:- دعاء تو نہ نماز کے بعد واجب ہے اور نہ خطبہ کے بعد، البتہ نماز کے بعد ضروری سمجھے بغیر دعاء کرنے کی گنجائش ہے، رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مختصر دعاء فرمایا کرتے تھے،(۱) اس دعاء کو بھی انفرادی طور پر کرنا بہتر ہے، نماز میں بھی دعاء ہے، لیکن چونکہ نماز میں ہر طرح کی دعاء نہیں کی جاسکتی، اس لئے نماز کے بعد لوگ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق دعاء کرلیں، خطبہ کے بعد مستقل طور پر دعاء کرنا رسول اللہ ﷺ، صحابۂ کرام ؓ اور سلف صالحینؒ سے ثابت نہیں۔

دعاء کس طرح کی جائے؟

سوال:- {830} امام جماعت کی نماز مکمل کرنے کے بعد دعاء آہستہ مانگے یا بلند آواز سے؟

(ڈاکٹر سید غوث، جگتیال)

جواب:- امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اقتداء ختم ہوجاتی ہے، اب امام اور مقتدی دونوں اپنے اپنے عمل میں آزاد ہیں، اور حسب منشا اپنی اپنی دعا کرسکتے ہیں، دعاء زور سے بھی کی جاسکتی ہے اور آہستہ بھی، البتہ آہستہ کرنا نسبتاً بہتر ہے، کیونکہ قرآن نے دعاء کا ادب ہی یہ بتایا ہے کہ دعاء میں فروتنی اور پست آواز ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ﴾ (۲) اور اس میں یہ سہولت ہے کہ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دعاء

(۱) چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سلام کے بعد" اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالإكْرَامِ " پڑھنے کے بقدر ہی بیٹھتے۔(الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة) محشی۔

(۲) الاعراف: ۵۵۔

کرسکتا ہے، کیونکہ ہر شخص کی ضرورت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، ویسے زور سے دعاء کرنے میں بھی کراہت اور مضائقہ نہیں۔

نمازوں کے بعد طویل دعائیں

سوال:- {831} آج کل اکثر ائمہ حضرات نمازوں کے بعد طویل دعائیں کرتے ہیں، حتی کہ بعض اوقات ہاتھ میں درد ہونے لگتا ہے، کیا نمازوں کے بعد اتنی طویل دعائیں کرنی چاہئے؟ (سید خواجہ معین الدین،، سداسیو پیٹ)

جواب:- نفل نمازوں کے بعد خاص کر رات کے وقت تہجد کے موقع پر آپ ﷺ سے طویل دعائیں کرنا ثابت ہے،(۱) فرائض کے بعد عام طور پر آپ ﷺ مختصر دعا فرماتے تھے، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کی دعاء: ''اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ '' کے بقدر ہوتی تھی،(۲) اس لئے فرائض کے بعد مختصر دعاء پر ہی اکتفا کرنا چاہئے، بعض مخصوص مواقع پر آپ ﷺ نے فرض نمازوں کے بعد کسی قدر طویل دعاء فرمائی ہے، ایسا خاص کر اس وقت ہوتا تھا جب آپ ﷺ کوئی فوج کسی مہم پر بھیجتے، یا کچھ صحابہ ؓ دشمنوں کے قید میں پھنسے ہوتے اور انہیں مدینہ ہجرت کا موقع نہیں دیا جاتا، ایسے خصوصی مواقع پر اجتماعی اور کسی قدر طویل دعائیں، آپ ﷺ سے ثابت ہیں، لیکن وہ بھی اتنی طویل نہیں ہوتیں کہ گراں خاطر ہو جائیں، اس لئے ائمہ حضرات کو نماز کے بعد عام حالات میں طویل دعاؤں سے گریز کرنا چاہئے۔

---

(۱) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۳۴۶، باب في صلاة الليل۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۹۲، باب استحباب الأذكار بعد الصلاة، الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة۔ محشی۔

تسبیح کس ہاتھ پر پڑھی جائے؟

سوال:- {832} فجر اور عصر نمازوں کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحِ فاطمی دونوں ہاتھوں پر گنی جاسکتی ہے یا دائیں ہاتھ کا استعمال ہی ضروری ہے؟ (سبحان محی الدین، ورنگل)

جواب:- چاہے فجر وعصر کے بعد تسبیح پڑھی جائے یا کسی اور موقعہ پر، ان کا ایک ہی حکم ہے، دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں پر پڑھی جاسکتی ہیں، حضرت یسیرہ بنت یاسر نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یا معشر النساء! اعقدن بالأنامل فإنهن مسئولات مستنطقات" (۱)

''اے خواتین! انگلیوں کے پوروں سے تسبیحات کو شمار کرو کہ ان سے بھی پوچھ ہوگی اور ان کو بھی گویائی عطا کی جائے گی''

اس ارشاد میں آپ ﷺ نے دائیں اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں کوئی فرق نہیں فرمایا ہے، البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

''آپ ﷺ وضو، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں بھی اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ دائیں طرف سے ابتداء کی جائے'' (۲)

اس لئے پہلے دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھیں اور پھر بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر۔

عصر کے بعد ذکر ودعاء کا اہتمام

سوال:- {833} جمعہ کے علاوہ عام دنوں میں عصر کے

---

(۱) الجامع للترمذی: ۵/۵۲۱، حدیث نمبر: ۳۴۸۶، باب ما جاء في عقد التسبيح باليد۔
(۲) سنن نسائي، حدیث نمبر: ۵۲۴۲، باب التيامن في الترجل۔ محشی۔

بعد غروب آفتاب کے قریب بہت سے لوگ دعاء کا اہتمام کرتے ہیں، ایک عالم صاحب سے دریافت کرنے پر بتایا کہ صرف جمعہ کے دن ہی دعاء کا اہتمام ثابت ہے، باقی دنوں میں احادیث سے خاص طور پر اس وقت ذکر و دعاء کی فضیلت ثابت نہیں، اس سلسلہ میں حدیث کی روشنی میں وضاحت کیجئے؟　　(حمید الدین قاسمی، عنبر پیٹ)

جواب:- جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت کی دعاء کے قبول و مستجاب ہونے کی حدیث تو ہے ہی، اور بہت سے اہل علم کی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی جس ساعت کو دعاء کی قبولیت کی ساعت قرار دیا ہے، وہ یہی وقت ہے، لیکن عام دنوں میں بھی غروب آفتاب کے قریب ذکر و دعاء کا خصوصی اہتمام احادیث میں مروی ہے، مشہور محدث امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"یستحب الإکثار من الأذکار بعد العصر و آخر النهار أکثر، قال الله تعالیٰ: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ﴾ (سورة طٰه من الآیة ، ۱۳۰) و قال الله تعالیٰ: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْإِبْكَارِ﴾ (غافر : من الآیة ۵۵)قال النبي علیه السلام : لأن أجلس مع قوم یذکرون الله عز وجل من صلاة العصر إلی أن تغرب الشمس أحب إلي أن اعتق ثمانیة من ولد اسماعیل"(۱)

(۱)　الأذکار للنووی، ص:۱۲۸۔ محشی۔

”عصر کے بعد دن کے اخیر حصہ میں زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا
مستحب ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبح وشام
اپنے رب کے حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے ، رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا کہ نمازِ عصر سے غروب آفتاب تک ذاکرین کے
ساتھ رکا رہنا مجھے اولاد اسماعیل میں سے آٹھ غلاموں کو
آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے“

واضح ہو کہ دعاء بھی من جملہ اذکار کے ہے، اس لئے دعاء اور دیگر اذکار دونوں اس حدیث میں شامل ہیں۔

سلام کے بعد دعاء کے لئے بیٹھنے کی مقدار

سوال:- {834} فرض نمازوں کے بعد دعاء میں کس
قدر بیٹھا جائے؟ دعاء لمبی ہو یا مختصر؟ (میر یاسین علی)

جواب:- بہتر طریقہ یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنن مؤکدہ ہوں دعاء مختصر کی جائے زیادہ طویل نہ کیا جائے، اس سلسلہ میں مقدار کا تعین مشکل ہے تاہم حضور ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ:

"اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا
الْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ " کے بقدر بیٹھا کرتے تھے“ (۱)

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت : كان رسول الله ﷺ إذا سلم لا يقعد إلا مقدار ما يقول اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالإِكْرَام“(الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۲۹۸، باب مايقول إذا سلم :۱/۶۶)

نمازوں کے بعد تسبیح

سوال:- {835} میں فرض نماز پڑھنے کے بعد تسبیح فاطمہ یعنی: ''سبحان اللّٰہ ، الحمدللہ ، اللہ أکبر" پڑھا کرتی تھی، ہمارے ابا جان نے یہ کہا کہ یہ تسبیح صرف فجر اور عصر میں پڑھنی چاہئے، مگر ہماری استاد صاحب نے بتایا کہ ہر فرض کے بعد یہ تسبیح پڑھی جائے، آپ اس مشکل کا حل بتائیں؟ (عائشہ فردوس، گلبرگہ)

جواب:- احادیث میں مطلقاً نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھنے کا ذکر آیا ہے، کسی خاص نماز کی تخصیص نہیں، (۱) اور یہ بھی درست ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوں یعنی: ظہر، مغرب اور عشاء، ان میں سنت کی ادائیگی میں تاخیر کرنا مکروہ ہے، اس لئے آپ یوں کریں کہ فجر وعصر میں تو فرض کے بعد ہی تسبیحات پڑھ لیں، اور بقیہ نمازوں میں سنتیں ادا کرنے کے بعد ان تسبیحات کو پڑھیں، فقہ حنفی کی معروف کتاب کبیری میں ہے:

"... بل یحمل علی الاتیان بها بعد السنة ولا یخرجها تخلل السنة بینها وبین الفریضة عن کونها بعدها وعقیبها" (۲)

نمازوں کے بعد کے اذکار

سوال:- {836} ایک صاحب فرض نماز کے بعد آیۃ

---

(۱) دیکھئے: الجامع للترمذی ، عن عبد اللہ بن عباس ؓ، حدیث نمبر: ۴۱۰، باب في التسبیح في ادبار الصلاۃ ۔

(۲) کبیری: ص: ۳۳۱ ۔

الکرسی تینتیس (۳۳) مرتبہ "سبحان اللہ" تینتیس (۳۳) مرتبہ "الحمد للہ" چونتیس (۳۴) مرتبہ "اللہ اکبر" پڑھنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ عمل نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں، لہذا اس قسم کے ذکر سے پرہیز کرنا چاہئے، سنت ہونے کے لئے حدیث فعلی کا ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ جو کام خود آپ ﷺ نے نہ کیا ہو آپ ﷺ دوسروں کو اس کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؟

(عبدالجید، یاقوت پورہ)

جواب:- حضرت علی ؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

"جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی موت کے سوا کوئی چیز اس کے داخل بہشت ہونے میں مانع نہیں ہے" (۱)

حضرت انس ؓ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے:

"جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، دوسری نماز تک اللہ تعالی اس کی حفاظت فرمائیں گے" (۲)

حضرت ابوذر غفاری ؓ سے مروی ہے:

"میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول اہل ثروت تو آگے بڑھ گئے، کیونکہ جو ہم کہتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں، اور مزید وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں، اور ہم نہیں کر پاتے،

---

(۱) دیکھئے: کنز العمال، حدیث نمبر: ۲۵۶۹، ۲۵۷۰، باب فضائل آية الكرسي، الأذكار۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: کنز العمال، حدیث نمبر: ۲۵۶۴، باب فضائل آية الكرسي، الأذكار۔ محشی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو اپنے اوپر سبقت لے جانے والوں سے بھی آگے بڑھ جاؤ، اور وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ۳۳؍دفعہ '' سبحان اللہ ''، ۳۳؍دفعہ '' الحمد للہ ''، ۳۴؍دفعہ '' اللہ اکبر '' کہنے کا ذکر ہے''(۱)

ترمذی میں بھی نماز کے بعد کے اذکار مذکور ہیں، (۲) حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی ان اوراد کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ (۳)

قاعدہ یہ ہے کہ جو بات رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہو اس سے زیادہ اہمیت اس سنت کی ہوتی ہے جس کی فضیلت واہمیت رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بیان کی ہو، کیونکہ اگر کوئی بات صرف آپ ﷺ کے فعل سے ثابت ہو تو اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ شاید آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہو یا آپ ﷺ نے یہ فعل کسی خاص وجہ سے کیا ہو، لیکن جب آپ ﷺ نے کسی بات کا حکم دیا ہو تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ حکم آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں، امت سے بھی متعلق ہے، اس لئے جو بات حدیث قولی سے ثابت ہو محدثین کے یہاں وہ اور زیادہ اہمیت کے حامل ہوتی ہے، البتہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ عدم ذکر عدم وجود کی دلیل نہیں، یعنی اگر کسی چیز کا ذکر نہ آیا ہو تو اس بات کی دلیل نہیں کہ اس کا ثبوت ہی نہیں، جب رسول اللہ ﷺ نے ان اوراد کی فضیلت اور تاکید بیان کی ہے تو ضرور ہے کہ آپ ﷺ نے خود بھی ان پر عمل کیا ہوگا، یہ

---

(۱) سنن ابن ماجۃ: ۱/۶۶، حدیث نمبر: ۹۲۷، باب ما یقال بعد التسلیم، نیز دیکھئے: الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۴۱۰، باب ما جاء في التسبیح في أدبار الصلاۃ ۔ محشی۔

(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۴۱۰، باب ما جاء في التسبیح في أدبار الصلاۃ ۔

(۳) سنن ابن ماجۃ: ۱/۶۶، حدیث نمبر: ۹۲۷، باب ما یقال بعد التسلیم، سنن نسائي، حدیث نمبر: ۱۳۵۰، باب نوع آخر من عدد التسبیح ۔ محشی۔

سمجھنا درست نہیں کہ چونکہ عام طور پر کتابوں میں خود آپ ﷺ کے پڑھنے کی صراحت منقول نہیں، اس لئے آپ ﷺ نے اسے پڑھا ہی نہیں ہے، بہر حال ان اوراد کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

بیج وغیرہ پر تسبیحات پڑھنا

سوال:- {837} بیجوں پر یا پروئی ہوئی تسبیح کے دانوں پر اذکار واوراد پڑھنا درست ہے، بعض حضرات اس کو بدعت کہتے ہیں؟ (انور محی الدین، گولکنڈہ)

جواب:- بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ تسبیحات ہاتھ کی انگلیوں پر پڑھی جائیں، تاکہ انگلیاں بھی عبادت میں شریک سمجھی جائیں، لیکن اگر بیج یا پروئی ہوئی مروجہ تسبیح پر اوراد پڑھیں جائیں، اور ریاء ونمائش مقصود نہ ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ

> ''وہ حضور ﷺ کے ساتھ ایک خاتون کے پاس گئے، ان خاتون نے اپنے سامنے کچھ گھٹلیاں اور کنکریاں رکھی تھیں، جس پر وہ تسبیح پڑھا کرتی تھیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تم کو ایک ایسا طریقہ نہ بتاؤں جو اس سے آسان بھی ہے اور بہتر بھی؟ کہ اس طرح کہو: اللہ نے جتنی چیزیں آسمان میں پیدا کی ہیں، اتنی بار ''سبحان اللہ'' اور جتنی چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں، ان کے برابر ''سبحان اللہ'' اسی طرح ''الحمد للہ، اللہ أکبر'' اور ''لا حول ولا قوۃ إلا باللہ''(۱)

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۱۵۰۰، باب التسبیح بالحصی، کتاب الوتر، الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۳۵۵۴، باب ثواب: سبحان اللہ عدد خلقہ۔ محشی۔

ابوداؤداور ترمذی نے اس روایت کونقل کیا ہے،اس سے معلوم ہوا کہ بیج یا پروئے ہوئے دانے پر تسبیح پڑھنا درست ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا،علامہ شامیؒ نے پروئی ہوئی تسبیح کے بارے میں لکھا ہے کہ:

" ولا يزيد السبحة على مضمون هذا الحديث إلا بضم النوى في خيط ،ومثل ذلك لا يظهر تأثيره في المنع " (۱)

''وہ اسی حدیث کے مطابق ہے،فرق صرف اس قدر ہے کہ اسے دھاگے میں پرو دیا گیا ہے،اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی وجہ ممانعت نہیں''

دوسجدوں کے درمیان دعاء

سوال:- {838} دوسجدوں کے درمیان بعض حضرات دعاء پڑھتے ہیں، کیا سجدوں کے درمیان دعاء کرنا درست ہے؟ (عبدالباری،مہدی پٹنم)

جواب:- بعض احادیث میں دوسجدوں کے درمیان ایک مختصر دعاء منقول ہے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَ ارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَ اهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ" (۲)

بعض فقہاء کے نزدیک اس حدیث کی بناء پر فرض ونفل تمام نمازوں میں دوسجدوں کے درمیان دعاء کرنا مستحب ہے،لیکن حنفیہ اوراکثر فقہاء کے نزدیک یہ دعاء صرف نفل نماز میں پڑھنی چاہئے ،فرائض میں نہیں پڑھنی چاہئے، اس لئے کہ آپ ﷺ کی فرض نمازوں کی ادائیگی کے

---

(۱) رد المحتار :۲/۴۲۱۔
(۲) دیکھئے:الجامع للترمذي ،حدیث نمبر:۲۸۴،باب ما یقول بین السجدتین۔محشی۔

بارے میں جو حدیثیں منقول ہیں، ان میں آپ ﷺ کے اس عمل کا ذکر نہیں، لیکن اس کا پڑھنا مکروہ بھی نہیں ہے، عام طور پر احناف نے اس کو مباح اور جائز قرار دیا ہے، اور مشہور محقق علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان دعاء واجب ہے، اور فقہاء کا اصول ہے کہ از راہ احتیاط ایسے طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے کہ فقہاء کے اختلاف سے بچتے ہوئے متفقہ طور پر اس کی عبادت درست ہو جائے، اور اگر دو سجدوں کے درمیان پڑھ لی جائے، تو امام احمدؒ کی رائے پر بھی نماز درست ہو جاتی ہے، اس لئے دعاء پڑھ لینا مستحب ہے:

"بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجا من خلاف أحمد" (۱)

اس لئے یہ بات بہتر ہے کہ فرائض میں بھی دونوں سجدوں کے درمیان دعاء کر لی جائے۔

نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی اور ان کی تعداد

سوال:- {839} نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا کیا حکم ہے؟ اور کیا صرف فجر اور عصر کے بعد ہی تسبیح فاطمی پڑھنی چاہئے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دس دس دفعہ "سبحان الله، الحمد الله اور الله اكبر" کہے اور بعض حضرات ۳۳/۳۳ دفعہ "سبحان الله، الحمد الله اور الله اكبر" کو بتاتے ہیں۔ (عبدالرب، بوکی)

جواب:- نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا پڑھنا مستحب ہے، اور احادیث میں مختلف تعداد منقول ہیں، ایک روایت میں ہر نماز کے بعد دس دس دفعہ "سبحان الله، الحمد الله اور الله أكبر" کی تلقین کی گئی ہے، (۲) حضرت ابوذر ؓ کی روایت میں ۳۳/۳۳ دفعہ

(۱) منحة الخالق على البحر الرائق ۱/۵۶۱۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۰۶۵، باب في التسبيح عند النوم۔ محشی۔

"سبحان الله ، الحمد الله "۳۴/دفعہ"الله اکبر " کہنے کا ذکر آیا ہے،(۱) اور حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کی روایت ان کے علاوہ مزید دس دفعہ "لا إله إلا الله" پڑھنے کا بھی ذکر ہے،(۲) مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے شرح ترمذی میں اور بھی روایتیں نقل کی ہیں، جس میں مختلف تعداد مذکور ہیں، ان روایتوں کو سامنے رکھ کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حدیثوں میں جو تعداد مروی ہے ان میں سے کسی بھی تعداد میں ان اذکار کا پڑھ لینا کافی ہے، تاہم یہ بات ظاہر ہے کہ جتنی زیادہ تعداد ہوگی اسی نسبت سے اجر وثواب بھی زیادہ ہوگا۔

چونکہ نمازوں کے بعد ان تسبیحات کا پڑھنا بھی احادیث میں منقول ہے اور حدیث میں یہ بات بھی آئی ہے کہ فرض کے بعد آپ ﷺ سنت کے لئے جلدی اٹھ جایا کرتے تھے،(۳) اس لئے حنفیہ نے ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق پیدا کی ہے کہ فجر وعصر میں جن کے بعد سنت نہیں ہے فرض نماز سے متصل تسبیحات پڑھی جائیں اور ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں چونکہ نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، اس لئے پہلے سنتیں ادا کرلی جائیں، پھر تسبیحات پڑھی جائیں، تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہوجائے۔

استغفار اور اس کے لئے دعاء

سوال:- {840} استغفار کیا ہے؟ کیا اس کے پڑھنے کے لئے عربی کی کوئی مخصوص دعاء ہے؟ کیا توبہ ہی کا دوسرا نام استغفار ہے؟ (ایم، اے مقیت عزیزی، بیدا پلی)

جواب:- استغفار کے معنی اللہ تعالی سے گناہوں پر بخشش طلب کرنے کے ہیں، اس طرح توبہ اور استغفار کا مقصد ایک ہی ہے، یعنی گناہ پر شرمندگی، اور اللہ تعالی سے عفو درگزر کی

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۹۲۷، باب یقال بعد التسلیم ۔
(۲) الجامع الترمذی، حدیث نمبر:۴۱۰، باب ما جاء في التسبيح في أدبار الصلاة ۔
(۳) دیکھئے: الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۲۹۸، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة۔ محشی

درخواست، استغفار کے لئے کوئی ایک ہی دعاء مقرر نہیں، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ عربی ہی میں استغفار کیا جائے، اپنی زبان میں ہی اللہ تعالیٰ سے گناہ پر مغفرت طلب کی جائے، یہ بھی استغفار ہی ہے، تاہم یہ ضرور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں جو انوار و برکات ہیں، وہ دوسرے کلام میں نہیں ہوسکتے، اس لئے حضور ﷺ سے ماثور الفاظ میں استغفار زیادہ بہتر ہے، آپ ﷺ سے استغفار کے لئے بہت سی دعائیں منقول ہیں، ان میں ایک جامع دعاء جو صحیح سند سے مروی ہے، ترجمہ کے ساتھ یہاں درج کی جاتی ہے، آپ چاہیں تو اسے یاد کرلیں۔

" اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ ۔ وَ مَا اَسْرَرْتُ وَ مَا اَعْلَنْتُ ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ "(۱)

'' اے اللہ! میں آپ سے ان تمام گناہوں کی معافی چاہتا ہوں، جو میں نے پہلے کئے یا بعد میں کروں، جسے میں نے چھپ کر کیا یا علانیہ، آپ ہی آگے بڑھانے والے اور پیچھے کرنے والے ہیں، اور آپ ہر چیز پر قادر ہیں''

قوت حفظ کی دعاء

سوال:- {841} میرا حافظہ بہت کمزور ہے، قرآن اور دعائیں یاد کرتی ہوں لیکن ذہن میں محفوظ نہیں رہتا، کوشش کے باوجود بھی بھول جاتی ہوں، اگر اس سلسلہ میں کوئی دعاء ہو، تو ضرور اس سے مطلع کریں؟　　　(عابدہ بیگم، گولکنڈہ)

(۱) مجمع الزوائد، بحوالۂ مسند احمد ، عن أبي موسی الأشعري ﷺ :۱۰/۲۰۹۔
نیز دیکھئے: صحیح مسلم ، حدیث نمبر:۷۷۱، باب الدعاء في صلاۃ اللیل و قیامه ، کتاب الصلاۃ ۔ محشی۔

جواب:- حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ سے روایت ہے:

"ایک بار حضرت علی ﷛ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، قرآن یاد کرنے میں مجھے وقت پیش آتی ہے، آپ ﷺ نے حضرت علی ﷛ سے فرمایا کہ جمعہ کی شب کے آخری تہائی حصہ میں نماز پڑھو، جو دعاء کی قبولیت کا وقت ہے، اگر آخری تہائی میں وقت ہو تو درمیانی تہائی حصہ میں، اور یہ بھی دشوار ہو تو شروع کے تہائی میں، چار رکعت نماز پڑھو، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورہ یاسین، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ حٰم الدخان، تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ الٓم التنزیل سورہ سجدہ، اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ ملک پڑھو، تشہد سے فراغت کے بعد اللہ تعالی کی حمد و ثناء کرو، مجھ پر اور تمام پیغمبروں پر درود بھیجو، مسلمان مردوں، عورتوں اور مرحوم مسلمانوں کے لئے دعاء مغفرت کرو، پھر اخیر میں یہ دعاء پڑھو:

" اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا، وَارْحَمْنِیْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَالَا یعنینی ، وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظْرِ فِیْمَا یُرْضِیْكَ عَنِّیْ، اَللّٰهُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، والعزة التی لا ترام، أسئلك يا الله يا رحمن بجلالك ونور وجهك ، أن تلزم قلبی حفظ كتابك كما علمتنی وارزقنی أن اتلوه علی النحو الذی يرضيك

عنی ، اللهم بديع السموات والأرض ذا الجلال والاكرام والعزة التى لاترام ، اسئلك يا الله يا رحمن بجلالك ونور وجهك أن تنور بكتابك بصرى، وأن تطلق به لسانى ، وأن تفرج به عن قلبى ، وأن تشرح به صدرى ، وأن تعمل به بدنى ، لأنه لايعيننى على الحق غيرك ولا يؤتيه إلا أنت ، ولا حول و لاقوة إلا بالله العلى العظيم " (۱)

"اے اللہ! مجھ پر رحم فرما، اس طور پر کہ جب تک تو مجھے زندہ رکھ، معاصی سے بچائے رکھ اور مجھ پر یہ رحم فرما کہ میں لایعنی باتوں میں نہ پڑوں، مجھے ایسی چیزوں پر توجہ کی توفیق عطا فرما جو آپ کو مجھ سے راضی کردے، اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! جلالت، بزرگی اور عزت والے، اے اللہ! اے رحمان! میں آپ کے جلال اور آپ کی ذات کے نور کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے قلب کو اپنی کتاب کے یاد رکھنے کی قوت عطا فرما، جیسا کہ تو نے مجھے اسے سکھایا ہے اور اس طریقہ پر تلاوت کرنے کی توفیق دے، جو آپ کو مجھ سے راضی کردے، خداوندا! زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے! عزت وبزرگی اور غلبہ والے!

اے اللہ! اے رحمان! میں آپ کی جلالت شان اور آپ

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۳۵۷۰، باب في دعاء الحفظ ، كتاب الدعوات ـ

کی ذات کے نور کے واسطہ سے درخواست کرتا ہوں کہ
آپ اپنی کتاب سے میری آنکھوں کو روشن فرما دیجئے، اور
مجھے طلاقتِ لسانی عطا فرمایئے، اس کے ذریعہ میرے
قلب کو کھول دیجئے، شرح صدر فرما دیجئے، اس کے مطابق
میرے جسم کو عمل کی توفیق عطا فرمائیے، اس لئے کہ حق پر
آپ کے سوا کوئی مدد نہیں کرسکتا، اور نہ آپ کے سوا کوئی حق
سے سرفراز کرسکتا ہے، قوت وسہارا صرف خدائے بلند و
بزرگ ہی سے ہے"

دعاء بتانے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے تین،
یا پانچ، یا سات جمعہ پڑھو، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن
عباس ؓ راوی ہیں کہ پانچ یا سات جمعوں کے بعد پھر
حضرت علی ؓ حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کیا کہ یا تو
چار آیات کے پڑھنے میں بھی دقت محسوس ہوتی تھی اور
اب یہ کیفیت ہے کہ گویا پورا قرآن میری نگاہوں میں ہے
اور آج جب میں حدیثیں سنتا ہوں تو ایک حرف کی کمی بیشی
کے بغیر اسے نقل کرسکتا ہوں"

آپ اس حدیث پر عمل کی کوشش کریں، حدیث میں جن سورتوں کے پڑھنے کا ذکر اوپر آیا ہے، انہی سورتوں کو پڑھنے کی کوشش کریں، اگر یہ سورتیں یاد نہ ہوں تو بقیہ باتوں پر عمل کرتے ہوئے جو سورتیں یاد ہوں ان کو پڑھنے کا اہتمام کریں، امید ہے کہ اس سے نفع ہوگا، بزرگوں نے اپنے تجربہ کی بناء پر یہ بھی فرمایا ہے کہ گناہ اور معصیت کی وجہ سے انسان کی قوت حفظ کم ہوتی ہے، اور احکام شریعت پر عمل کرنے کا اہتمام ہو، تو حافظہ قوی رہتا ہے، اس کو بھی ملحوظ رکھیں۔

نماز سے متعلق مختلف مسائل

مصوّر جائے نماز کا حکم

سوال:- {842} ہمارے شہر بیدر کی بعض مساجد میں ایسی حصیر Mats بطور جائے نماز استعمال میں ہیں جن کے دونوں بارڈرس پر اڑتی ہوئی چیلیں Flying Kites اتری ہوئی ہیں، کیا ایسی جائے نماز پر نماز ادا کرنا مناسب ہے؟ کیا ان چیلوں پر سفید رنگ کر کے جائے نماز کو استعمال کیا جاسکتا ہے ؟　　(حافظ غلام احمد مصطفیٰ، بیدر)

جواب:- نماز میں باتصویر جائے نماز کا استعمال مکروہ ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ تصویر چاہے اوپر ہو، سامنے ہو، دائیں یا بائیں ہو، ہر صورت درجہ بہ درجہ مکروہ ہے:

"... وأن يكون فوق رأسه ... أو محل سجوده تمثال" (۱)

(۱) الدر المختار مع الرد :۲/۴۱۶-۴۱۷۔

جب چیل کی تصویر بارڈر پر ہے تو اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ سجدہ کے وقت پیشانی بارڈر تک پہنچ جائے، اس لئے یہ صورت کراہت سے خالی نہیں، —— اگر تصویر کی جگہ اس طرح سفید رنگ کرلیا جائے کہ تصویر نظر نہ آئے تو وہاں نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں، کیونکہ کراہت تصویر کی وجہ سے تھی، اور وہ مٹ گئی، جس شی پر تصویر تھی اس میں کوئی کراہت نہیں۔

بعض نمازیوں کا مسجد میں اپنی جگہ مقرر کرلینا

سوال:- {843} ایک جامع مسجد کے کچھ مصلی صاحبان ہمیشہ امام صاحب کی دائیں طرف ہی نماز پڑھنا چاہتے ہیں، چنانچہ کچھ حضرات نے اپنی جگہ متعین کرلی ہے، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ (بشیر احمد، پالونچہ)

جواب:- مسجد اور اس طرح کے اجتماعی مقام پر جو شخص پہلے جہاں آکر بیٹھ جائے، وہ اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے، نیز خاص طور پر مسجد —— جو اپنی خودی اور اَنا کو مٹانے کی جگہ ہے —— میں اپنے لئے کسی خاص جگہ کا متعین کرلینا اور ہمیشہ وہیں بیٹھنے کا التزام کرنا مکروہ ہے:

"یکرہ للانسان أن یخص لنفسه مکانا في المسجد أن یصلی فیه" (۱)

بڑی مسجد میں نمازی سے کتنا آگے سے گزر سکتا ہے؟

سوال:- {844} بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب مسجد بڑی ہو اور کوئی شخص مسجد کی آخری صف میں نماز پڑھ رہا ہو تو دس بارہ صف آگے سے نمازی کے سامنے سے گزرا جاسکتا ہے۔ (انصار اللہ، سعید آباد)

---

(۱) الفتاوی الهندیة ۱/۱۰۸۔

جواب:- بڑی مسجد سے مراد طول کے اعتبار سے یعنی: مشرق سے مغرب چالیس ہاتھ لمبی مسجد ہے، ایسی مسجد میں نمازی کے اتنے آگے سے گزرنے میں کچھ حرج نہیں، کہ اگر وہ نماز پڑھنے والا خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھے اور اپنی سجدہ گاہ پر نگاہ کرے تو اس کی نگاہ کے دائرہ میں جو حصہ آتا ہے اور بلا ارادہ نظر آجاتا ہے، یہ اس سے باہر ہو:

" إن كان بحال لو صلى صلاة خاشع لا يقع بصره على المارّ " (۱)

فقہاء نے محتاط طریقہ پر اس کا اندازہ بتایا ہے کہ نمازی کی صف اور مزید ایک صف چھوڑ کر آگے سے گزر سکتا ہے۔

نماز اور روزہ کی نیت

سوال:- {845} کیا روزہ اور نماز کی نیت کرنا ضروری ہے اور اگر بھول جائے تو کس وقت تک نیت کی جاسکتی ہے؟

(محمد واصل، مرادنگر)

جواب:- اللہ تعالی نے اخلاص کے ساتھ عبادت کا حکم دیا ہے:

﴿ وَمَا أُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (۲)

اور بغیر نیت کے اخلاص حاصل ہی نہیں ہوسکتا " والاخلاص لا يحصل بدون النية " (۳) اس لئے نہ صرف نماز و روزہ بلکہ تمام عبادات میں نیت شرط ہے، نماز کی نیت تکبیر تحریمہ سے پہلے پہلے کرلینا ضروری ہے، روزہ کے سلسلہ میں تفصیل ہے کہ اگر نذر یا قضاء کا روزہ

---

(۱) البحر الرائق :۲/۱۵۔

(۲) البینۃ :۵۔

(۳) بدائع الصنائع : ۱/۳۲۹۔

ہوتو اس کی نیت صبح صادق سے پہلے پہلے واجب ہے، لیکن رمضان المبارک کا روزہ اور نفل روزہ میں سورج ڈھلنے سے پہلے تک روزہ کی نیت کی جاسکتی ہے:

" وإنما تجوز النية قبل الزوال إذا لم يوجد قبل ذلك بعد طلوع الفجر ما ينافي الصوم "(۱)

کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے نفل اور فرض روزہ کی نیت کرنا صبح میں بھی ثابت ہے۔(۲)

نماز میں مردوں اور عورتوں کی بیٹھک

سوال:- {846} ایک صاحب نے نماز کے مسائل کے متعلق پاکستانی مصنف کی لکھی ہوئی کتاب دی، اس میں عورتوں کی نماز کے طریقہ کے بارے میں لکھا ہے کہ: عورتوں کو رکوع وسجدہ میں سمٹ کر بیٹھنے کے بجائے مردوں ہی کی طرح بیٹھنا چاہئے، یعنی حالت سجدہ میں کہنیوں کو پسلی اور ران سے الگ رکھنا چاہئے اور ایک طرف پاؤں نکال کر سرین پر بیٹھنے کے بجائے مردوں ہی کی طرح ایڑی پر بیٹھنا چاہئے، جب کہ دوسری کتابوں میں الگ الگ طریقہ بتایا گیا ہے؟

(محمد جسیم الدین، شاستری پورم)

---

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۱۹۶۔

(۲) نفل روزہ میں سورج ڈھلنے سے پہلے نیت کی اجازت صحيح مسلم ، حدیث نمبر:۱۱۵۴، باب جواز صوم نافلة بنيته من النهار قبل الزوال الخ ،سنن أبي داؤد ، حدیث نمبر:۲۲۵۵، باب في الرخصة في ذلك ، كتاب الصوم ، اسی طرح الجامع للترمذي ، حدیث نمبر:۷۳۳، سے معلوم ہوتی ہے، جب کہ فرض روزوں کے لیے اس کی اجازت، صحيح مسلم ، حدیث نمبر:۱۱۳۵، بـاب من أكل في عاشوراء فكيف بقية يومه ، اور صحيح البخاري ، حدیث نمبر:۲۰۰۷، باب : صيام يوم عاشوراء، میں مذکور ہے۔ محشی۔

جواب:- چوں کہ عورتوں کے لئے زیادہ سے زیادہ ستر مطلوب ہے اس لئے احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے طریقۂ نماز میں تھوڑا سا فرق رکھا گیا ہے، اور عورتوں کو نسبتاً زیادہ ساتر طریقہ پر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إذا جلست المرأة للصلاة وضعت فخذها على فخذها الأخرى ، وإذا سجدت ألصقت بطنها من فخذها كأستر ما يكون لها " (۱)

''جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے، اور سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں سے چپکالے تاکہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے''۔

اسی طرح حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے:

"كان يأمر الرجال أن يتجافوا في صفوفهم و يأمر النساء يتخفضن في سجودهن " (۲)

''رسول اللہ ﷺ مردوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ سجدہ کی حالت میں اپنے اعضاء جسم الگ کر کے رکھیں، اور عورتوں کو پست ہو کر سجدہ کرنے کا حکم فرماتے تھے''۔

اسی طرح بیٹھک کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پہلے عورتیں چار زانوں بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں، پھر انہیں خوب سمٹ کر یعنی کولہوں پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا:

---

(۱) سنن بیہقی :۲۲/۲۲۳۔

(۲) حوالہ سابق

"كن يتربعن ثم أمرن أن يخفضن يعني
يستوين جالسات على أوراكهن "(۱)

اس لئے صحیح یہی ہے کہ نماز کی بعض کیفیات میں مردوں اور عورتوں میں فرق رکھا گیا ہے اور یہی ائمہ اربعہ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اور اکثر سلف صالحینؒ کا مسلک ہے۔

مردوں اور عورتوں کی نمازوں میں فرق

سوال:- {847} میری پھوپھی کہتی ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نمازیں الگ الگ ہوتی ہیں، جب کہ میری سہیلی کا کہنا ہے کہ عورتوں اور مردوں کی نماز ایک ہی طرح ہوتی ہیں، اس لئے وضاحت کریں کہ کون سی بات صحیح ہے؟

(شبانہ اعظمی، نارائن کھیڑ)

جواب:- آپ کی پھوپھی کی بات درست ہے، عورتوں اور مردوں کی نماز میں بعض احکام میں فرق ہے، عورتوں کے لئے ایسی کیفیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے جس میں ستر کی رعایت زیادہ ہو، اور جسم نمایاں نہ ہو، اس سلسلہ میں فقہاء نے درج ذیل احکام میں فرق ذکر کیا ہے:

(الف) مرد تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھائیں گے، عورتیں مونڈھے تک ہاتھ اٹھائیں گی۔(۲)

(ب) مرد اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے، بعض فقہاء کے نزدیک سینہ پر باندھیں گے، چونکہ روایتوں میں اس کی متعدد کیفیت منقول ہے، اس لئے صرف افضل کم

---

(۱) جامع المسانید :۱/۴۰۰۔
(۲) الفتاوی الهندية:۱/۷۳۔

افضل کا اختلاف ہے، لیکن ان میں سے کسی بھی کیفیت پر
ہاتھ باندھا جاسکتا ہے، لہذا عورتوں کے بارے میں قریب
قریب اس پر اتفاق ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھیں گی ۔
''والمرأة تضعهما علی ثدیها ''(۱)
(ج) سجدہ کی حالت میں خواتین اپنے ہاتھ کو زمین پر
بچھا کر رکھیں گی ، اپنے پیٹ ران سے ملا کر رکھیں گی اور اس
طرح سجدہ میں جائیں گی کہ ان کے کولھے ان کے پاؤں پر
ہوں، اٹھے ہوئے نہ ہوں۔'' تقعد علی رجلیها وفي
السجدة تفترش بطنیها علی فخذها ''(۲)
(د) قعدہ کی حالت میں خواتین بائیں کولھے پر بیٹھیں گی
اور پاؤں دائیں پہلو سے نکالیں گی۔

مرد وعورت کی نماز میں یہ فرق صرف فقہاء کا قیاس واجتہاد نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور حضراتِ صحابہ ؓ کے فرمودات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، راقم الحروف نے اپنی کتاب ''راہِ اعتدال'' میں اس سلسلہ میں دلائل جمع کر دیئے ہیں، تفصیل کے لئے کتاب مذکور سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

صلاۃ وسطی کون سی نماز ہے؟

سوال:- {848} قرآن کریم میں ''صلاۃ وسطی ''
کی خصوصی حفاظت کا حکم ہے، یہ معلوم کرنا ہے کہ صلاۃ وسطی

---

(۱) حوالہ سابق
(۲) الفتاوی الهندیة:۱/۷۵۔

سے آخر کون سی نماز مراد ہے؟　　(عمرانہ خاتون، مغلپورہ)

جواب:- صلاۃ وسطی سے کون سی نماز مراد ہے اس میں اہل علم کے درمیان کچھ اختلاف ہے، تاہم اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس سے نماز عصر مراد ہے اور خود احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "صلاۃ وسطی صلاۃ عصر ہے" (۱)

حاملہ عورت کیسے نماز پڑھے؟

سوال:- {849} حاملہ عورتیں رکوع وسجدہ وغیرہ برابر نہیں کرسکتیں خصوصاً سجدہ تو کر ہی نہیں سکتیں، کھڑے ہو کر نماز بھی ادا نہیں کرسکتیں، ایسی صورت میں نماز کیسے ادا کرنا چاہئے اور کیا ساڑی میں (Under Ware) پہننا ضروری ہے، بغیر اس کے نماز ہوگی یا نہیں؟ (رابعہ پروین، عنبر پیٹ)

جواب:- حاملہ عورتیں اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں، تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہیں، رکوع سجدہ بھی مکمل طور پر نہ کرسکیں تو جس قدر جھک سکیں، جھک کر رکوع سجدہ کریں، البتہ خیال رکھیں کہ سجدہ کے لئے بہ مقابلہ رکوع کے زیادہ جھکا جائے، (۲) —— اصل مقصد عورت

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۸۱، ۱۸۲، باب ماجاء في صلاة الوسطى صلاة العصر، نیز دیکھئے: ۶۲۷، ۶۲۸، باب الدليل لمن قال الصلاة الوسطىٰ هي صلاة العصر ۔ محشی ۔

(۲) "وإن عجز عن القيام والركوع والسجود وقدر على القعود يصلي قاعدا بإيماء ويجعل السجود أخفض من الركوع" (الفتاوى الهندية: ۱/۱۳۶، في صلاة المريض)

"و عن نافع أن عبد الله بن عمر ﷛ يقول: إذا لم يستطع المريض السجود أومأ برأسه إيماءة، و لم يرفع إلى جبهته شيئا" رواه مالك و اسناده صحيح، (آثار السنن، حدیث نمبر: ۸۰۳، باب صلاة المريض)

کے تمام جسم کا ستر ہے، یہی نماز میں بھی شرط ہے، اور عام حالات میں بھی واجب ہے، اب چونکہ ساڑی سے اس ضرورت کی تکمیل ہوجاتی ہے، اس لئے ساڑی پر اکتفا کرنا بھی درست ہے جانگیہ پہننا بھی درست ہے، اوراس کے بغیر بھی نماز درست ہوجاتی ہے۔

غیر مسلم کی نماز کا دوسرے نمازیوں پر اثر

سوال:- (850) اگر کسی غیر مسلم (ہندو) کو نماز باجماعت میں عمدایا بھول کر شامل کیا جائے تو کیا پڑھانے اور ساتھ پڑھنے والوں یعنی مصلیوں کی نماز پر کوئی اثر ہوگا؟ قرآن وحدیث اور شریعت کیا اس کو شامل کرنے کی اجازت دیتی ہے؟ اگر دیتی ہو تو کس صورت میں اور نہیں تو کس وجہ سے؟ (منور سلطان رانا، بہار)

جواب:- کسی غیر مسلم کو نماز میں شرکت کی دعوت دینا صحیح نہیں، اس لئے کہ جب تک وہ ایمان نہیں لائے اس وقت تک وہ شریعت کے جزوی اور فروعی احکام کا مخاطب نہیں ہوتا، البتہ اگر دعوت کے بغیر کوئی غیر مسلم جماعت میں آکر شریک ہوجائے تو کوئی مضائقہ نہیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منافقین نماز پڑھا کرتے تھے، (۱) آپ ﷺ ان کے کفر سے واقف تھے، بلکہ ان میں بعض لوگوں کا کافر ہونا صحابہ ؓ میں معروف تھا، پھر بھی ان سے کچھ تعرض نہیں کیا جاتا تھا، غرض کہ غیر مسلم جماعت میں شرکت کی وجہ سے امام ومقتدی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

جائے نماز پر کعبہ کی تصویر

سوال:- {851} جائے نماز پر کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ

---

(۱) ﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ وَ إِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا﴾ (المنافقون:۱۷) محشی۔

کا نقش اترا ہوا ہوتا ہے، جس پر امام وخطیب صاحبان بھی پیر
رکھا کرتے ہیں، کیا اس سے بے ادبی ہوتی ہے؟
(محمد سعادت علی قریشی، عنبر پیٹ)

جواب:- مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسی جائے نمازوں سے اجتناب کریں جن پر کعبۃ اللہ اور مدینہ شریف کا عکس ہو، خیال ہوتا ہے کہ اس طرح کی جائے نمازوں کا سلسلہ ان لوگوں نے شروع کیا ہے جو اسلام کے تئیں بغض وعناد رکھتے ہیں، تاہم نقش کا حکم اصل کا نہیں ہوتا اور نہ نیت اہانت کی ہوتی ہے، اس لئے یہ بے ادبی میں داخل نہیں۔

نمازی کے سامنے چپل رکھنا

سوال:- {852} بعض لوگ نماز ادا کرتے وقت
سامنے چپل رکھ لیتے ہیں، کیا اس سے نماز میں کراہت نہیں
آتی؟ (محمد حمید الرحمان، مغلپورہ)

جواب:- اگر جوتے چپل میں نجاست نہ لگی ہو، اور از راہ حفاظت نمازی اپنے سامنے رکھ لے تو گنجائش ہے، بہتر ہے کہ سامنے رکھنے کے بجائے جوتے چپل کی متعین جگہ پر رکھا جائے، اور اگر نجاست لگی ہو، تب تو واجب ہے کہ مسجد کے فرش کو اس سے بچائے، اور رکھ ہی لے تو نماز تو درست ہو جائے گی، لیکن اگر مسجد کے فرش میں نجاست لگ گئی تو اس کو صاف کرنا ضروری ہے۔

تعلیم وتربیت کے لئے بچہ کا جہراً ظہر ادا کرنا

سوال:- {853} ایک طالب علم امامت کے فرائض
انجام دے، اور ظہر کی نماز بآواز بلند پڑھے تاکہ دوسرے بچے
جو اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، ان کو معلوم ہو جائے کہ کس

رکن میں کیا پڑھنا ہے، تو کیا اس طرح نماز پڑھانا جائز ہے؟

(سید غازی الدین خان، ملک پیٹ)

جواب:- اگر یہ نابالغ بچے ہوں اور امامت کرنے والا بچہ بھی نابالغ ہو، تو از راہ تربیت نماز ظہر، اور آہستہ پڑھے جانے والے اذکار کو زور سے پڑھنے کی گنجائش ہے، کیونکہ نابالغ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں، اور ان بچوں کے حق میں یہ نمازیں بھی نفل کے درجہ میں ہیں، اور نفل نمازوں میں بہ مقابلہ فرض نمازوں کے احکام کے اعتبار سے زیادہ وسعت ہے، —— سلف صالحین سے بھی تعلیم و تربیت کے مقصد سے گاہے گاہے آہستہ پڑھے جانے والے اذکار کو زور سے پڑھنا ثابت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک بار انہوں نے ''ثناء'' کو جہر کے ساتھ پڑھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک موقعہ پر ''تعوذ'' کو زور سے پڑھنا منقول ہے، (۱) آپ ﷺ نے بعض دفعہ ''آمین'' زور سے کہی ہے، اس کے بارے میں حدیث کے راوی حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں: ''ما أراه إلا ليعلمنا'' (۲) میرے خیال میں حضور ﷺ کا یہ عمل تعلیم کی غرض سے تھا''۔

نماز کے لئے بیدار کرنا

سوال:- {854} کیا ہم اپنے ارکان خاندان، یا دوست و احباب کو جو نماز کے وقت سو گئے ہوں، کو اٹھا سکتے ہیں، کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو نماز کا وقت ہو گیا ہے، نماز پڑھ لو، چاہے وہ سونے کی حالت میں ہوں، یا جاگنے کی حالت میں؟　　(واحد علی، عثمانیہ یونیورسٹی)

---

(۱) دیکھئے: زاد المعاد: ۱/۲۷۵، محشی۔

(۲) التعليق الحسن على آثار السنن: ۱/۱۸۷، حدیث نمبر: ۳۷۷، ط: گجرانوالہ۔

جواب:- نماز کے لئے اٹھانا نیکی کی طرف دعوت دینا ہے، اور یہ ہر مسلمان کا شرعی فریضہ ہے، اور دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی کا تقاضہ بھی ہے، اس لئے فرض نمازوں کے لئے اپنے اعزہ اور دوست احباب کو نیند سے بیدار کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال ﷛ رسول اللہ ﷺ کو فجر کے وقت بیدار کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ رات میں تہجد کی طویل نماز ادا کرنے کی وجہ سے تھک جاتے تھے، اور فجر کی سنت اور فریضہ کے درمیان کچھ دیر استراحت فرماتے تھے، اسی بیدار کرنے کے سلسلہ میں ایک دن حضرت بلال ﷛ نے کہا: ''الصلاۃ خیر من النوم'' یعنی نماز نیند سے بہتر ہے'' آپ ﷺ کو یہ جملہ اتنا پسند آیا کہ آپ ﷺ نے اسے اذان فجر کا حصہ بنا دیا'' (۱) البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ اس سے فتنہ اور نزاع نہ پیدا ہو جائے، اگر کوئی شخص آپ کے اس ناصحانہ اور خیر خواہانہ عمل کو پسند نہ کرے اور لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہو جائے تو ایسے شخص سے گریز ہی بہتر ہے۔

اگر نمازی کو آواز دی جائے؟

سوال:- {855} اگر کوئی شخص بند کمرہ میں نماز پڑھ رہا ہے، لیکن باہر سے کوئی آواز دے رہا ہے، تو نماز میں جواب تو دے نہیں سکتا، اس لئے اس نے اشارتاً کھنکھارا یا کھانس دیا، تو اس کی نماز فاسد تو نہیں ہوگی؟ (محمد عبدالعظیم، کویاروا ڑی)

جواب:- اگر نماز میں ایسی نوبت آجائے تو صحیح طریقہ یہ ہے کہ اگر مرد ہو تو ''سبحان اللہ'' کہہ دے اور عورت ہو تو بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے تھپتھپائے، جس کو ''تصفیق'' کہتے ہیں، یہ نماز میں متوجہ کرنے کا صحیح طریقہ ہے، جو حدیث

---

(۱) دیکھئے: مجمع الزوائد: ۱/۳۳۰، باب کیف الأذان۔ محشی۔

سے ثابت ہے،(۱) ویسے اگر کوئی شخص اپنے مصروفِ نماز ہونے کو بتانے کے لئے کھانس دے، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ فتاوی عالمگیری میں:

"التنحنح لاعلام أنه في الصلاة ، لايفسد"(۲)

ملازمت کی وجہ سے ترک نماز

سوال:- {856} میرے دوست پہلے نماز کے پابند تھے، جب سے گورنمنٹ پرائمری اسکول میں نوکری ملی ہے نماز چھوڑ دیا، میں نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ بعض دفعہ ایک گھنٹہ مجھے کلاس سوم کی لڑکیوں کو پڑھانا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے بعض وقت نماز چھوٹ جاتی ہے؟

(جی، ایس، آر، ایم)

جواب:- ہر مسلمان پر جو بالغ اور عقل و ہوش کی حالت میں ہو، پانچوں وقت نماز ادا کرنا فرض عین ہے، اور ان نمازوں کا بالکل ترک کر دینا یا وقت مقررہ پر ادا نہیں کرنا شدید گناہ ہے، اور ملازمت ایسا عذر نہیں کہ اس کی وجہ سے نماز معاف ہو جائے، زیادہ سے زیادہ یہ گنجائش ہوسکتی ہے کہ اگر مسجد نہ جاسکتے ہوں تو اسکول ہی میں کہیں کسی مسلمان استاد یا طالبِ علم کے ساتھ مل کر جماعت کرلیں، اگر اس کا موقعہ نہ ہو تو کم از کم تنہا پڑھ لیں، لیکن محض ملازمت کی وجہ سے نماز کا چھوڑ دینا ہرگز جائز نہیں، یہ کیسے روا ہوسکتا ہے کہ جو شخص رزق میں واسطہ ہو، اس کا تو اتنا پاس و لحاظ کیا جائے اور جو رزاقِ حقیقی ہے اسی کو انسان فراموش کر جائے۔ وباللہ التوفیق۔

---

(۱) "عن أبي هريرة ؓ عن النبي ﷺ قال : التسبيح للرجال و التصفيق للنساء" (صحيح البخاري ،حدیث نمبر:۱۲۰۳،باب التصفيق للنساء ، صحيح مسلم ،حدیث نمبر: ۴۲۲،باب تسبيح الرجل و تصفيق المرأة إذا نابها شيئ في الصلاة) محشی۔

(۲) الفتاوى الهندية:۱/۱۳۳۔

مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی ﷺ میں خواتین کی نماز

سوال:-{857} ایک بزرگ نے فرمایا کہ حرمین شریفین میں بھی خواتین کو اپنی قیام گاہ میں ہی نماز ادا کرنی چاہئے، حج وعمرہ پر جانے والی خواتین جب عمرہ یا طواف کے لئے حرم آئیں، تب تو مسجد حرام اور مسجدِ نبوی ﷺ میں نماز پڑھ لیں، ورنہ عام حالات میں اپنے قیام گاہ پہ نماز پڑھیں اور نمازِ پنجگانہ کے لئے بھی مسجد نہ آئیں، کیونکہ خواتین کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(قاری محمد اقبال، سکندر آباد)

جواب:- اگر حرمین شریفین میں مسجد جانے کی صورت میں کسی فتنہ کے پیش آنے کا غالب گمان ہو، تب تو واقعی اپنے رہائش گاہ ہی میں نماز ادا کرنا افضل ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو، تو حرمین شریفین کی یہ خصوصیت ہے کہ وہاں عورتوں کو مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی ﷺ میں نماز ادا کرنا افضل ہے، البتہ دوسری مسجدوں کے مقابلہ عورت کا اپنے گھر میں نماز ادا کرنا بہتر اور زیادہ موجبِ ثواب ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے:

"ماصلت امرأة خير لها من قعر بيتها إلا أن يكون المسجد الحرام أو مسجد النبوي ﷺ" (۱)

"اپنے گھر کے کونے سے بہتر عورت کی نماز پڑھنے کی کوئی جگہ نہیں سوائے اس کے کہ مسجد حرام یا مسجدِ نبوی ﷺ ہو"۔

---

(۱) دیکھئے: آثار السنن، حدیث نمبر: ۳۰۷۔
نیز دیکھئے: جمع الفوائد: ۱/۲۰۴، باب المساجد۔ محشی۔

اس حدیث کو علامہ طبرانیؒ نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے اور علامہ ہیثمیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(۱)

نماز میں غیر معتدل اور ناہموار آواز

سوال:- {858} امام نماز میں اپنی آواز بلا ضرورت بلند کرتا ہو، ایک تکبیر معتدل آواز میں کہتا ہو اور دوسری تکبیر بلند آواز میں، یا قراءت کے وقت ایک دو آیت معتدل آواز میں اور تیسری بلند آواز میں، کیا اس طرح نماز پڑھانا مناسب ہے؟ (سید عبدالرحیم، مانوت، پربھنی)

جواب:- تکبیر انتقال ہو، یا قرآن مجید کی قراءت، امام کو اتنی ہی آواز بلند کرنی چاہئے کہ مقتدیوں کو آواز پہونچ جائے، خواہ مخواہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز مناسب نہیں، علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے کہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز میں قرآن پڑھنا بہتر نہیں:

" یجهر الإمام وجوبا بحسب الجماعة فإن زاد علیه ، فقد أساء " (۲)

آواز ایسی ہونی چاہئے کہ جو چاہے وہ آیاتِ قرآنی میں تدبر کرسکے، اور اس کو استحضار قلبی حاصل ہو۔(۳) اگر آواز میں بہت زیادہ نشیب وفراز اور اتار چڑھاؤ ہو تو اس ناہمواری کی وجہ سے استحضار قلبی پیدا نہیں ہو پاتا ہے اور انسان تدبر و تفکر کے موقف میں نہیں رہتا، اس لئے امام صاحب کو تکبیرات انتقال اور قراءت معتدل اور ہموار آواز میں کرنی چاہئے۔

---

(۱) " و رجاله رجال الصحیح " (مجمع الزوائد:۳۵/۲، باب خروج النساء إلی المساجد ألخ) محشی۔

(۲) الدر المختار :۷۹/۱

(۳) الفتاوی الهندیة:۷۲/۱۔

جائے نماز پر سونا

سوال:- {859} جائے نماز پر سونا گناہ ہے یا نہیں؟

(سید حفیظ الرحمان، پھولا نگ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ سے خوابگاہ کے بستر مبارک پر نماز پڑھنا ثابت ہے، اور اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی روایات موجود ہیں جن کا امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے۔(۱) اسی طرح بعض صحابہ ﷺ کا ضرورتاً مسجد میں سونا ثابت ہے،(۲) اس سے معلوم ہوا کہ جائے نماز پر سونا یا جس کپڑے کو بستر بنائے اگر پاک ہو تو اس پر نمازیں وغیرہ ادا کرنا جائز ہے، ورنہ آپ ﷺ نے اس پر نماز ادا نہ فرمایا ہوتا، ہاں! اگر یہ اندیشہ ہو کہ جائے نماز آلودہ ہو جائے گی تو احتیاط کرنا چاہئے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ جائے نماز پر سونے کا معمول نہ بنائیں۔

نماز حنفی یا شافعی طریقہ پر؟

سوال:- {860} مجھے بچپن سے شافعی طریقہ پر نماز پڑھنا سکھایا گیا ہے، اب مجھے میرے سسرال والے نماز کا طریقہ بدلنے اور حنفی طریقہ پر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں، ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ (ایکس وائی زیڈ، حمتہ بازار)

---

(۱) دیکھئے: صحيح البخاري، حدیث نمبر:۳۸۴، باب الصلاة على الفراش، صحيح مسلم، حدیث نمبر:۵۱۲، باب الاعتراض بنى يدى المصلي۔ محشی۔

(۲) " عن عبيد الله قال : حدثني نافع قال : أخبرني عبد الله بن عمر ﷺ : أنه كان ينام وهو شاب أعزب لا أهل له في مسجد النبي ﷺ " (صحيح البخاري، حدیث نمبر:۴۴۰، باب نوم الرجال في المسجد) محشی۔

جواب:- حنفی طریقہ ہو یا شافعی سب کا مقصود قرآن و حدیث کے مطابق عمل کرنا ہے، البتہ قرآن و حدیث کو سمجھنے اور تحقیق میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے، یہ اختلافات ہدایت و ضلالت اور حق و باطل کے نہیں ہیں، بلکہ صواب و خطأ اور اکثر مواقع پر زیادہ بہتر اور کم بہتر کا اختلاف ہے، اس لئے آپ کے سسرال والوں کو اس پر اصرار نہیں کرنا چاہئے کہ آپ حنفی ہی طریقہ پر نماز پڑھیں، تاہم اگر آپ حنفی طریقہ پر نماز ادا کیا کریں اور مستقل طور پر اس پر عمل کریں تو اس میں بھی حرج نہیں، بہر حال جس فقہ پر عمل کریں اس پر استقلال برتیں، ایسا نہ ہو کہ کبھی ایک اور کبھی دوسرے مسلک پر عمل کیا جائے، اس سے نفس پرستی کے رجحان کو تقویت پہونچتی ہے، اور ایسی صورت میں اندیشہ ہے کہ لوگ دین کو کھلونا بنالیں گے۔

مصلی پر کعبہ اور گنبد خضراء کی تصویر

سوال:- {861} مساجد اور گھروں میں نماز پڑھنے کے لئے ایسے مصلیٰ بچھائے جاتے ہیں جن پر کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کی تصویر ہوتی ہے۔ ایسی تصویر والی جائے نماز پر نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- ایسی جائے نمازوں کا استعمال نہیں کرنی چاہئے اور بعید نہیں، اس قسم کی جائے نماز کی صنعت اور اس کے شیوع میں یہودی ذہن کارفرما ہو، اور مسلمان اپنے بھولے پن میں اسے ان مقامات سے محبت و عقیدت کا اظہار سمجھ کر ایسی جائے نمازوں کے بنانے اور خریدنے، بیچنے میں لگ گئے ہوں، بلکہ میں نے ایک ایسی جائے نماز بھی دیکھی ہے جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام نامی لکھا ہوا ہے، اس لئے ایسی جائے نمازوں پر نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہئے —— اگر کوئی شخص جائے نماز کی ان تصویروں پر مقامات مقدسہ کی اہانت کی نیت

سے پاؤں رکھے تو یہ سخت گناہ ہے، بلکہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے، اور اگر یہ مقصد نہ ہو تو چونکہ تصویر کا حکم اصل کا نہیں ہوتا، اس لئے نماز تو ہو جائے گی، لیکن یہ صورت بھی کراہت سے خالی نہ ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کا نام لکھا ہوا ہو تب تو اس کو زمین پر بچھانا، یا اس جائے نماز پر پاؤں رکھنا، خواہ قدم خود اس تحریر پر نہ رکھا جائے، جائز نہیں۔(۱)

نمازی کے سامنے سے گزرنے کا مسئلہ

سوال:- {862} اگر نمازی کے سامنے سے گزرنا ہے
تو کتنی دور سے گزرنا چاہئے؟		(عبدالغفار، قاضی پورہ)

جواب:- (الف) اگر نمازی کے آگے سُترہ موجود ہو، خود کوئی چیز رکھی گئی ہو، یا سامنے سے ستون ہو، تو سُترہ کے آگے سے گزرا جا سکتا ہے۔

(ب) اگر سُترہ نہ ہو اور چھوٹی مسجد یا کمرہ وغیرہ ہو تو نمازی سے لے کر دیوارِ قبلہ تک بیچ سے ضرورتِ شدیدہ کے بغیر گزرنا مکروہ ہے۔(۲)

(ج) اگر بڑی مسجد، یا کھلا ہوا صحن ہو، تو نمازی سے دو صف کے بقدر آگے سے گزرا جا سکتا ہے، بڑی مسجد سے ایسی مسجد مراد ہے کہ مشرق سے مغرب کی جانب اس کی لمبائی چالیس ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو۔(۳)

محراب میں اسماءِ مبارکہ اور مقاماتِ مقدسہ کی تصویریں

سوال:- {863} مسجد کے محراب میں خانۂ کعبہ اور

---

(۱) دیکھئے: الفتاوی الهندية: ۳۱۵/۵۔ محشی۔
(۲) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۷۰۱، باب ما ينهى عنه من المرور بين يدي المصلي۔
(۳) دیکھئے: کبیری: ص: ۳۵۴، ودیگر کتب فقہ۔

مدینہ منورہ کی فوٹو لگانا، محراب کی کمانوں میں دائیں بائیں اللہ کے اسماء گرامی تحریر کرنا، محراب والی دوسری کمانوں میں خلفاء راشدین کے اسماء گرامی لکھنا، مسجد کی دیوار پر درود شریف لکھنا، کیا یہ امور جائز و درست ہیں؟

(قاضی سید مظہر الدین، ایڈوکیٹ، عادل آباد)

جواب:- نماز میں خشوع و خضوع کی بڑی اہمیت ہے اور ضروری ہے کہ کوئی ایسا عمل نہیں کیا جائے جس سے نماز پڑھنے والوں کی توجہ ہٹ جائے، اس لیے قبلہ پر زیادہ نقش و نگار، نیز قرآن کی آیات، اللہ تعالیٰ، انبیاء اور صحابہ ﷺ کے اسماء مبارکہ کا لکھنا مناسب اور بہتر نہیں، کیوں کہ اس سے نماز پڑھنے والے کی توجہ ہٹ جاتی ہے، بلکہ بعض اوقات نمازی اسے دیکھتے ہوئے پڑھنا بھی شروع کر دیتا ہے، اور زبان سے ان کو پڑھنے میں بعض صورتوں میں نماز فاسد بھی ہوسکتی ہے، فقہاء نے اس کے بہتر نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ اس میں بے احترامی کا پہلو پایا جاتا ہے، پرندے ان آیات پر آکر بیٹھ سکتے ہیں، بیٹ کر سکتے ہیں، یا ان کی بیٹ ان تحریروں پر گر سکتی ہے، پرانی ہونے کے بعد وہ تحریر آہستہ آہستہ گرنے لگتی ہے، اور لوگوں کے قدموں میں آجاتی ہے، ان تمام صورتوں میں اللہ کے مقدس کلام اور اللہ اور اس کے نیک بندوں کے پاک ناموں کی بے احترامی کا اندیشہ ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولیس بمستحسن کتابة القرآن علی المحارب و الجدران لما یخاف مس سقوط الکتابة و أن توطأ" (۱)

البتہ ایسے معمولی مسائل کی وجہ سے آپس میں انتشار نہ پیدا ہونے دیجئے، کہ جو مسئلہ آپ

(۱) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۱۹۔

نے دریافت کیا ہے، اس کا تعلق بہتر اور غیر بہتر سے ہے اور مسلمانوں میں افتراق و انتشار گناہ ہے اور اس سے بچنا واجب ہے۔

بیٹھے ہوئے شخص کو اٹھا کر بیٹھنا

سوال:- {864} صف میں بیٹھے ہوئے شخص کو اٹھا کر بیٹھنا کیسا ہے؟ (محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی دوسرے کو اٹھا کر اس جگہ خود بیٹھ جائے، (۱) اس لیے ایسا کرنا مکروہ ہے، بلکہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص مجلس سے اٹھے اور پھر وہاں واپس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔ " إذا قام الرجل من مجلس ثم رجع إليه فهو أحق به " ۔(۲)

نماز اور افطار میں غیر مسلم بھائیوں کی شرکت

سوال:- {865} نماز افضل ترین عبادت ہے نہ کہ تماشہ، لیکن بار ہا دیکھا گیا ہے کہ قومی یکجہتی کے شوق میں بعض وقت غیر مسلم حضرات کو چاہے وہ لیڈر ہوں یا منسٹر، شریکِ نماز کرلیا جاتا ہے، خاص طور پر رمضان کی افطار پارٹیوں میں اکثر یہ تماشہ ہوتا رہتا ہے، تو کیا یہ بے ادبی نہیں ہے؟

(میر یوسف علی، محبوب نگر)

---

(۱) صحیح البخاري: ۲/ ۹۲۸، حدیث نمبر: ۶۲۶۹، باب: لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۴۸۵۳، باب إذا قام في مجلسه ثم رجع ۔

جواب:- غیر مسلم بھائیوں کو افطار کی دعوت دینے میں کوئی حرج نہیں، رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کو مدعو کیا ہے،(۱) اور خود بھی ان کی دعوت قبول فرمائی ہے،(۲) ان سے یہ تقاضا کرنا کہ وہ نماز میں شریک ہوں، نادرست بھی ہے اور نامعقول بھی، لیکن اگر کوئی غیر مسلم بطور خود مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے تو اسے شرکت سے روکنا اسلامی اخلاق کے مغائر بھی ہے اور اس سے اس کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں نفرت بھی پیدا ہو سکتی ہے، اس لیے اس سے روکنا نہیں چاہئے، بلکہ دعاء کرنی چاہئے کہ "اهدنا الصراط المستقيم" کی دعا اس کے حق میں مقبول ہو جائے "و ما ذلك على الله بعزيز" اس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منافقین نماز پڑھا کرتے تھے، یہ مسلمان نہیں تھے، اور حضور ﷺ ان کے نفاق سے اچھی طرح واقف بھی تھے، پھر بھی آپ ﷺ نے کبھی ان کو اس سے منع نہیں فرمایا؛ چنانچہ ان میں سے بہت لوگ بتدریج دامن اسلام میں آ گئے۔

(۱) صحيح مسلم، حدیث نمبر:۵۳۶۴، نیز دیکھئے: جمع الفوائد:۱/۲۹۴- مرتب۔

(۲) صحيح البخاري، حدیث نمبر:۱۴۸۱، ۲۶۱۶، ۲۶۱۷، باب : خرص التمر- مرتب۔

"أن يهودية أتت النبي ﷺ بشاة مسمومة فأكل منها، فجيئ بها فقيل : ألا نقتلها ؟ قال : لا ، قال : فما زلت أعرفها في لهوات رسول الله ﷺ" عن أنس بن مالك ﷺ، (صحيح البخاري، حدیث نمبر:۲۶۱۷، باب قبول الهدية من المشركين) مرتب۔

کتاب الفتاوی

تیسرا حصہ

کتاب الجنائز

جنازہ سے متعلق سوالات

قریب مرگ سے متعلق احکام

قریب مرگ اور میت کو کس طرح لٹایا جائے؟

سوال:- {866} اکثر میت کو قبلہ کی طرف پیر رکھ کر لٹایا جاتا ہے، کیا یہ صورت درست ہے؟ (محمد عبدالحکیم، کلوا کرتی)

جواب:- جب انتقال کا وقت قریب ہو جائے تو اسے قبلہ رخ کر دینا چاہئے، جب حضرت براء بن معرور ﷜ کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ ''قریب بہ مرگ ان کو قبلہ رخ کر دیا جائے، رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا: ''أصاب الفطرة ''(۱) ''اس نے فطرت (یعنی فطرت سلیمہ) کو پایا''۔

میت کو قبلہ رخ لٹانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ جیسے: سوتے وقت داہنی کروٹ سونا مسنون ہے، اسی طرح داہنی کروٹ پر لٹا دیا جائے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چت سلا دیا جائے، پاؤں بھی قبلہ کی طرف ہو اور چہرہ بھی، چہرہ کے قبلہ رخ کرنے کے لئے سر کے نیچے کچھ رکھ دیا جائے، تاکہ سر اونچا ہو جائے اور چہرہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو، یہ صورت بھی درست ہے۔(۲) اس

(۱) البحر الرائق :۲/۱۷۰ ، رد المحتار :۳/۷۸۔
(۲) حلبی کبیر: ص:۵۷۶، فصل فی الجنائز۔

صورت میں پاؤں قبلہ کی طرف ہوتا ہے، لیکن اصل میں پاؤں کو قبلہ کی طرف کرنا مقصود نہیں، بلکہ چہرہ کو قبلہ رخ کرنا مقصود ہے،(۱) اس لئے قبلہ کی بے احترامی نہیں، قبلہ کی طرف رخ کرنا ایک علامتی عمل ہے جس سے اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہونے کا اظہار ہوتا ہے، گویا مؤمن کو اپنی موت کے وقت پوری طرح اللہ ہی کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، چہرہ سے بھی، دل سے بھی اور ذکر و استغفار کے ذریعہ زبان سے بھی، اللہ تعالی ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

میت کا پاؤں قبلہ کی طرف کیوں؟

سوال:- {867} ایک مسلمان کی میت کے پیر قبلہ کی طرف کیوں رکھے جاتے ہیں؟ جب کہ قبلہ رخ ہو کر سونا منع ہے، تھوکنا منع ہے، پیشاب کرنا بھی ممنوع ہے، بیت الخلاء کے لئے بیٹھنا بھی منع ہے، پھر اس کی کیا وجہ ہے وضاحت کریں، مہربانی ہوگی؟ (شیخ قبولہ، صابر نگر)

احترام قبلہ کے پیش نظر یہ تاکید ہے کہ قبلہ کی طرف پیر دراز نہ کیا جائے، بلکہ قبلہ کی جانب سر رکھ کر سویا کریں، مگر بعد از موت اکثر میت کو گھر میں اس طرح لٹایا جاتا ہے کہ پیر قبلہ کی طرف ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں روشنی ڈالیں؟

(وہاب بھارتی، شکر نگر)

جواب:- اصل مقصود پاؤں کو قبلہ رخ رکھنا نہیں ہے، بلکہ چہرہ کو قبلہ رخ رکھنا ہے، جب موت کا وقت قریب آجائے تو فقہاء نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اس کو چت لٹا دیا جائے سر کے نیچے کوئی چیز رکھ دی جائے، تاکہ چہرہ قبلہ کی طرف ہو، نہ کہ آسمان کی طرف اس کی کئی مصلحتیں بیان کی گئی ہے، بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اس سے جان نکلنے میں بھی سہولت ہوتی

(۱) دیکھئے: مجمع الأنهر: ۱/۱۷۹۔

ہے، اس کے علاوہ آنکھیں بند کرنے اور ڈاڑھوں کو باندھ دینے میں بھی آسانی ہے۔(۱) نیز اگر چہرہ کو دائیں جانب موڑ دیا جائے، تو گردن سخت ہو جائے گی اور چہرہ مڑا ہوا رہے گا، جس سے بدہیئتی نمایاں ہوگی، اس لئے اس طرح چت لٹانے کی اجازت دی گئی ہے کہ چہرہ بھی قبلہ کی طرف رہے اور پاؤں بھی، جس طرح مریض لیٹ کر نماز ادا کیا کرتا ہے۔

میت کے قریب قرآن کریم کی تلاوت

سوال:- {868} کیا میت کے قریب قرآن مجید پڑھ سکتے ہیں، یا دوسرے کمرے میں پڑھنا بہتر ہے؟

(محمد جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

جواب:- میت کو جب تک غسل نہ دیا جائے اس وقت تک وہ ناپاک ہے، اس لئے فقہاء نے غسل سے پہلے میت کے قریب قرآن مجید پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، غسل دینے کے بعد پڑھ سکتے ہیں: " وتکره القراء ة عنده حتی یغسل "(۲) —— شہید کا خون گو اس کے حق میں پاک ہے اور اسی لئے شہید کو غسل نہیں دیا جاتا، لیکن دوسروں کے حق میں ناپاک ہے، اس لئے خیال ہوتا ہے کہ شہید کے قریب قرآن پڑھنے کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے۔

میت کو دیر تک رکھنا

سوال:- {869} آج کل اکثر و بیشتر یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ لوگ قریبی رشتہ داروں کے انتظار میں صبح سے شام، یا شام سے صبح تک میت کو رکھتے ہیں، یہ عمل کس حد تک درست ہے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- انتقال کے بعد جلد سے جلد تدفین کی کوشش کرنی چاہئے، رشتہ داروں کے

---

(۱) الدر المختار مع رد: ۳/۷۸۔

(۲) کبیری، ص: ۵۳۳۔

انتظار میں دیر تک لاش کو روکے رکھنا بہتر نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے ایسی تاخیر کو ناپسند فرمایا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا، نماز میں جب وقت ہوجائے، یعنی وقت مستحب شروع ہوجائے، جنازہ جب آجائے، اور نکاح میں جب لڑکی کے لئے مناسب رشتہ آجائے''(۱)

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ مرض وفات میں تھے، آپ ﷺ عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا:

''لگتا ہے کہ طلحہ پر موت آنے ہی والی ہے، اگر ایسا ہے تو مجھے اس کی اطلاع دینا اور جلدی کرنا، کیونکہ کسی مسلمان کی لاش کے حق میں یہ بات مناسب نہیں کہ وہ دیر تک اپنے لوگوں کے درمیان پڑی رہے''(۲)

وفات کے بعد شوہر کا بیوی یا بیوی کا شوہر کو ہاتھ لگانا

سوال:- {870} شوہر کے انتقال کے بعد بیوی کا اس کے چہرہ کو دیکھنا یا جسم کو ہاتھ لگانا، اسی طرح بیوی کے انتقال کے بعد شوہر کا اس کے چہرہ کو دیکھنا یا اس کے جسم کو ہاتھ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (سید مرتضیٰ حسین)

جواب:- شوہر کے انتقال کے بعد بھی جب تک کہ بیوی کی عدت وفات نہ گزر جائے، ایک حد تک وہ اس مرد کے نکاح ہی میں رہتی ہے، اسی لئے اس کے لئے دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں،

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۱۰۷۵، سنن ابن ماجة: حدیث نمبر:۱۴۸۵۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۳۱۵۹۔

لیکن بیوی کے انتقال کے ساتھ ہی شوہر کا نکاح کا تعلق اس سے بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک عورت کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں، لیکن جوں ہی بیوی کا انتقال ہو، اس کی بہن سے نکاح حلال اور جائز ہے، اسی لئے بیوی کے لئے تو وفات کے بعد شوہر کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا جائز ہے، بلکہ یہ بھی گنجائش ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو شوہر کو غسل دے دے، لیکن شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔(۱) اب چونکہ وہ عورت اس کے حق میں اجنبی عورت ہے، اس لئے شوہر اس کے جسم کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا، البتہ اگر شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

"یمنع زوجها من غسلها و مسها لا من النظر إليها على الأصح" (۲)

غیر مسلم کی موت پر کیا پڑھے؟

سوال:- {871} اگر کوئی مسلمان مرد، عورت یا بچہ مرجائے تو اس پر" إنا لله و إنا إليه راجعون " پڑھا جاتا ہے، لیکن اگر کافر کی موت ہو جائے تو کیا کہنا چاہئے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- قرآن وحدیث یا فقہ کی کتابوں میں میرے علم کے مطابق ایسی کوئی صراحت موجود نہیں ہے کہ کافر کی موت پر کیا کہا جائے، عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ کافر کی موت پر" في نار جهنم " کہنا چاہئے، اس کی کوئی اصل نہیں مل پائی، غیر مسلموں کے لئے ممانعت استغفار کی ہے، اور" إنا لله و إنا إليه راجعون "کے الفاظ میں دعاء واستغفار کا پہلو نہیں ہے، بلکہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں، اور اللہ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے، البتہ قرآن کے بیان کے مطابق یہ کلمہ مصیبت وبلاء کے موقع پر کہنے کا ہے، اس پہلو سے کافر کی

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۱۶۰۔
(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۹۰۔

موت پر اس کے پڑھنے میں تامل ہوتا ہے، لہذا بہتر ہے کہ اس موقع پر خاموشی اختیار کی جائے، اور اپنی آخرت کو یاد کیا جائے، اور بس۔ واللہ اعلم۔

میت پر نہ آنے کی وصیت

سوال:- {872} ایک شخص نے انتقال سے قبل وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری میت پر نہیں آنا، کیا اس کی میت میں جانا چاہئے؟ (محمد اقبال الدین جاوید، بھیسہ)

جواب:- میری میت پر نہ آنے کی ہدایت غصہ وغضب کے قبیل سے ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں، اور اس کے جنازہ میں شریک ہونا چاہئے، بلکہ خاص طور پر اس کے لئے دعاء کرنی چاہئے، تاکہ اس کی زندگی میں اس شخص سے کوئی تکلیف پہونچی ہو تو ممکن ہے اس کی وفات کے بعد کا یہ عمل اس کی کچھ تلافی کردے۔(۱)

میت کے ڈولے سے پھول کا سہرا باندھنا

سوال:- {873} ایک غیر شادی شدہ کا انتقال ہوگیا، ڈولے کے ایک کونہ پر پھولوں کا سہرا باندھا گیا، کیا یہ عمل درست ہے؟ (رشید احمد خان، بھیسہ)

جواب:- یہ عمل درست نہیں، شادی شدہ اور غیر شادی شدہ مُردوں کے احکام میں کوئی فرق نہیں، اور نہ مردہ کے کفن یا ڈولے سے پھول باندھنے کا کوئی ثبوت ہے، اب یہ مرجھا جانے والے پھول اس کے کچھ کام نہ آئیں گے، درست عقیدہ اور نیک اعمال کے پھول ہی اسے نفع پہونچا سکیں گے، جو اس کے نامۂ اعمال میں محفوظ کئے جاچکے ہیں۔(۲)

---

(۱) فیض القدیر: ۱/۳۵۶۔ ط: مکتبۃ التجاریۃ۔ مکۃ المکرمۃ۔

(۲) النحل: ۹۷۔

میت کو تاریک کمرہ میں نہیں چھوڑا جاتا؟

سوال:- {874} ہم نے اکثر دیکھا کہ جب کسی کی موت واقع ہوجاتی ہے، تو میت کو رات کی تاریکی میں گھر میں اکیلا نہیں چھوڑتے، اس کا کیا مقصد ہے؟

(شیخ احمد، درگاہ روڈ، گلبرگہ)

جواب:- اس سلسلہ میں کوئی خاص حکم شرعی نہیں، نعش کی حفاظت مقصود ہوتی ہے۔

عورتوں کے لئے غیر محرم میت کا دیدار

سوال:- {875} کیا استاذ کے انتقال پر طالبات عقیدت مند خواتین اور مرحوم کے گھر کی خادمائیں ان کا آخری دیدار کرسکتے ہیں؟　　(قاری، ایم، ایس، خان)

جواب:- اگر شہوت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اصول یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے جس حصہ جسم کو دیکھ سکتا ہے، یعنی ناف سے گھٹنے تک کے حصہ کو چھوڑ کر بقیہ حصہ بدن عورت بھی دیکھ سکتی ہے اور اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حبشیوں کا کھیل دکھانا ہے، (۱) میت کا عام طور پر چہرہ ہی دکھایا جاتا ہے، اور عامۃً اس موقع پر فتنہ کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا، لہٰذا استاذ کے بعد از مرگ دیدار کی گنجائش ہے:

"و تنظر المرأة من الرجل كنظر الرجل للرجل إن أمنت شهوتها" (۲)

---

(۱)　صحیح مسلم ،حدیث نمبر:۲۰۶۶،کتاب صلاۃ العیدین۔ محشی

(۲)　الدر المختار علی ھامش رد:۹/۵۳۴۔

میت کا دیدار

سوال:- {876} نماز جنازہ پڑھانے کے بعد میت کا دیدار درست نہیں ہے؟ ایک میت میں ایک صاحب اعتراض کر رہے تھے کہ نمازِ جنازہ کے بعد میت کا دیدار نہیں کرنا چاہئے ، کیونکہ میت پر نماز کے بعد عالم برزخ کے احوال شروع ہو جاتے ہیں، اور میت کو غسل دینے کے بعد بھی دیدار کرنا درست ہے یا نہیں؟ (جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

جواب:- موت کے بعد انسان کو دیکھنے کے وہی آداب ہیں جو زندہ کو دیکھنے کے ہیں، غسل کے بعد بھی اور نمازِ جنازہ کے بعد بھی، مرد مرد کا چہرہ، عورت عورت کا چہرہ، عورت مرد کا چہرہ اور مرد محرم عورت کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں، غیر محرم عورت کو جیسے زندگی میں دیکھنا جائز نہیں، موت کے بعد بھی دیکھنا جائز نہیں، البتہ اگر چہرہ میں کوئی تغیر ہو گیا ہو، تو اس کو بیان نہ کرنا چاہئے ، بلکہ بہتر ہے کہ ایسی صورت میں چہرہ دکھانے سے بھی گریز کیا جائے۔

جہاں تک عالم برزخ شروع ہونے کی بات ہے تو موت کے بعد ہی انسان عالم برزخ میں پہونچ جاتا ہے، اس سے چہرہ کے دیکھنے اور دکھانے کا کوئی تعلق نہیں۔

حاملہ کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو؟

سوال:- {877} حاملہ عورت کے انتقال پر پتہ چلے کہ بچہ پیٹ میں زندہ ہے، تو کیا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکالنے کی اجازت ہے؟ (محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- مردہ کا احترام واجب ہے، اور زندہ کی حفاظت اس سے زیادہ اہم ہے، اس لئے اس صورت میں مردہ عورت کے پیٹ سے آپریشن کے ذریعہ بچہ نکال لیا جائے گا:

"امرأة حامل ماتت واضطرب في بطنها شئ
وكان رأيهم أنه ولد حي شق بطنها" (۱)

میت کے قرض کی ادائیگی

سوال:- {878} میت کے ورثاء کو کتنی مدت میں
میت کا قرض ادا کردینا چاہئے؟ (ایم،ایس خان، اکبر باغ)

جواب:- اس کے لئے مدت مقرر نہیں، اگر کسی خاص تاریخ کے وعدہ پر مرحوم نے قرض لیا تھا، تو اس تاریخ تک قرض ادا کردینے کی کوشش کرنی چاہئے، اس سے پہلے ادا کردے تو زیادہ بہتر ہے، اگر اس تاریخ تک ادا نہ کر پائے تب بھی جتنا جلد ممکن ہو ادا کرے، تاخیر کی صورت میں باز پرس کا اندیشہ ہے۔(۲)

میت کے ذمہ باقی روزے

سوال:- {879} میت کے ذمہ فرض روزے باقی
ہوں، تو کیا ورثاء میت کی طرف سے روزے رکھ سکتے ہیں؟
(ایم،ایس خان، اکبر باغ)

جواب:- اگر میت کا روزہ بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹ گیا ہو تو ایسے شخص پر اس کی قضاء یا فدیہ واجب نہیں، بشرطیکہ سفر و مرض کے بعد اتنی مہلت نہ مل پائی ہو کہ وہ اس کی قضاء کرتا:

"ولو فات صوم رمضان بعد المرض أو السفر
واستدام المرض والسفر حتى مات لا قضاء

(۱) فتح القدير :۲/۱۰۲۔
(۲) رد المحتار :۱۰/۴۹۷، ط: زکریا، دیوبند۔ محشی۔

علیه ألخ." (۱)

لہٰذا ایسی صورت میں میت کی طرف سے کچھ واجب نہیں۔

اگر غفلت کی وجہ سے روزے فوت ہوگئے یا روزوں کو ادا کرنے کی مہلت ملنے کے باوجود روزہ ادا نہیں کر پایا، یہاں تک کہ انتقال ہوگیا تو اب اس کی طرف سے ہر روزے کے بدلے ایک صدقۃ الفطر کے بقدر پیسے یا مال صدقہ کر دینا چاہئے، ورثہ کا ان کی طرف سے روزہ رکھنا کافی نہیں، کیونکہ خالص بدنی عبادتوں میں ایک شخص دوسرے شخص کی نیابت نہیں کر سکتا، یہی حنفیہ اور اکثر فقہاء کا مسلک ہے۔ (۲)

میت کے سینہ پر قرآن مجید

سوال:- {880} یکم اپریل کے اخبار میں شہداء فلسطین کے بازو میں اور نعشوں کے سینوں پر قرآن مجید رکھے ہوئے ہیں، تو کیا میت پر قرآن مجید رکھ سکتے ہیں؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- قرآن مجید کے احترام کے پیش نظر قرآن مجید کا میت کے اوپر رکھنا مناسب نہیں، فقہاء نے اس سے منع کیا ہے:

"ولا یوضع علی بطنه المصحف إکرامًا للمصحف" (۳)

* * * * *

(۱) الفتاوی الهندیة :۱/ ۲۰۷۔

(۲) رد المحتار :۳/ ۱۵۱، مکتبہ زکریا دیوبند۔ محشی۔

(۳) حلبی کبیر: ص: ۵۷۷، فصل في الجنائز . از محشی۔

میت کا غسل اور کفن

مردہ کو غسل دینے کا طریقہ

سوال:- {881} میت کے غسل کا کیا طریقہ ہے، وضاحت کے ساتھ بتائیں؟　　　　(شیخ علیم، بودھن)

جواب:- میت کو غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ایک تخت پر لٹایا جائے، اور اس کے حصہ ستر پر ایک کپڑا ڈال کر جسم کے باقی کپڑے نکال دیے جائیں، پھر اولاً اس کو کلی اور ناک میں پانی ڈالے بغیر وضو کرایا جائے، اس کے بعد پورے جسم پر پانی بہادیا جائے، پانی یا تو بیر کے پتہ میں پکا کر گرم کیا ہوا ہو، یا صفائی کی کوئی اور چیز استعمال کی جائے، نیز سر اور داڑھی کو خاص طور سے صابون سے دھویا جائے، پھر اسے بائیں کروٹ لٹا کر اس طرح پانی ڈالا جائے کہ دوسری جانب نچلے حصے تک پانی اچھی طرح پہنچ جائے پھر دائیں کروٹ لٹا کر پانی بہادیا جائے، یہاں تک کہ نچلے حصے یعنی بائیں جانب پانی پہنچ جائے، اس کے بعد مردے کو سہارا دے کر بٹھایا جائے، اور پیٹ کو آہستہ آہستہ ہاتھ سے دبایا جائے، اگر کچھ غلاظت باہر نکلے تو اس نجاست کو دھو دینا کافی ہے، دوبارہ غسل اور وضو کی ضرورت نہیں، اخیر میں جسم کو تولیہ سے پونچھ دیا جائے، اور

کفن پہنادیا جائے، سر اور داڑھی میں خوشبو لگادی جائے، اور اعضاء سجدہ پر کافور مل دیا جائے، سر اور داڑھی میں کنگھا کرنے کی ضرورت نہیں، نیز ناخن اور بال بھی کاٹے نہ جائیں۔(۱)

اس بات کا تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ مُردوں کو مرد محرم رشتہ دار اور عورتوں کو عورت محرم رشتہ دار یعنی بیٹیوں، بہنوں وغیرہ کو غسل دینا چاہئے، یہ احتیاط ملحوظ رکھنا چاہئے، کیونکہ غسل کے وقت خواہ جس قدر بھی احتیاط کی جائے، بہر حال بے پردگی کا اندیشہ ہے۔

شوہر کا بیوی کو غسل دینا

سوال:- {882} شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، جب کہ حضرت علی ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا، نیز حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اگر تم میرے سامنے فوت ہو جاؤ تو میں تمہیں غسل دوں گا، تو اب سوال یہ ہے کہ جسم کو ہاتھ لگائے بغیر غسل دینا کس طرح ممکن ہوگا؟　　(محمد نصیر عالم سبیلی، دربھنگہ)

جواب:- مسئلہ یہی ہے کہ شوہر بیوی کو غسل نہیں دے گا، اس لئے کہ موت کی وجہ سے شوہر کا تعلق بیوی سے بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے، اور بیوی اجنبی عورت کے حکم میں ہو جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ ”مردوں کے درمیان ایک عورت وفات پاگئی، اس کے متعلق آپ ﷺ سے پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”تیمم بالصعید“(۲) یعنی مٹی سے تیمم کرایا جائے، آپ نے یہ استفسار نہیں فرمایا کہ اس کا شوہر بھی ہے یا نہیں۔

رہا حضور ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فرمانا کہ ”اگر تو میری موجودگی میں

---

(۱) الهداية:۲/۱۳۸-۱۴۰۔

(۲) مسند أحمد:۲۶۲۴۔

دنیا سے رخصت ہوگئی تو میں غسل دوں گا" تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں بذات خود غسل دوں گا، بلکہ غسل کے اسباب فراہم کرونگا۔(۱) اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کا منشاء بذات خود غسل دینے کا تھا، تو اسے آپ ﷺ کی خصوصیت سمجھی جائے، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"کل سبب و نسب ینقطع بالموت إلا سببی و نسبی"(۲)

"ہر سبب ونسب موت کی وجہ سے ختم ہوجاتے ہیں، سوائے میرے سبب ونسب کے"

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا رشتہ موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوتا، اسی لئے نبی کی وفات کے بعد بھی اس کی بیویاں حرام ہوتی ہیں۔(۳) لہذا اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے سامنے دنیا سے رخصت ہوجاتیں تو بدستور بیوی ہی رہتیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی استدلال درست نہیں، اس لئے کے جب حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر غسل کی بابت اعتراض کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"أما علمت أن رسول الله ﷺ قال: إن فاطمة رضی الله تعالیٰ عنها زوجتك فی الدنیا و الآخرة"(۴)

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ تیری

(۱) بدائع الصنائع :۲/۳۵۔
(۲) مسند أحمد:۴/۳۲۲۔
(۳) الاحزاب :۵۲۔
(۴) بدائع الصنائع:۲/۳۶، رد المحتار :۱/۶۳۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

بیوی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی"

تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوا، وہ بدستور بیوی رہیں؛ اس لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ حضرت علی ﷛ کی خصوصیت ہے، نیز اگر شوہر کا بیوی کو غسل دینا جائز ہوتا، تو عبداللہ ابن مسعود ﷛ اعتراض نہ کرتے اور حضرت علی ﷛ کو یہ جواب دینا نہ پڑتا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ شوہر کا بیوی کو غسل نہ دینے کی بات صحابۂ کرام ﷺ میں عام تھی۔

میت کے غسل کا پانی

سوال:- {883} مردہ کو غسل دیتے وقت تختہ کے نیچے گڑھا کیا جاتا ہے کہ غسل کا پانی بہہ نہ جائے، اگر یہ پانی موری میں یا جھاڑ میں بہادیا جائے تو کیا یہ درست ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- موت ناپاکی کا سبب ہے، اور اصل میں تو اس ناپاکی کا ازالہ ممکن نہیں، اسی لئے جو جانور شرعی طریقہ پر ذبح نہ کیا گیا ہو، بلکہ مردار ہو وہ پاک نہیں ہوسکتا، انسانی کرامت کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف اس کے لئے یہ خصوصیت برتی گئی ہے کہ میت کو غسل دیا جائے تو شرعاً اسے پاک تصور کیا جاتا ہے، (۱) پس میت کا غسل، غسل طہارت ہے، جیسا کہ غسل جنابت، جیسے غسل جنابت کے پانی بہانے کی کوئی جگہ متعین نہیں، وہی حکم میت کے غسل دینے کا بھی ہے، اس لئے غسل میت کا پانی جھاڑ یا موری میں بہادینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ یہ بات ذہن میں رہے کہ مردہ کا یہ پہلا دھوون ناپاک ہے، اس لیے کپڑے وغیرہ کو اس سے بچایا جائے۔

(۱)　الدر المختار مع رد: ۱۰۲/۳، کتاب الجنائز۔

غسل کون دے؟

سوال:- {884} باپ یا لڑکا یا زنانہ میت ہو جائے تو غسل کون دے گا؟ اگر کوئی شخص لا ولد ہو تو کیا اس کو امام مسجد یا عالم غسل دیں گے، کوئی اور بھی دے سکتا ہے؟ اگر کوئی وصیت کر جائے کہ مجھ کو فلاں صاحب غسل دیں تو کیا اس وصیت کو بجالانا ضروری ہے، کیا پیر یا امام مسجد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مرنے والے کے گھر کھانا پکوا کر بھیجے، غسالوں کو اجرت دیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟　　(سید مظفر حسین، مشیر آباد)

جواب:- غسل میت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ مَردوں کو مرد ہی غسل دیں، اور عورتوں کو عورتیں، اگر مرد کا انتقال ہو گیا اور غسل دینے والا کوئی مرد موجود نہیں، تو عورت تیمم کرائے، اگر عورت کے ساتھ یہ صورت پیش آئے تو مرد تیمم کرائے، پھر تیمم کرانے والا مرد یا عورت محرم ہو، تو براہِ راست اپنا ہاتھ ستعمال کرے، اور اگر غیر محرم ہو، تو ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے۔(۱)

لیکن یہ حکم اسی وقت ہے جب وہ شہوت کی عمر کو پہنچ کر مرے ہوں، چھوٹے بچوں اور بچیوں کو مرد بھی غسل دے سکتے ہیں، اور عورتیں بھی:

" ثم في الصغير والصغيرة إذا لم يبلغا حد الشهوة يغسلهما الرجال والنساء " (۲)

---

(۱) " ويغسل الرجال الرجال، والنساء النساء، ولا يغسل أحدهما الآخر ... إذا كان للمرأة محرم تيممها باليد، وأما الأجنبي فبخرقة على يديه "(الفتاوى الهندية:۱/۱۶۰)

(۲) خلاصة الفتاوى :۱/۲۲۲، نیز دیکھئے:الفتاوى الهندية:۱/۱۶۰۔

اجنبی مردوں اور عورتوں کو دوسرے اجنبی مرد اور عورتیں غسل دے سکتی ہیں، لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ پرہیزگار و صالحین سے غسل دلایا جائے:

"والأولى في الغاسل أن يكون أقرب الناس إلى الميت، فإن لم يحسن الغسل فأهل الأمانة والورع" (۱)

مرشد وغیرہ بھی چونکہ اسی زمرہ میں ہیں، اس لئے غسل میں ان کی شرکت بہتر ہے۔

مرنے والے کے گھر کھانا پکا کر بھیجنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، پیر و مرشد بھی بھیج سکتے ہیں اور دوسرے رشتہ دار بھی، رسول اللہ ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ (۲)

غسال کو اجرت دی جائے تو درست ہے، شرعاً اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اجرت کے صحیح ہونے میں مانع ہو۔ (۳)

غسل میت کے چند مسائل

سوال:- {885} کوئی مسلمان کسی اتفاقی حادثہ کے نتیجہ میں زخمی ہو کر مر جائے، مثلاً ٹرین وغیرہ کے حادثہ کا شکار ہو جائے، تو کیا اس کو غسل دیا جائے گا؟ کوئی شخص زندہ جل جائے اور اس کے جسم کا ۱/۲ یا ۳/۲ حصہ کھال جل کر علیحدہ

(۱) کبیری: ص: ۵۳۷۔

(۲) "اصنعوا لآل جعفر طعاما، فإنه قد أتاهم أمر شغلهم" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۱۳۲، الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۹۹۸، "قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح، سنن ابن ماجه، حدیث نمبر: ۱۶۱۰، باب ما جاء في الطعام يبعث إلى أهل الميت، وحاکم، حدیث نمبر: ۱۳۷۷)

(۳) "والأصل أن يغسل الميت مجانا وإن ابتغى الغاسل الأجر، فإن كان هناك غيره يجوز أخذ الأجر وإلا لم يجز ها" (الفتاوى الهندية: ۱/۱۵۹-۱۶۰)۔

ہو جائے اور جلنے کی وجہ سے کھال میں تعفن پیدا ہو جائے اور
لاش کو پوسٹ مارٹم سے پہلے غسل دے دیا گیا ہو، ان تمام
صورتوں میں غسل میت کا کیا حکم ہے؟ آیا غسل دینا چاہئے یا
صرف مسح کرنا چاہئے؟　　　(عبدالکریم، قبا کالونی)

جواب:- میت کے غسل دینے کے متعلق اصولی طور سے چند باتیں سمجھ لینی چاہئے۔

۱...... غسل اسی وقت دیا جائے گا جب کہ لاش کا اکثر حصہ مل جائے، یا لاش کا نصف حصہ ہی بشمول سر کے مل جائے، اگر لاش کا اس قدر حصہ نہ مل پائے تو غسل نہیں دیا جائے گا:

"ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس
يغسل و يكفن ويصلى عليه"(۱)

۲...... اگر مردہ کو اس طرح غسل دینا ممکن نہ ہو کہ جسم کو ملا جائے تو صرف پانی بہانے پر اکتفا کیا جائے گا۔(۲)

۳...... اگر جسم کا اکثر حصہ بشمول سر کے مل جائے لیکن طول میں یہاں سے وہاں تک لاش چاک ہو تو اس صورت میں بھی غسل نہیں دیا جائے گا، بلکہ نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔

"وإن وجد نصفه من غير الرأس أو وجد
نصفه مشقوقا طولا ، فإنه لا يغسل ولا يصلى
عليه" (۳)

۴...... اگر کسی وجہ سے غسل دینا ممکن نہ ہو، پانی میسر نہ ہو، یا جسم بہت پھول کر پھٹ گیا ہو، یا ایڈز کا مریض ہو اور غسل دینے کی وجہ سے جراثیم پھیل سکتے ہوں، تو مردہ کو تیمم کرایا جائے گا۔

---

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۱۵۹، ط:بیروت۔

(۲) "ولو كان الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه "(الفتاوى الهندية:۱/۱۵۸)

(۳) الفتاوى الهندية:۱/۱۵۹۔

۵...... ایک دفعہ غسل دیدینے کے بعد اگر مُردہ کے جسم سے کوئی نجاست وغیرہ نکلے تو اس کی وجہ سے دوبارہ غسل واجب نہیں ہوگا، بلکہ صرف اس حصہ کو کپڑے سے صاف کر دیا جائے گا۔(۱) لہٰذا :

۱...... مسئولہ صورت میں اوپر ذکر کی گئی تفصیل کے مطابق اگر پانی بہایا جاسکے تو صرف پانی بہادیا جائے گا، اور وہ بھی ممکن نہ ہو تو تیمم کرایا جائے گا، اور اگر ایکسیڈنٹ وغیرہ کی وجہ سے لاش کا اکثر حصہ ضائع ہو جائے، یا کچل کر بالکل پھوٹ پھٹ جائے، تو یونہی کپڑے میں لپیٹ کر دفنا دے، نہ غسل دیا جائے گا، نہ نماز پڑھی جائے گی۔

۲...... پوسٹ مارٹم سے پہلے غسل دیا جا چکا ہو تو بعد میں غسل کی ضرورت نہیں، پوسٹ مارٹم کی وجہ سے اوپر جو کچھ آلائش لگ گئی ہو تو اسے صاف کر دیا جائے گا۔

چار دن زندہ رہ کر بچہ انتقال کر جائے اس کو غسل دینا

سوال:- {886} اگر چار دن کے بعد بچہ کا انتقال ہو جائے تو کیا اسے غسل دینے کی ضرورت ہے؟

(محمد جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

جواب:- جو بچہ مُردہ پیدا نہ ہوا ہو، بلکہ پیدائش کے وقت اس میں زندگی ہو اس کو غسل بھی دیا جائے گا، اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الطفل لا يصلى عليه ... حتى يستهل" (۲)

---

(۱) " ولا يعاد غسله ولا وضوئه بالخارج منه : لأن غسله ما وجب لرفع الحدث لبقائه بالموت بل لتنجسه بالموت " (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الجنائز:۱/۵۷۵۔)

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۱۰۳۲۔

''جو بچہ پیدائش کے وقت روئے تو اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی''

رونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں زندگی موجود رہی ہو، چونکہ عام طور پر پیدائش کے وقت بچے روتے ہیں، اور یہی رونا ان کی زندگی کی علامت ہے، اس لئے آپ ﷺ نے خاص طور پر رونے کا ذکر فرمایا اور ظاہر ہے کہ نماز ایسے ہی مردہ پر پڑھی جائے گی، جسے غسل دیا گیا ہو، بلکہ اگر بچہ مُردہ پیدا ہوا ہو تب بھی گو اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، لیکن غسل اسے بھی دیا جائے گا، مشہور فقیہ علامہ ابراہیم حلبیؒ فرماتے ہیں:

"من علم بحياته عند ولادته باستهلال أو حركة غسل وصلى عليه وكذا الولد خرج أكثره حيا وإلا غسل ولم يصل عليه" (۱)

''جس بچہ کی ولادت کے وقت رونے یا حرکت کرنے کی وجہ سے اس کے زندہ ہونے کا علم ہو جائے، تو اسے غسل دیا جائے گا، اور اس پر نماز پڑھی جائے گی، اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جب بچہ کا اکثر حصہ زندگی کی حالت میں ماں کے پیٹ سے باہر آیا ہو''۔

غسل کے پانی پر دعاء پڑھنا

سوال:- {887} مردہ کو غسل دینے کے لئے پانی پر جو دعاء پڑھی جاتی ہے، اس پانی کو کس طرح بہائیں؟ کیا یہ دعاء بالغ مردوں، عورتوں اور نابالغوں کے لئے الگ الگ ہے؟

(اسرار احمد وفاطمہ، بودھن)

---

(۱) کبیری: ص: ۵۴۷۔

جواب:- مردوں کو غسل دینے کے لئے پانی پر پڑھنے کی کوئی دعاء منقول نہیں، عام پانی ہی سے غسل دینا ہے، اس لئے نہ اس کی کوئی دعاء منقول ہے اور نہ اس پر دعاء پڑھنا درست ہے، اگر کسی پانی پر دعاء پڑھ دی گئی تو ایسا نہیں کہ دعاء اس پانی کے اندر حلول کر جائے، بلکہ اس پانی کا حکم دوسرے پانی ہی کی طرح ہے۔

کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا

سوال:- (888) میرے گاؤں کے قریب مجھ کو دو تین مرتبہ میت میں جانے کا موقع ملا ہے، میں نے وہاں دیکھا کہ امام صاحب کفن پر ایک طرف اللہ اور دوسری طرف محمد لکھتے ہیں، نیز اسی کفن پر عطر سے محمد رسول اللہ (ﷺ) لکھ کر اس پر عبیر ڈال دیتے ہیں، کیا اس طرح کفن پر لکھنا حدیث سے ثابت ہے؟　(شیخ میران، بلال فارم)

جواب:- کفن پر اللہ، یا کلمہ طیبہ لکھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں اور فقہاء نے بھی اس کو منع کیا ہے، نیز اس میں کلمہ طیبہ کی بے حرمتی ہوتی ہے، اگر کوئی زندہ شخص اپنے کپڑا پر اللہ، محمد کا نام لکھ لے تو آپ یقیناً اسے بے ادبی سمجھیں گے، کفن بھی مُردہ کا لباس ہے، اور پھولنے، پھٹ جانے کے بعد کفن ناپاک چیزوں سے بھی آلودہ ہو جائے گا، اس لئے اس پر کلمۂ طیبہ وغیرہ لکھنا زیادہ بے ادبی اور زیادہ بے احترامی ہے۔(۱)

عورتوں کا کفن

سوال:- (889) عورتوں کو کتنے کپڑے میں کفن دیا

---

(۱)　رد المحتار :۱/ ٦٦٨، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔محشی۔

جائے؟اورکس ترتیب سے کفن کے کپڑے پہنائے جائیں؟

(محمد رہبر عالم، بیدر)

جواب:- عورتوں کوکم سے کم تین کپڑوں میں کفن دینا چاہئے،اورکفن سنت یہ ہے کہ پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے،حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ جن خواتین نے آپ ﷺ کی صاحبزادی کوغسل دیا، آپ ﷺ نے انہیں پانچ کپڑے سپرد کئے، اس میں ایک چادر، دوسرے ازار، (تہبند) تیسرے اوڑھنی، چوتھے لفافہ جو پورے جسم کو لپیٹ لے اور پانچویں سینہ پر باندھے جانے والا کپڑے کاٹکڑا تھا۔(۱)

کفن میں ترتیب یہ ہے کہ اولاً سینہ پر کپڑا باندھ دیا جائے،پھر چادر اوڑھائی جائے،بال کے دو حصے کرکے سینے پر ڈال دیا جائے،اب اوڑھنی والا کپڑا اوڑھایا جائے،اس کے بعد ازار، اور آخر میں لفافہ، یہ سب سے پہلے بچھایا جائے گا،اورکفن کے تمام کپڑوں کے اوپر آخر میں لپیٹا جائے گا،(۲) مناسب ہے کہ جو خواتین عملاً کفن پہنانے کا تجربہ رکھتی ہوں، ان سے کفن پہنانے کی ترتیب دریافت کرلی جائے۔

رنگین کفن

سوال:- {890} کیا مُردوں کو رنگین کفن دیا جاسکتا ہے؟اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں؟

(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

---

(۱) البحر الرائق :۲/۳۰۹۔

(۲) فتح القدیر :۱/۷۹، نیز دیکھئے:الدر المختار مع رد المحتار :۳/۹۸۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کپڑا سفید کپڑا ہے، تو جو لوگ زندہ ہیں، وہ سفید کپڑے کو اپنا لباس بنائیں اور مُردوں کو ایسے ہی کپڑوں میں کفن دیا جائے ،(۱) اس لئے سفید کپڑوں میں کفن دینا افضل ہے"

"فالأفضل أن يكون التكفين بالثياب البيض"(۲)

ویسے دوسرے رنگ کے کپڑوں میں کفن دیا جاسکتا ہے ،فقہاء نے اس سلسلہ میں جو اصول لکھا ہے وہ یہ ہے کہ زندگی میں جس کپڑے کو پہننا جائز ہے، موت کے بعد اس میں کفن دینا بھی جائز ہے، مَردوں کے لئے چونکہ ریشمی اور زعفرانی کپڑا حرام ہے، اس لئے اس میں کفن دینا بھی جائز نہیں، عورتوں کے لئے چونکہ زندگی میں ایسے کپڑوں کو پہننا درست ہے، اس لئے ان کو ایسے کپڑوں میں بھی کفن دیا جاسکتا ہے۔

" والحاصل أن ما يجوز لكل جنس أن يلبسه في حياته يجوز أن يكفن فيه بعد موته " (۳)

کنواری لڑکی کو سرخ کفن

سوال:- {891} بعض مقامات پر بالغ غیر شادی شدہ کنواری لڑکی کو سرخ کفن پہنایا جاتا ہے ، کیا یہ شرعاً درست ہے؟　　(اے، این، محبوب نگر)

جواب:- کپڑوں کے بارے میں جو حکم زندگی کا ہے، وہی حکم موت کے بعد بھی ہے، ریشم مَردوں پر زندگی میں بھی حرام ہے، اور موت کے بعد بھی، عورتوں کے لئے ریشمی کپڑا زندگی

---

(۱) مستدرک حاکم، حدیث نمبر:۱۳۰۹۔محشی۔

(۲) بدائع الصنائع :۲/۳۹۔

(۳) حوالہ سابق۔

میں بھی جائز ہے اور اس کے کفن بھی، اسی طرح زعفرانی شوخ رنگ کے کپڑے مردوں کے لئے زندگی میں بھی مکروہ ہیں، اور ان کا کفن بھی، البتہ عورتوں کے لئے ان کا کفن جائز ہے:

" وفي حق النساء بالحرير والابريسم و المعصفر والمزعفر، ويكره للرجال ذالك" (۱)

البتہ سفید کفن پسندیدہ ہے، اس لئے مرد ہو، یا عورت، شادی شدہ ہو، یا غیر شادی شدہ، بالغہ ہو، یا نابالغہ، ہر ایک کے لئے سفید کفن بہتر ہے، اور عورت خواہ کوئی بھی ہو، سرخ کفن بھی جائز ہے، اس میں بالغ ونابالغ اور شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کا کوئی فرق نہیں۔

کفن کو آب زمزم میں دھونا

سوال:- {892} حج کے لیے جاتے وقت لوگ کفن کا کپڑا ساتھ لے جاتے ہیں، تا کہ آب زمزم میں تر کر کے لائیں، بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ زمزم کے پانی میں کفن تر کر لینے سے مغفرت کی امید ہوتی ہے، اس سلسلہ میں حکمِ شرعی پر روشنی ڈالیں؟ (حافظ غلام احمد مصطفیٰ، بیدر)

جواب:- موت کے بعد انسان کی مغفرت اصل میں تو زندگی کے عمل سے متعلق ہے، اور ویسے دعاء اور ایصالِ ثواب کے ذریعہ بھی اسے نفع پہونچ سکتا ہے، کفن کو زمزم سے تر کر دینے کی وجہ سے انسان کی مغفرت ہو جائے یہ بات نہ قرآن وحدیث میں آئی ہے، اور نہ سلف صالحین سے اس طرح کی بات منقول ہے، ہاں تبرکاً کفن میں ایسے کپڑے کا استعمال درست ہے، جس سے کوئی مقدس نسبت متعلق ہو، یہ بات ثابت ہے کہ ایک صحابی ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے عباء کی درخواست کی، اور جب لوگوں نے ان کے اس عمل پر ناگواری ظاہر کی تو انہوں نے

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۱۶۱۔

یہی کہا کہ میں نے اسے اپنے کفن کے لئے حاصل کیا ہے،(۱) اسی طرح آپ ﷺ نے رأس المنافقین عبداللہ بن اُبی کو ان کے صاحبزادہ کی خواہش پر کفن کے لئے اپنا کرتہ عطا فرمایا۔(۲) اس سے معلوم ہوا کہ اگر تبرک کا کفن کے کپڑے کو زمزم سے دھولیا جائے، تو اس کی گنجائش ہے، البتہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے کفن ملنے کے باوجود عبداللہ بن ابی کی مغفرت نہیں ہوسکی، حالانکہ اس کپڑے سے زیادہ مبارک و مسعود کپڑا اور کون سا ہوسکتا ہے؟ جو رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس پر رہا ہو۔

(۱)　صحیح البخاری، حدیث نمبر:۱۲۷۷، باب من استعد الکفن في زمن النبي ﷺ فلم ینکر علیه، نیز دیکھئے: حدیث نمبر:۵۸۱۰، ۲۰۳۶۔ مرتب۔

(۲)　سنن نسائي، حدیث نمبر:۱۹۰۲، ۱۹۰۱۔ القمیص في الکفن۔ محشی۔

نمازِ جنازہ

نمازِ جنازہ کی دعاء

سوال:- {893} نمازِ جنازہ میں مرحوم مرد ہو کہ خاتون، لڑکا ہو کہ لڑکی، ان کے لیے جو دعائیں مخصوص ہیں، وہی پڑھنی چاہئے یا کوئی اور دعاء بھی کہی جاسکتی ہے؟

(نادر المسددی، مغل پورہ)

جواب:- جنازہ پر پڑھی جانے والی دعاء رسول اللہ ﷺ سے مختلف الفاظ میں نقل کی گئی ہے، ابوابراہیم اشہلیؒ اپنے والد سے رسول اللہ ﷺ کا عمل نقل کرتے ہیں:

''آپ ﷺ نے ایک جنازہ پر یہ دعاء پڑھی:

" اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا "

حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت میں مذکورہ دعاء کے ساتھ یہ اضافہ بھی ہے:

" اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ ، و

"مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ"(۱)

اسی طرح ایک صحابی رسول حضرت عوف بن مالک ﷺ ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جنازہ کی ایک دوسری دعاء بھی نقل کی ہے، الفاظ یوں ہے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَ ارْحَمْهُ وَ اغْسِلْهُ بِالْبَرْدِ كَمَا يُغْسَلُ الثَّوْبُ"(۲)

ان دونوں روایتوں کے بارے میں امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ یہ حسن اور صحیح کے درجہ کی ہیں: "هذا حديث حسن صحيح "(۳) اسی لیے اہل علم کی رائے ہے کہ جنازہ کے لیے کوئی خاص دعاء متعین نہیں ہے، بلکہ کوئی بھی دعاء پڑھی جاسکتی ہے، جس میں میت اور سارے مسلمانوں کی مغفرت کے لیے دعاء کی جائے:

"ثم يكبر أخرى ، و يدعو للميت و لجميع المسلمين ، وليس فيها دعاء موقت "(۴)

غرض کہ جنازہ کے لیے کوئی خاص دعاء متعین نہیں ہے، کوئی بھی دعاء جس میں میت اور سارے مسلمانوں کے لیے استغفار ہو، پڑھی جاسکتی ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ آپ ﷺ سے ثابت شدہ دعاؤں کو پڑھا جائے کہ وہ باعثِ سعادت و برکت ہیں۔

مرد وعورت کے مشترک جنازہ پر دعاء

سوال:- {894} عورت اور مرد کے جنازے کی نماز ایک ساتھ پڑھ سکتے ہیں؟ جب کہ دونوں کے لئے علاحدہ

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۱۰۲۴۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۱۰۲۵۔

(۳) حوالہ سابق

(۴) الفتاوی الهندية:۱/۱۶۴۔

دعائیں ہیں، اور جب ایک ساتھ پڑھی جائے تو اس کا کیا طریقہ ہوگا؟ (نادر المسدوی، مغل پورہ)

جواب:- ایک ساتھ کئی جنازے جمع ہوجائیں، خواہ وہ مردوں کے ہوں یا عورتوں کے ان تمام پر ایک ساتھ نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے:

"ولو اجتمعت الجنائز يخير الإمام إن شاء صلى على كل واحد على حدة وإن شاء صلى على الكل دفعة بالنية على الجميع"(۱)

اوران پر وہی ایک دعاء پڑھی جائے گی جو عام طور پر لوگ پڑھتے ہیں، یعنی:

" اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا و أُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْإِيْمَانِ " (۲)

واضح ہو کہ بالغ مردوں اور عورتوں کے لیے ایک ہی دعاء ہے۔

ایک مرد اور ایک عورت کا جنازہ

سوال:- {895} اگر ایک ہی مرتبہ دو جنازہ آجائیں، ایک مردانہ اور ایک زنانہ، تو ایسی صورت میں دونوں کی نماز جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جائیگی، یا ایک ہی مرتبہ؟

(محمد سعادت خان، محبوب نگر)

جواب:- دونوں جنازوں پر مستقلاً اور علیحدہ نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے اور ایک ساتھ

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۱۶۵۔

(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۰۲۴۔

بھی۔ اگر مرد، عورت کا جنازہ ہو تو امام کے سامنے پہلے مرد کا جنازہ رکھا جائیگا، اس کے بعد عورت کا:

"إن شاء صلى عليهم دفعة وإن شاء صلى لكل جنازة صلاة على حدة ... وإن اختلف الجنس وضع الرجل بين يدي الإمام ... ثم المرأة"(۱)

مسجد میں نمازِ جنازہ

سوال:- {896} میں ایک عزیز کی نمازِ جنازہ میں شریک تھا، مسجد کے باہر حصہ میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے لوگوں کا اصرار تھا کہ نماز اندر پڑھائی جائے، مگر چند بزرگ حضرات کے منع کرنے پر تنگ جگہ پر ہی نماز پڑھائی گئی، معلوم کرنے پر ایک بزرگ صاحب نے بتایا کہ اندر نماز پڑھانے سے نماز تو ہو جائے گی، لیکن میت کو ثواب نہیں ملے گا۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟　　(محمد یحییٰ صدیقی، یاقوت پورہ)

جواب:- حنفیہ کے یہاں بلا عذر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، اس سلسلہ میں بعض روایات بھی ہیں، البتہ اگر کوئی عذر ہو، جیسے بارش یا جگہ کی تنگی، تو مسجد میں بھی نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، (۲) یہ کہنا کہ مسجد میں نماز پڑھانے سے میت کو ثواب نہیں پہنچے گا، درست نہیں، کیونکہ اس عمل سے میت کا تعلق نہیں کہ وہ ثواب سے محروم ہو۔

---

(۱) البحر الرائق ۲/۲۸۷۔

(۲) رد المحتار ۱/۶۵۲، مطلب في كراهة صلاة الجنازة في المسجد ۔مکتبہ رشیدیہ۔ کشمی۔

صحن مسجد میں جنازہ

سوال:- {897} ہمارے یہاں ایک مسجد ہے، جمعہ کے دن مسجد اور صحن مسجد میں نمازی بھر جاتے ہیں، کیا ایسی مسجد کے صحن میں نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے؟

(رشید احمد خان، بھینسہ)

جواب:- حضرت ابوہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھی، اس کے لئے کوئی اجر نہیں: ''من صلی جنازة في المسجد فلا شيئ له''(۱) اس لئے امام ابوحنیفہؒ اور اکثر فقہاءؒ کے نزدیک مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا بہتر نہیں، (۲) اگر صحن مسجد نماز ہی کے لیے مخصوص ہو اور اس حصہ کا بھی مسجد ہی کی طرح احترام کیا جاتا ہو، تو پھر اس کا حکم بھی مسجد ہی کا ہے اور صحن میں بھی نماز پڑھنا بہتر نہیں، البتہ اگر مسجد سے باہر اتنی جگہ نہ ہو کہ وہاں نماز جنازہ ادا کی جاسکے تو پھر ضرورتاً مسجد میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔(۳)

رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ

سوال:- {898} حضور اکرم ﷺ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

(محمد واصل، مرادنگر)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پر کسی نے امامت نہیں کی، ''ولم يؤم الناس

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۳۱۹۱۔
(۲) البحر الرائق:۲/۱۸۶۔
(۳) الفتاوى الهندية :۱/۱۶۵، كتاب الجنائز ۔

علیٰ رسول اللہ ﷺ "(۱) اور غالباً ایسا آپ ﷺ کی ذات والاصفات کے مقام احترام کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہوگا، سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ لوگ آپ ﷺ پر تنہا تنہا نماز جنازہ پڑھتے رہے، پہلے مردوں نے پڑھی، پھر عورتوں نے اور اس کے بعد بچوں نے، (۲) صلی اللہ علیہ وآلہ وبارك وسلم ۔

مشرکین کے جنازہ یا ان کی تقریبات میں شرکت

سوال:- {899} مشرکین اور کفار کی میت میں شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ ان لوگوں کی شادی بیاہ یا ایسے ہی دوسری تقریبات میں شرکت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(آصف اقبال، سیتامڑھی)

جواب:- مشرکین اور کفار کے جنازہ میں شرکت جائز نہیں، اور نہ ہی ان کی مذہبی تقریبات اور دعوتوں میں شرکت جائز ہے، شادی بیاہ یا دوسری غیر مذہبی تقریبات میں اگر کوئی دوسری غیر شرعی بات نہ ہو تو شرکت کی جا سکتی ہے۔ (۳)

---

(۱) سیرت ابن ھشام: ۴/۶۶۳۔

(۲) حوالۂ سابق۔

(۳) " لا ينبغي للمؤمن أن يقبل هدية الكافر في يوم عيدهم ، ولو قبل لا يرسل إليهم شيئا " (ذخيره) وفي المستفيد من الواقعات لا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة هكذا ذكر محمد لكن المذكور في النوازل يخالف هذا فإنه كره فيه الإجابة " (فتاوی عبدالحی: ۱/۴۱۰)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں: " اور بر تقدیر جواز قبول ضیافت مشروط ساتھ اس امر کے ہے کہ مجلس دعوت غنا و مزامیر و بت پرستی و شراب خوری و اطرار کفر و شرک و محرمات سے خالی ہو اور اگر اس مجلس میں ایسے امور ہوں تو جانا درست نہیں ہے"۔ (حوالۂ سابق)

غیر مسلموں کے جنازہ میں شرکت

سوال:- {900} غیر مسلموں کے جنازہ میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بعض دفعہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی آخری رسومات میں جانا پڑتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(آصف الدین، کریم نگر)

جواب:- غیر مسلموں کے لئے استغفار اور ایصال ثواب تو قطعاً ناجائز ہے اور اس کی کوئی گنجائش نہیں (۱) اور اس کے بغیر بھی ان میں شرکت مناسب نہیں، البتہ اگر کہیں کسی خاص موقع پر مسلمان کا نہ جانا محسوس کیا جائے اور اس سے باہمی فاصلہ بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو پسماندگان کی دلداری اور تسلی کی نیت سے جایا جا سکتا ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت علی ؓ کو ابو طالب کی وفات کے بعد ان کی تدفین کی ذمہ داری انجام دینے کی ہدایت فرمائی تھی۔ (۲)

غائبانہ نمازِ جنازہ

سوال:- {901} آنحضرت ﷺ نے کن کن اشخاص کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی تھی، اور کیا غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟

(پروین اقبال، سید علی گوڑہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے اصحمہ نجاشی شاہ حبش پر غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی تھی، (۳) اس کے سوا غالباً کوئی اور واقعہ بسندِ صحیح آپ ﷺ کے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے کا نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ایک استثنائی واقعہ اور حضور ﷺ کی خصوصیت ہے، کیونکہ روایات سے معلوم

---

(۱) سنن نسائی، حدیث نمبر: ۲۰۳۷، کتاب الجنائز ۔ محشی۔
(۲) إعلاء السنن: ۲۸۲/۸، باب ما يفعل المسلم إذا مات له قريب كافر ۔ محشی۔
(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۴۵، کتاب الجنائز ۔

ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر آپ ﷺ کے اور جنازہ کے درمیان سے حجابات اٹھادئے گئے، (۱) گویا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے ہی تھا، اگر غائبانہ نمازِ جنازہ کا حکم ہوتا تو اس طرح کے اور واقعات بھی ثابت ہوتے اس لئے حنفیہ کے نزدیک نمازِ جنازہ غائبانہ نہیں ہے۔ (۲)

نمازِ جنازہ میں آسمان کی طرف دیکھنا

سوال:- {902} نمازِ جنازہ پڑھتے وقت امام صاحب کے اللہ اکبر کہنے پر اکثر حضرات سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے ہیں، اور بعض حضرات ہاتھ اٹھا کر باندھ لیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ (محمد فہیم الدین عظمٰی، نظام آباد)

جواب:- نمازِ جنازہ کسی کی بھی ہو اس میں آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ ہے، ''ویکرہ أن یرفع بصرہ إلی السماء'' (۳) اسی طرح حنفیہ کے نزدیک دوسری نمازوں کی طرح نمازِ جنازہ میں بھی صرف تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھائے گا، باقی تکبیرات پر ہاتھ نہ اٹھانا چاہئے: ''ولا یرفع یدیه إلا في التکبیرہ الأولی'' (۴)

پہلے عید یا نمازِ جنازہ؟

سوال:- {903} عیدگاہ میں عید کے موقع پر جنازہ آجائے تو پہلے نمازِ عید پڑھی جائے، یا نمازِ جنازہ؟

(محمد امجد، مونگیر)

---

(۱) مجمع الزوائد: ۳/۱۵۰، حدیث نمبر: ۴۲۰۳۔ محشی۔
(۲) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۶۴، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔ محشی۔
(۳) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۰۶۔
(۴) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۶۴۔

جواب:- اگر نمازِ عید اور نمازِ جنازہ کا اجتماع ہو جائے تو پہلے نمازِ عید پڑھی جائے، پھر نمازِ جنازہ: "تقدم صلاة العيد على صلاة الجنازة إذا اجتمعا"(۱)

کن کی نمازِ جنازہ نہیں ہے؟

سوال:- {904} دنیا میں کن لوگوں پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اوران کو غسل نہیں دیا جائے گا؟

(محسنہ قدوس، نلگنڈہ)

جواب:- ایک مسلمان بھائی کی حیثیت سے آپ سے خواہش کی جاتی ہے کہ ایسی باتیں دریافت کریں جن سے آپ کا دینی نفع اور سعادت وفلاح متعلق ہو، محض استفسار اور بے فائدہ معلومات اسلام میں کچھ پسندیدہ عمل نہیں، تاہم آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اس کا خون اس کے حق میں پاک ہے، البتہ اس پر نماز پڑھی جائے گی،(۲) کچھ لوگ وہ ہیں کہ اہانت اور جرم کی حوصلہ شکنی کی غرض سے نہ ان پر نماز پڑھی جائے گی، اور نہ ان کو غسل دیا جائے گا، باغی، ڈاکو، اپنی قوم کو ظالم جانتے ہوئے محض عصبیت میں اس کی مدد کرنے والے، مکابر یعنی جورات میں ہتھیار لے کر بے قصور لوگوں کو ڈراتا دھمکاتا ہو، جو شخص لوگوں کے گلے دبادیتا ہو، والدین یا ان میں سے ایک کا قاتل، بعض فقہاء کی رائے ہے کہ ان بدنصیب لوگوں کو غسل تو دیا جائے گا، لیکن ان پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔(۳)

جنازہ کی نماز میں ہاتھ کب چھوڑا جائے؟

سوال:- {905} جنازہ کی نماز میں ہاتھ کب چھوڑے

---

(۱) الفتاوی الهندية :۱/۱۵۲۔

(۲) البحر الرائق:۲/۳۴۵،ط:زکریا،دیوبند۔محشی۔

(۳) دیکھئے:رد المحتار :۳/۱۰۷-۱۰۸، بدائع الصنائع :۲/۳۰-۳۳۔

جائیں؟ اس میں، مجھ کو تین قول سننے میں آئے ہیں:

(الف) دونوں سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ چھوڑنا چاہئے۔

(ب) دائیں جانب سلام پھیرتے وقت سیدھا ہاتھ چھوڑا جائے، اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت بایاں ہاتھ چھوڑا جائے۔

(ج) جب دعائے مغفرت پڑھی جائے، اس کے بعد دونوں ہاتھ نیچے چھوڑ کر سلام پھیرنا چاہئے، ان تینوں میں سے کونسا قول صحیح اور معتبر ہے؟ (ندیم اختر، گلبرگہ شریف)

جواب:- اس سلسلہ میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، بظاہر زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول دے، کیونکہ ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا، مسنون ہے، جس کے لئے کوئی ذکر منقول ہو، اور اس حالت میں کوئی ذکر ماثور نہیں ہے، چنانچہ خلاصۃ الفتاوی میں ہے:

" ولا يعقد بعد التكبير الرابع : لأنه لا يبقى ذكر مسنون حتى يعقد ، فالصحيح أنه يحل اليدين ثم يسلم تسليمتين ،هكذا في الذخيرة " (۱)

''چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے، اس لئے کہ اب کوئی ذکر مسنون باقی نہیں کہ ہاتھ باندھا جائے، صحیح یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کھول دے، پھر سلام پھیرے''

علمائے ہند میں مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے اپنی کتاب ''سعایہ'' نیز ماضی قریب کے علماء میں مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ نے بھی یہی لکھا ہے۔(۲)

---

(۱) خلاصة الفتاوى :۱/۲۲۵۔

(۲) دیکھئے :فتاوی رحیمیہ:۳/۹۹۔

مہلوکینِ زلزلہ پر نمازِ جنازہ

سوال:- {906} حالیہ بھیانک زلزلہ میں بلڈنگوں کے ملبہ میں دب کر جو افراد فوت ہوگئے اور راحت کا کام کرنے والی ایجنسیوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود ان کی لاشیں برآمد نہ ہوسکیں، اور ایک طرح وہ زندہ درگور کہے جاسکتے ہیں، ایک طویل وقفے کے بعد بلڈوزروں کے ذریعہ منہدم عمارتوں کے ملبے کی صفائی کی جارہی ہے، ان کے شکستہ اعضاء کو عمارتی ملبے کے ساتھ اٹھا کر پھینک دیا گیا، یا انہیں ناکافی شناخت کی بناء پر نذر آتش کردیا گیا، اس طرح ان بد قسمتوں کی باقاعدہ تجہیز وتکفین بھی عمل میں نہیں آسکی، کیا ایسے اہل ایمان کی اجتماعی طور پر غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی؟ یا اس طرح ان کے لئے دعائے مغفرت کی جاسکتی ہے؟　　　　(منکہ خاتون، سید علی گوڑہ)

جواب:- فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر زلزلہ وغیرہ میں لوگوں پر عمارتوں کا ملبہ گر جائے، اور لاش کو نکالنا ممکن نہ ہو، تو جب تک لاش کے پھٹ جانے کا گمان نہ ہو، اسی ملبہ پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، جیسے بعض حالات میں قبر پر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے:

"ینبغی أن یکون فی حکم من دفن بلا صلاة من تردی فی نحو بئر أو وقع علیه بنیان ولم یمکن اخراجه" (۱)

---

(۱)　رد المحتار: ۱۲۵/۳۔

البتہ نماز جنازہ غائبانہ امام ابو حنیفہؒ اور اکثر فقہاء کے نزدیک درست نہیں، (۱) کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے شاہ حبشہ نجاشی کے سوا کسی اور دور افتادہ شخص پر غائبانہ نماز پڑھنا ثابت نہیں، (۲) علاوہ ازیں دوسرے قرائن اس بات کو بتاتے ہیں، کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

جہاں تک دعائے مغفرت کی بات ہے، تو اس کی گنجائش ہے، انفراداً بھی دعائے مغفرت کی جاسکتی ہے اور اجتماعی طور پر بھی، کیوں کہ خاص خاص موقعوں پر رسول اللہ ﷺ سے اجتماعی دعا کرنا بھی ثابت ہے۔ (۳)

جنازہ پر چار کے بجائے تین تکبیرات

سوال:- {907} (الف) نماز جنازہ میں اگر کوئی شخص چار کے بجائے تین ہی بار تکبیر کہے تو نماز ہوجائیگی یا نہیں؟

(ب) اگر امام تیسری تکبیر کے بعد بھول کر سلام پھیر دے اور سلام پھیرنے کے بعد یاد آئے تو اس وقت کیا کرے؟ (عبدالرحیم، وادی مصطفیٰ)

جواب:- (الف) نماز جنازہ میں چاروں تکبیرات فرض ہیں، اس لیے اگر ایک تکبیر بھی چھوٹ جائے تو نماز درست نہیں ہوگی، کیوں کہ فرض کے چھوٹ جانے سے عبادت فاسد ہوجاتی ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے: ''لو ترک واحدة منها لم تجز صلاته '' (۴)

---

(۱) الفتاوی الهندیة :۱/۱۶۴، کتاب الجنائز ۔محشی۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۱۲۴۵، کتاب الجنائز ۔مرتب۔

(۳) اعلاء السنن :۸/۲۶۸-۲۶۹۔محشی۔

(۴) الفتاوی الهندیة :۱/۱۶۴۔

(ب) اگر امام نے تیسری تکبیر کے بعد بھول کر سلام پھیر دیا اور نماز کو فاسد کرنے والی کسی بات کے پیش آنے سے پہلے یاد آ گیا تو اسے چاہئے کہ فوراً چوتھی تکبیر کہہ لے، اور اس کے بعد سلام پھیر دے تو نماز ہو جائے گی:

"ولو سلم الإمام بعد الثالثة ناسيا كبر الرابعة وسلم" (۱)

نمازِ جنازہ میں ایک سلام یا دو؟

سوال:- (908) میں سعودی عرب میں ملازمت کرتا ہوں، وہاں بارہا جنازے کی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے، مگر وہاں کی نمازِ جنازہ ایک سلام پھیر کر ختم کر دی جاتی ہے، جب کہ ہم کو جو تعلیم یہاں ملی وہ یہ ہے کہ جنازے کی نماز میں دو سلام پھیر کر نماز ختم کی جائے، تو پھر ہم کو کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟　　(محمد عثمان قریشی، یاقوت پورہ)

جواب:- نمازِ جنازہ بھی ایک نماز ہے، چنانچہ حدیث میں ہمیشہ اس کے لئے ''صلاۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور اس نماز کے لئے بھی طہارت وغیرہ کی وہی شرطیں ہیں، جو دوسری نمازوں کے لئے ہیں، اس کی بھی ابتداء تکبیر تحریمہ سے ہوتی ہے، اور انتہاء سلام پر، اس لئے جیسے دوسری نمازوں میں دو دفعہ سلام کیا جاتا ہے، اس نماز میں دائیں اور بائیں دونوں طرف سلام ہونا چاہئے، نمازِ جنازہ کے سلسلے میں جو صحیح روایتیں ہیں ان میں، مطلق سلام کا ذکر ہے، (۲) ایک یا دو کی صراحت نہیں، اس لئے امام ابو حنیفہؒ دوسری نمازوں کو سامنے رکھتے ہوئے نمازِ جنازہ میں بھی

---

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۱۶۵۔

(۲) صحيح البخاری ،حدیث نمبر:۱۳۲۱، كتاب الجنائز ۔ محشی ۔

دوسلام کے قائل ہیں، (۱) دوسرے فقہاء ایک ہی سلام کے قائل ہیں، یہی رائے امام احمد بن حنبل کی ہے، (۲) سعودی عرب میں چونکہ زیادہ تر لوگ حنبلی المسلک ہیں، اس لئے وہ ایک سلام پر اکتفاء کرتے ہیں، ان کی دلیل حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت ہے، اس روایت میں ایک ہی سلام پھیرنے کا ذکر ہے۔ (۳) اگر روایت معتبر ہوتی تو واقعی حجت تھی، مگر محدثین نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن صبہان بن ابوالعنبس ہیں، حافظ ابن حجرؒ نقل کرتے ہیں کہ یہ ضعیف ہیں۔ (۴)

جہاں تک عمل کرنے کی بات ہے، تو چونکہ یہ ایک فروعی مسئلہ ہے، اس لئے جب آپ سعودی عرب میں رہیں، تو جس امام کے پیچھے نماز پڑھیں اس کی اتباع کرلیں، اس کی گنجائش ہے، (۵) اور جب خود امامت کریں یا حنفی امام کے پیچھے پڑھیں تو دوسلام پھیریں کہ دلیل کے اعتبار سے یہ رائے زیادہ قوی ہے۔ (۶)

سڑک پر نماز جنازہ کی ادائیگی

سوال:- {909} نماز کے لیے جگہ کا پاک ہونا بھی ایک شرط ہے، بعض مساجد میں صحن نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے باہر سڑک پر جنازہ رکھ کر اور صفیں باندھ کر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، جبکہ سڑک کا پاک ہونا محال ہے، ایسی صورت میں کیا نماز

---

(۱) الفتاوی التاتار خانیة: ۲/۱۵۵۔ محشی۔
(۲) المغنی لابن قدامة: ۱/۳۱۸۔ محشی۔
(۳) سنن الدارقطنی: ۲/۱۵۹۔
(۴) دیکھئے: تقریب التھذیب: ۱/۳۸۵۔
(۵) رد المحتار: ۲/۳۰۲، مطلب فی الاقتداء بشافعی ....۔ محشی۔
(۶) إعلاء السنن: جلد: ۸، حدیث نمبر: ۲۲۳۰۔ محشی۔

جنازہ درست ہوگی؟　　(محمد ابراہیم، سکندرآباد)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ

"میں نوجوان اور کنوار تھا، مسجد ہی میں شب گذارتا تھا، کتے بھی مسجد میں آتے جاتے رہتے تھے اور پیشاب کردیتے تھے اور لوگ اس پر پانی کا چھڑکاؤ بھی نہیں کرتے تھے"(۱)

اس سے فقہاء نے یہ بات اخذ کی ہے کہ اگر زمین میں نجاست لگ جائے اور وہ خشک ہوجائے، نیز اس کا اثر یعنی اس کا رنگ و بو جاتا رہے تو زمین پاک سمجھی جائیگی اور اس پر نماز پڑھنا درست ہوگا:

"لو أصابت النجاسة على الأرض فجفت و ذهب أثرها تجوز الصلاة عليها عندنا"(۲)

عام طور پر سڑک کی یہی کیفیت ہوتی ہے، اس لیے اس پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، خاص کر سڑک کو چونکہ ناپاک چیزوں سے بچانا دشوار ہے، اس لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سڑک کی گرد نجاست کے ساتھ خلط ملط ہوگئی ہو اور وہ کپڑے پر لگ جائے تو چونکہ اس سے بچنا دشوار ہے، اس لئے اسی کپڑے میں نماز ادا کی جاسکتی ہے:

"طين الشوارع عفو وإن ملأ الثوب للضرورة ولو مختلطاً بالعذرات و تجوز الصلاة به"(۳)

میت کے گھر والوں کو سلام

سوال:- {910} اکثر لوگ کہتے ہیں کہ جس دن گھر

---

(۱) سنن أبي داؤد: حدیث نمبر: ۳۸۲۔
(۲) بدائع الصنائع: ۲۴۲/۱۔
(۳) رد المحتار مع الدر: ۳۱/۱، ۵۳۰۔

میں میت رکھی ہو، اس دن میت کے گھر والون کو سلام نہیں کرنا
چاہیے؛ کیا یہ درست ہے؟ (محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- یہ بات درست نہیں ہے، جب بھی ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرنا چاہیے، (۱) گھر میں میت ہونے اور نہ ہونے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

جنازہ کے ساتھ کچھ مخصوص اذکار

سوال:- {911} ہمارے یہاں جنازہ کے ساتھ کلمہ کے علاوہ دوسرے جملے بھی پڑھے جاتے ہیں: "مثلاً محمد ہزارون میں، محمد چاند تاروں میں" کیا اس طرح کے جملے جنازہ کے ساتھ بہ آواز بلند پڑھے جاسکتے ہیں؟
(سید عبدالرافع التمش، سداسیو پیٹ)

جواب:- جنازہ کے ساتھ یوں بھی بہ آواز بلند ذکر کرنا مناسب نہیں؛ کیوں کہ یہ حدیث اور صحابہ ﷺ کے عمل سے ثابت نہیں اور فقہاء نے اس سے منع کیا ہے، (۲) یا تو خاموش رہے اور اپنی آخرت کے بارے میں سوچے، یا آہستہ آہستہ اپنے لیے، مسلمانوں کے لیے اور میت کے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کرے، اس طرح کے کلمات اس موقع سے نہ پڑھنا ثابت ہے اور نہ یہ اس کا موقع ہے۔

نماز جنازہ کی صفیں

سوال:- {912} نماز جنازہ میں کیا تین یا پانچ صفیں

---

(۱) سنن أبي داؤد :۲/۷۰۸، عن البراء بن عازب ﷺ۔
(۲) الفتاوی التاتار خانیة:۲/۱۵۲۔

بنانا ہی ضروری ہے؟　　(سید شاہ نواز ہاشمی، فرسٹ لانسر)

جواب:- تین یا اس سے زیادہ طاق عدد میں صفیں بنانا واجب تو نہیں، لیکن مستحب ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سات ہی شرکاء ہوں تب بھی بہتر ہے کہ تین صفیں بنالی جائیں، ایک شخص امام بن جائے، تین آدمی پہلی صف میں، دو آدمی دوسری صف میں اور ایک آدمی تیسری صف میں کھڑا ہو:

"إذا كان القوم سبعةً قاموا ثلثة صفوف بتقدم واحد و ثلثة بعده و إثنان بعدهم و واحد بعدهما"(۱)

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ

سوال:- {913} نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟　　(اے، آر، سلیم محبوب نگر)

جواب:- نماز جنازہ اصل میں دعاء ہے نہ کہ عبادت، اس لیے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی اور سورہ نہیں پڑھنی چاہئے:

"ولا يقرأ فيها القرآن...لأنها محل الدعاء دون القرأة "(۲)

نماز جنازہ میں غلطی ہو جائے

سوال:- {914} اگر جنازہ کی نماز میں غلطی ہو جائے، جیسے چار تکبیر کے بجائے تین تکبیر کہی جائے، یا کوئی اور ذکر

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۱۶۴۔

(۲) الفتاوی الهندية: ۱/۱۶۴۔

بھول جائے، تو کیا کرنا چاہئے، کیا نماز دوہرانی چاہئے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، بی بی کا چشمہ)

جواب:- جنازہ کی نماز میں چار تکبیرات فرض ہیں، اور چار رکعتوں کے قائم مقام ہیں، اس لیے اگر کوئی تکبیر نہیں کہی اور غلطی امام سے ہوئی تو اسے نماز لوٹانی چاہئے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وصلاة الجنازة أربع تكبيرات، ولو ترك واحدة منها لم تجز صلاته" (۱)

اور اگر مقتدی نے چھوڑی تو اس کی نماز نہیں ہوئی، اور چونکہ بعض استثنائی صورتوں کے سوا نماز جنازہ ایک سے زیادہ دفعہ نہیں پڑھی جا سکتی، تو اس لیے ایسا شخص نماز جنازہ سے محروم رہا، اس کو مرحوم کے لیے دعا استغفار پر اکتفا کرنا چاہئے۔

ہاں اگر ثناء، درود، دعاء بھول جائے، تو یہ چونکہ واجب نہیں، اس لئے نماز ہو جائے گی۔ (۲)

ایک ساتھ کئی جنازوں پر نماز

سوال:- {915} اگر اجتماعی طور پر کئی جنازے آجائیں، مرد کے، عورت کے، بالغ کے اور نابالغ کے تو کس ترتیب سے نماز جنازہ پڑھنا چاہئے؟ اور کس ترتیب سے جنازے رکھنے چاہئیں؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر کئی جنازے جمع ہو جائیں، تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازہ پر الگ الگ نماز

(۱) الفتاوی الهندية : ۱/۱۶۴۔

(۲) مراقي الفلاح : ص: ۳۲۰، محشی۔

پڑھی جائے، اور جو درجہ و مقام کے اعتبار سے افضل ہو، اس کی نماز کو مقدم رکھا جائے، ویسے ان جنازوں پر اکٹھا نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے، ایسی صورت میں ترتیب یہ ہوگی کہ امام کے سامنے پہلے مرد کا جنازہ رکھا جائے، اس کے بعد نابالغ بچہ کا، پھر عورت کا، اس کے بعد نابالغہ لڑکی کا، جو شخص زیادہ صاحب فضل رہا ہو جنازہ کی صف میں اس کا جنازہ امام سے قریب ہونا چاہئے (۱)

اگر ایک ساتھ تین جنازہ پر نماز ادا کی جائے؟

سوال:- {916} اگر بیک وقت تین جنازے، نابالغ لڑکے کی میت، نابالغہ لڑکی کی میت اور بالغ مرد یا عورت کی میت آجائے تو نمازِ جنازہ کس طرح ادا کریں، ایک ساتھ یا الگ الگ؟ طریقۂ نماز سے آگاہ فرمائیں۔

(ایس محمد اصغر حسین، باکارم)

جواب:- اگر کئی جنازے ہوں تو بہتر طریقہ یہی ہے کہ ہر ایک پر الگ الگ نماز پڑھی جائے، لیکن ایک ساتھ بھی پڑھی جاسکتی ہے جنازوں کو رکھنے کی ترتیب یہ ہوگی کہ امام کے سامنے پہلے بالغ مرد کا جنازہ رہے گا، اس کے بعد نابالغ لڑکے کا، پھر عورت کا، اس کے بعد نابالغہ لڑکی کا، یہ جنازے ایک دوسرے کے مقابل رکھے جائیں گے، یا تو اس طرح کہ تمام جنازوں کے سر کا حصہ ایک سیدھ میں آجائے، یا اس طرح کہ بعد والے جنازہ کا سر پہلے جنازہ کے مونڈھے کے مقابل ہو۔ (۲)

رہ گئی نمازِ جنازہ کی دعاء تو ایسا ہوسکتا ہے کہ بالغوں کی نماز سے متعلق دعاء پڑھ لی جائے، پھر بچوں سے متعلق، ویسے مجھے یہ مسئلہ صراحتاً کتب فقہ میں نہیں مل پایا۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) دیکھئے: الدر المختار علی هامش رد المحتار :۳/۱۱۹-۱۱۸۔

(۲) البحر الرائق :۲/۱۸۷۔

چپل پہن کر نمازِ جنازہ

سوال:- {917} نماز جنازہ پڑھتے وقت چپل پر کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ (محمد طاہر، جگتیال)

جواب:- اصل یہ ہے کہ نماز جنازہ میں صرف قیام ہے، سجدہ نہیں، چپل کے ساتھ سجدہ میں دقت ہوتی ہے، قیام میں مشکل پیش نہیں آتی، دوسرے عام نمازیں مسجد میں ادا کی جاتی ہیں اور مسجد میں چپل کے ساتھ جانا خلاف ادب ہے، اس لیے کہ چپل ناپاک نہ ہو پھر بھی گرد وغبار سے خالی نہیں ہوتی، نماز جنازہ مسجد سے باہر ہوتی ہے، اس لیے چپل پہن کر نماز جنازہ پڑھنا خلاف ادب نہیں، لہٰذا اگر چپل میں نجاست لگی ہوئی نہ ہو، تو چپل پہنی ہوئی حالت میں یا چپل کے اوپر کھڑے ہوکر نماز ادا کی جاسکتی ہے، اور اگر نجاست لگی ہوئی ہو تو پھر چپل اتار کر زمین پر کھڑا ہونا ضروری ہے۔(۱)

جوتہ پہن کر نماز جنازہ

سوال:- {918} نمازِ جنازہ کے وقت کچھ لوگ چپل جوتے اتار کر اسی پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہوتے ہیں، کچھ لوگ چپل جوتے پہنے ہوئے اور کچھ لوگ ننگے پاؤں، صحیح طریقہ کیا ہے؟ (عبدالتواب، گھونگر، بھوارہ، مدھوبنی)

جواب:- نماز جنازہ یا کسی اور نماز کی حالت میں اگر جوتا یا چپل پاؤں میں ہو تو اس میں کوئی بڑی قباحت نہیں، خود رسول اللہ ﷺ سے جوتوں سمیت نماز پڑھنا ثابت ہے۔(۲) البتہ یہ ضروری ہے کہ جوتے چپل پاک ہوں، کوئی ناپاکی نہ لگی ہو، ہاں اگر چپل اتار لی جائے اور اس

---

(۱) کبیری :ص:۲۰۶۔محشی۔

(۲) صحیح البخاری عن أنس ﷺ :۱/۵۶،باب الصلاۃ فی النعال ۔

کے اوپر پاؤں رکھا جائے، اور نچلے حصے میں نجاست لگی ہو تو مضائقہ نہیں، فقہاء نے ایسی اشیاء پر نماز کو درست قرار دیا ہے جس کی بالائی سطح پاک ہو، گو نیچے کی سطح میں نجاست لگی ہو:

"ولو كان أسفل نعليه فحسب نجساً و صلى بهما لا يجوز و إن نزعهما و قام على ظهرهما جاز" (۱)

غالباً اسی لیے احتیاطاً بعض حضرات ننگے پاؤں یا جوتے چپل پر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ میں کھڑے ہوتے ہیں، اس طرح کی احتیاط مناسب ہے، تاہم اگر جوتا کے پاک ہونے کا یقین ہو تو جوتا پہن کر نماز پڑھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

مردہ بچہ پر نماز جنازہ

سوال:- {919} اگر ماں کے پیٹ سے مردہ بچہ پیدا ہو جائے، تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے، یا بغیر نماز جنازہ کے دفن کر دینا چاہئے؟

(کے، ایم محمود پاشا باسط، سعید آباد)

جواب:- نماز جنازہ اسی بچہ پر پڑھی جائے گی جو زندہ پیدا ہوا ہو، جو بچہ مردہ پیدا ہوا ہو نہ اس پر نماز ہوگی، نہ اس کا نام رکھا جائے گا اور نہ اس سے وراثت کا حق متعلق ہوگا، البتہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا اور تکریم انسانیت کے پہلو سے فقہاء نے اس کو ترجیح دیا ہے، لہٰذا ایسے بچے کو غسل دے کر کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (۲)

---

(۱) کبیری : ص: ۲۰۶۔

(۲) البحر الرائق :۲/ ۱۸۸، نیز دیکھئے: الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۶۲۔

پیدا ہوکر مرنے والے بچہ پرنمازِ جنازہ

سوال:- {920} ماں کے پیٹ سے بچہ زندہ حالت میں پیدا ہوا لیکن اذان دینے سے پہلے انتقال ہوگیا، تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے یا نہیں؟　　　(محمد منیر، انکور)

جواب:- جو بچہ زندہ حالت میں پیدا ہوا ہو، تو چاہے فوراً ہی اس کی موت واقع ہوگئی ہو، اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔(۱)

نمازِ جنازہ کہاں پڑھیں؟

سوال:- {921} میت کو نمازِ جنازہ کے لئے مسجد لے جانا بہتر ہے، یا قبرستان ہی میں پڑھانا بہتر ہے؟ حنفی مسلک کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دیں؟　　　(محمد عبدالحکیم، کلواکرتی)

جواب:- امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک بلا عذر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے(۲) چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے: ''جس نے مسجد میں میت پر نمازِ جنازہ پڑھی اس کے لئے کوئی اجر نہیں: ''من صلی علی میت في المسجد فلا شيئ علیه ''(۳) چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی ﷺ سے قریب ہی نمازِ جنازہ کے لئے الگ جگہ بنی ہوئی تھی، اس لئے قبرستان میں یا مساجد کے قریب، کچھ خالی جگہ جنازہ کے لئے مخصوص کردینی چاہئے، ہاں اگر کوئی عذر ہو، جیسے: بارش ہو، یا مسجد کے علاوہ کوئی کشادہ جگہ موجود نہ ہو جہاں جنازہ کی نماز ہوسکے، تو مساجد میں بھی نمازِ جنازہ ادا کرنے کی گنجائش ہے۔" و لا یکره بعذر المطر و نحوه هكذا في الكافي "(۴)

---

(۱) الدر المختار :۲/۱۲۹۔
(۲) کبیری:ص:۵۴۵۔
(۳) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۳۱۹۱، باب الصلاة على الجنازة في المسجد۔ محشی۔
(۴) الفتاوى الهندية:۱/۱۶۵۔

خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ

سوال:- {922} اسلام میں خودکشی حرام ہے، چاہے وہ کسی ذریعہ سے کی گئی ہو، کیا ایسے مرنے والے شخص کی نمازِ جنازہ پڑھنا اور اس کے لئے ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (قاسم خان، بورہ بنڈہ)

جواب:- جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ خودکشی سخت گناہ ہے اور اس گناہ کی شدت اور سنگینی کے اظہار کے لئے ایک خودکشی کرنے والے شخص کی لاش لائی گئی تو آپ ﷺ نے اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔(۱) اسی بنیاد پر امام ابویوسفؒ کے نزدیک ایسے شخص پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، لیکن امام ابوحنیفہؒ اور اکثر فقہاء کے نزدیک نمازِ جنازہ خودکشی کرنے والے پر بھی پڑھی جائے گی۔(۲) رسول اللہ ﷺ نے خود نماز نہیں پڑھی، لیکن صحابہ ﷡ کو آپ ﷺ نے اس سے منع بھی نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم تنبیہ کے طور پر ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک بار مقروض کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی اور صحابہ ﷡ سے فرمایا کہ وہ پڑھ لیں،(۳) تاکہ قرض لے کر ادا نہ کرنے والوں کو تنبیہ ہو، ایصالِ ثواب ہر کلمہ گو کے لئے جائز ہے، خواہ وہ کتنا بھی گنہگار ہو، بشرطیکہ ایمان پر اس کی موت ہوئی ہو، اس لئے خودکشی کرنے والے کے لئے بھی استغفار اور ایصالِ ثواب جائز ہے۔

پہلے نمازِ جنازہ یا پہلے سنتیں

سوال:- {923} اگر کسی ایسی نماز کے وقت میت

---

(۱) صحیح مسلم، عن جابر بن سمرہ ﷛، حدیث نمبر: ۹۷۸۔

(۲) الدر المختار مع رد: ۳/۱۰۸۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۶۱، باب ماجاء في الصلاة علی الدیون۔ محشی۔

آ جائے، جس کے بعد سنتیں بھی ہوں تو فرض نماز کے بعد پہلے
نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا سنت ادا کرنی چاہئے؟
(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- چوں کہ نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے اور فرض کی اہمیت بہرحال سنت سے زیادہ ہے، اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ پہلے نمازِ جنازہ پڑھی جائے پھر سنت ادا کی جائے:

"حضرت وقت صلاة المغرب جنازة تقدم
صلاة الجنازة على سنة المغرب "(۱)

البتہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ لوگ نمازِ جنازہ پڑھ کر چلے جائیں گے، اور سنتیں چھوڑ دیں گے اور اگر سنت پہلے ادا کریں تو سنت پڑھنے کے ساتھ ساتھ جنازہ میں بھی شریک رہیں گے تو ایسی صورت میں اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ پہلے سنت ہی ادا کر لی جائے، پھر نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔واللہ اعلم۔

میت پر ایک سے زیادہ نمازِ جنازہ

سوال:- {924} کیا ایک میت کی نمازِ جنازہ کئی بار
پڑھی جاسکتی ہے؟ کیونکہ حال ہی میں حضرت مولانا قاضی مجاہد
الاسلام قاسمی کی نمازِ جنازہ تین بار پڑھائی گئی۔
(سید مسیح اللہ غوری، کلثوم پورہ، پولیس کالونی)

جواب:- اگر ولی نے نماز نہ پڑھی ہو تو اس کے نماز پڑھنے تک ایک سے زیادہ دفعہ نمازِ جنازہ ادا کی جاسکتی ہے۔(۲)

---

(۱) الفتاوی الهندية ۱:/۱۶۴۔
(۲) رد المحتار ۳:/۱۲۴ محشی۔

بم حادثہ کے مہلوک کی نمازِ جنازہ

سوال:- {925} بم حادثہ میں جن لوگوں کی موت ہوجاتی ہے، ان کی لاش کے پرخچے اڑ جاتے ہیں، ایسی لاش پر نمازِ جنازہ ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

(عبید الرحمان، عادل آباد)

جواب:- اگر لاش کا اکثر حصہ یا سر کے ساتھ آدھا حصہ مل جائے، تو اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی، اگر بعد میں بقیہ حصہ مل جائے، تو اب اس حصہ پر نماز نہیں پڑھی جائے گی، اگر نصف حصہ بغیر سر کے ملے، یا لمبائی میں چیرا ہوا ملے، تو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ نماز پڑھی جائے گی، بلکہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔

" ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس يغسل ويكفن ويصلي عليه ... وإن وجد نصفه من غير الرأس أو وجد نصفه مشقوقا طولا فإنه لا يغسل عليه الخ ۔" (۱)

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۱۹۵۔

میت کو لے جانے اور دفن کرنے کا طریقہ

جنازہ لے جاتے وقت میت کا سر آگے ہو یا پاؤں؟

سوال:- {926} زید کا انتقال ہوگیا ، جب اس کو قبرستان لے جانے کی نوبت آئی تو دو گروہ ہوگئے، ایک جماعت کہنے لگی کہ میت کا پاؤں قبرستان کی طرف ہونا چاہئے، دوسری جماعت کہنے لگی: نہیں، میت کا سر قبرستان کی طرف ہونا چاہئے ، اس سلسلہ میں صحیح عمل کیا ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔　　(مولوی محمد رہبر عالم، ہووَگی)

جواب:- جنازہ اس طرح لے جانا چاہئے کہ سر کا حصہ آگے کی طرف ہو، فقہاء نے یہی لکھا ہے:

" وفي حالة المشي بالجنازة يقدم الرأس " (۱)

---

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۱۶۲،الفصل الرابع في حمل الجنازة ۔

جنازہ کے ساتھ زور سے تسبیحات پڑھنا

سوال:- {927} جنازہ کے ساتھ عام طور پر زور زور سے تسبیحات پڑھنے کا رواج ہے، یہ کس حد تک صحیح ہے؟ کیا جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے کوئی خاص ذکر مسنون ہے؟

(جمال الدین، کریم نگر)

جواب:- حضرت زید بن ارقمؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین مواقع پر خاموش رہنا اللہ تعالی کو محبوب ہے، ایک تلاوتِ کلام مجید کے وقت، دوسرے جہاد کے وقت اور تیسرے جنازہ کے ساتھ''(۱)

اسی لئے فقہاء نے جنازہ کے ساتھ بلند آواز میں ذکر کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے، اور کہا کہ دل ہی دل میں ذکر کرے:

"ویکره رفع الصوت بالذکر خلف جنازة ویذکر في نفسه "(۲)

اس لئے اگر جنازہ کے ساتھ ذکر کرنا ہو تو آہستہ کرے، رسول اللہ ﷺ سے اس موقع پر کوئی خاص ذکر ثابت نہیں، اس لئے یہ بھی درست ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والے خاموش رہیں، اور اپنے ذہن کو آخرت کی طرف متوجہ رکھیں، اور ذکر و استغفار یا مردہ کے لئے دعاء وغیرہ کا اہتمام کریں۔

سوال:- {941} کیا جنازہ اٹھاتے وقت اور جنازہ

---

(۱) مجمع الزوائد بحوالۂ طبرانی:۳/۲۹۔

(۲) الفتاوی البزازیه علی هامش الفتاوی الهندیه:۴/۸۰، البحر الرائق :۲/۱۹۲۔

لے جاتے وقت بالجہر ذکر واذکار کرنا درست ہے؟

(حافظ عبدالسلام، سکندرآباد)

جواب:- جنازہ میں ساتھ چلنے کا مقصد عبرت وموعظت کا حاصل کرنا ہے، یعنی آدمی ساتھ چلتے ہوئے موت کا، آخرت کا اور قبر وحساب کا استحضار کرتا رہے، تاکہ اپنے اعمال کی اصلاح اور گناہوں سے بچنے کی طرف توجہ ہو سکے، خاموشی کی حالت عبرت آموزی اور غور و فکر کے لیے زیادہ موزوں ہوتی ہے، اس لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ خاموش رہے، اور اپنی آخرت کے بارے میں غور کرتا رہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ؓ سے اس موقع پر کچھ پڑھنا ثابت نہیں، تاہم اگر ذکر کرنا چاہے تو فقہاءؒ نے آہستہ آہستہ ذکر اور تلاوت کی اجازت دی ہے، اور زور سے ذکر کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، فقہ حنفی کی مشہور و مستند کتاب ''البحر الرائق'' میں ہے:

"ینبغی لمن تبع جنازۃ أن یطیل الصمت و یکرہ رفع الصوت بالذکر و تلاوۃ القرآن و غیرھما فی الجنازۃ والکراھۃ فیھا کراھۃ تحریم" (۱)

''جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے لیے مناسب ہے کہ طویل خاموشی اختیار کرے، ذکر، قراءت قرآن، وغیرہ کرتے ہوئے آواز بلند کرنا مکروہ ہے، اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے''

نماز جنازہ اور تدفین کے بعد کی دعاء

سوال:- {928} کیا نمازِ جنازہ کے بعد دوبارہ دعاء

---

(۱) البحر الرائق: ۱۹۴/۲۔

کرنا چاہئے؟ بعض لوگ تدفین کے بعد دعاء کرتے ہیں، نیز
تدفین کے بعد سرہانے اور پائتی سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور آخری
آیات پڑھی جاتی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟
(حافظ کلیم، اورنگ آباد)

جواب:- (الف) نمازِ جنازہ خود دعاء ہے، دوبارہ ہیئت میں تبدیلی یعنی دفن سے پہلے دعاء کرنا احادیث سے ثابت نہیں۔

(ب) تدفین کے بعد دعاء کی جاسکتی ہے کہ یہ حدیث سے ثابت ہے۔(۱)

(ج) قبر کے سرہانے اور پائتی سورۂ بقرہ کا پہلا اور آخری رکوع پڑھنا بھی حدیث میں منقول ہے،(۲) اس لئے اسے پڑھنا چاہئے۔

بیوی کے جنازہ کو کاندھا دینا

سوال:- {929} کیا مرحومہ بیوی کی میت کو شوہر
کاندھا دے سکتا ہے؟ (سید حفیظ الرحمان، پھولانگ)

جواب:- شوہر بیوی کو کاندھا دے سکتا ہے،(۳) بلکہ دینا چاہئے کہ یہی حسنِ رفاقت کا تقاضا ہے۔

گھر میں مردہ کی تدفین

سوال:- {930} ایک بچہ کا پیدا ہونے سے پہلے ہی

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۵۵، باب ما یقال عند دخول القبور و الدعاء لأهلها، دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۲۲۱، باب الاستغفار عند القبر للمیت في وقت الانصراف۔ محشی۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۱۹۹، باب الدعاء للمیت۔ محشی۔

(۳) الدر المختار علیٰ هامش الرد: ۱/۱۰۳، باب صلاة الجنائز۔ محشی۔

انتقال ہو گیا، اور بچہ کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا، بچہ کو گھر والوں نے گھر میں ہی دفنا دیا۔ اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بچہ کو وہاں سے نکال کر قبرستان میں دفن کیا جائے، اس سلسلہ میں اب کیا کرنا چاہئے؟　　(سید شاہ، نظام آباد)

جواب:- گھر میں مردہ کو دفن کرنا بہتر نہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر کو مقبرہ بنانے سے منع فرمایا ہے، (۱) البتہ جب وہاں دفن کر دیا گیا اور گھر کے مالکان نے گھر میں دفن کیا ہے، تو اب لاش کو نکالنا اور دوسری جگہ منتقل کرنا بھی بہتر نہیں ہے، کیونکہ جو لاش بالکل بوسیدہ نہ ہوگئی ہو تو اسے ضرورت شدید کے بغیر نکالنا جائز نہیں۔ (۲)

بوسیدہ قبر میں دوبارہ تدفین

سوال:- {931} زید کی عمر اس وقت ۷۶/ برس ہے، بحمد اللہ بقید حیات ہے، لیکن ہر دن آخری دن محسوس ہوا کرتا ہے، زید کی اہلیہ ہندہ کا انتقال ہو کر مکمل ۳۳/ برس کا عرصہ گزر چکا ہے، جس قبرستان میں مدفون ہے، وہ ہر قسم کی قانونی رکاوٹ سے محفوظ و مامون ہے، لیکن اس قبرستان میں اب مزید تدفین کے لئے قطعاً گنجائش نہیں ہے، راقم الحروف نے کہیں فقہی مسئلہ دیکھا ہے کہ ۲۵/ سال کے عرصہ کے بعد اس قبر کو تدفین کے لئے کھولا جا سکتا ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

(محمد عزیز الدین، حسینی علم)

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۲۰۴۲، باب زیارة القبور ۔ محشی ۔

(۲) " لا يخرج منه بعد إهالة التراب إلا لحق آدمي ألخ " (الدر المختار علی هامش رد المحتار:۳/۱۴۵) محشی ۔

جواب:- جب قبر پرانی ہوجائے ،اور ہڈیاں بھی بوسیدہ ہوجائیں تو اس قبر میں دوسرے مُردوں کی بھی تدفین عمل میں آسکتی ہے ،(۱) ہڈیوں کا بوسیدہ اور نعش کا سڑ گل کر ختم ہوجانے کی مدت مختلف علاقوں میں مٹی میں نمک کے اجزاء کی کمی اور زیادتی کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے،اس لئے اس مسئلہ میں کوئی خاص مدت متعین نہیں کی جاسکتی۔

تدفین کا طریقہ

سوال:- {932} میت کو قبر میں کس طرح دفن کرنا چاہئے ،میت کے اوپر ہی مٹی ڈال دی جائے ،یا میت کے بازو سل یا پتھر رکھ کر مٹی ڈالی جائے ،یا میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کیا جائے؟　　（حافظ عبدالعلیم ،مصری گنج）

جواب:- تدفین کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پتھر یا کچی اینٹ یا لکڑی کے تختے سے مردہ کے اوپر رکاوٹ قائم کر دی جائے ، پھر اس کے اوپر مٹی ڈالی جائے ، براہ راست میت پر مٹی نہ ڈالی جائے ،چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''ردالمحتار'' میں ہے:

"وتسد الفرج التی بین اللبن بالمدر والقصب کی لا ینزل التراب منها علی المیت " (۲)

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ پتھر کی سل وغیرہ کا فاصلہ رکھ کر مٹی ڈالنے میں انسانی تکریم کا پہلو زیادہ ہے اور مردہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تکریم وتحریم کا حکم دیا گیا ہے،عذر ومجبوری کے بغیر تابوت میں مردہ کی تدفین مکروہ ہے،فقہاءؒ نے اس سے منع کیا ہے،(۳) کیونکہ اس صورت میں

(۱)　البحر الرائق :۳۴۲/۲۔محشی۔
(۲)　رد المحتار :۶۶۱/۱،ط:پاکستان۔
(۳)　البحر الرائق :۲۴۰/۲،ط: مکتبة زکریا ، الهند ، مجمع الأنهر :۸۱/۱،ط دار الاحیاء التراث العربي ، بیروت۔محشی۔

عیسائیت کے طریقۂ تدفین سے مشابہت پائی جاتی ہے، ہاں اگر کوئی عذر ہو، مثلاً: زمین دلدلی ہو، یا سمندر میں دفن کرنا پڑے، یا وہاں کے قانون ملکی کے رو سے بغیر تابوت کے تدفین کی اجازت نہ ہو، اور مسلمان کسی فتنہ وفساد کے بغیر قانون میں تبدیلی لانے کے موقف میں نہ ہوں، تو ایسی صورتوں میں تابوت میں دفن کرنا درست ہے۔(۱)

غیر مسلم کی اسلامی طریقہ پر تجہیز و تکفین اور مسلمانوں کے قبرستان میں تدفین

سوال:- {933} ایک صاحب کے پاس ایک ضعیف غیر مسلم شخص ملازمت کرتے ہیں، کچھ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اگر تمہارا انتقال ہو جائے تو تمہاری میت تمہارے رشتہ داروں کے پاس بھیج دیں؟ اس نے کہا کہ میں تو ان سے لڑ جھگڑ کر آ گیا ہوں، آپ لوگ اپنے طریقے سے غسل دے کر، اور نماز پڑھ کر دفن کر دیں، اتفاق سے کچھ دنوں بعد اس کا انتقال ہو گیا، لوگوں نے غسل دے کر، نماز جنازہ پڑھ کر قبرستان میں دفن کر دیا، حالانکہ اس نے نہ کبھی کلمہ پڑھا تھا، اور نہ کبھی نماز، اور نہ ہی اس کا ختنہ ہوا تھا، اب لوگ اس سلسلہ میں پریشان ہیں؟　(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- لوگوں کو چاہئے کہ پہلے علماء سے استفسار کر لیں، پھر کوئی قدم اٹھائیں، غیر مسلم لاوارث مردہ کو غسل دینے اور دفن کرنے کی گنجائش ہے، لیکن نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں، (۲)

---

(۱)　رد المحتار: ۱/۶۶۰، ط: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔ محشی۔

(۲)　"و شرطها أي شرط جواز الصلاة عليه اسلام الميت فلا تصح على الكافر لقوله تعالى: ﴿ و لا تصل على أحد منهم مات أبدا ﴾ (مجمع الأنهر ۱۸۲/۱) محشی۔

کیوں کہ نماز جنازہ کا مقصد خدائے واحد سے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ہے، تو جو شخص خدا پر یقین ہی نہیں رکھتا ہے اس کے اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہونا ایک بے معنی بات ہوگی، بہتر طریقہ یہی ہے کہ غیر مسلموں کو انہی کے قبرستان میں دفن کیا جائے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں ہو اور حاملہ ہونے کی حالت میں انتقال ہو جائے، تو اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ہے، لیکن ازراہ احتیاط عام قبروں سے الگ اس کی قبر بنائی جائے: " یتخذ لها مقبرة علیٰ حدة قال فی الحلیة وهذا أحوط "(۱) بہر حال اب جب کہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کی تدفین ہو چکی ہے، تو کرامت انسانی کا تقاضہ ہے کہ اس کی قبر وہیں رہنے دی جائے، البتہ کسی علامت کے ذریعہ اس کی قبر کی نشاندہی کردی جائے، تو بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

غیر مسلم کی اسلامی طریقہ پر تدفین

سوال:- {934} ایک غیر مسلم کا انتقال ہو گیا، چونکہ اس کے والد کی اسلامی طریقہ پر تدفین عمل میں آئی تھی، اس لیے اس غیر مسلم آدمی کی بھی ان کے بھائیوں کے کہنے پر اسلامی طریقہ سے تدفین عمل میں آئی ہے، کیا یہ درست ہے اور کیا اب یہ آدمی مومن ومسلم سمجھا جائیگا؟

(حافظ محمد نور احمد، کرما گوڑہ)

جواب :- جس شخص کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہو، اس پر نماز جنازہ تو نہیں پڑھی جا سکتی، لیکن غسل دیا جاسکتا ہے، کفن پہنایا جاسکتا ہے اور تدفین کی جاسکتی ہے۔

" و یغسل المسلم و یکفن و یدفن قریبه کخاله

---

(۱) رد المحتار :۳/۹۴۔

الکافر الأصلی" (۱)

لیکن محض مسلمانوں کی طرح دفن کیے جانے کی وجہ سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اپنی زندگی میں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لایا ہو۔

دفن کرنے کے بعد کی دعاء

سوال:- {935} میت کے دفنانے کے بعد کیا دعاء پڑھنی چاہیے؟ (انور محی الدین، گولکنڈہ)

جواب:- امام سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے:

میں ایک جنازہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ شریک ہوا، جب میت قبر میں رکھی گئی تو آپؓ نے فرمایا: "بسم اللّٰہ و فی سبیل اللّٰہ و علیٰ ملۃ رسول اللّٰہ" جب تدفین ہوگئی، اور قبر پر مٹی برابر کی جارہی تھی تو آپؓ نے یہ دعاء پڑھی:

"اللّٰھم أجرھا من الشیطان و من عذاب القبر، اللھم جاف الأرض عن جنبھا و صعّد روحھا و لقھا منك رضوانا"

"اے اللہ! اسے شیطان سے اور عذاب قبر سے بچایئے، اے اللہ! اس کے پہلو سے زمین کو دور رکھئے، (یعنی قبر کو کشادہ فرمایئے) اور اس کی روح کو اوپر چڑھایئے، (یعنی علیین میں جگہ دیجئے) اور اس کو اپنی خوشنودی سے سرفراز فرمایئے"

(۱) الدر المختار علی ھامش الرد: ۱۳۴/۳۔

سعید بن مسیبؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ
یہ دعاء آپؓ نے اپنے طور پر پڑھی ہے، یا رسول اللہ ﷺ
سے سنی ہے؟ فرمایا: میں نے آپ ﷺ سے سنی ہے'' (۱)

یہ حدیث گو سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، لیکن فضائل و اوراد میں ضعیف حدیثیں بھی معتبر ہوتی ہیں، اس لیے تدفین کے بعد یوں تو استغفار کرنا ہی چاہئے، لیکن خاص طور پر مذکورہ کلمات میں دعاء کی جائے تو بہتر ہے۔

تدفین کے بعد دعاء اور سورہ بقرہ کی ابتدائی و آخری آیات کی تلاوت

سوال:- {936} مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر دعاء کرنا اور قبر کے سرہانے یا پائنتی سورۂ بقرہ کا ابتدائی اور آخری رکوع پڑھنا کیا درست ہے؟ ایک عالم صاحب نے اس سے منع کیا ہے، جب کہ دوسرے عالم صاحب اس کو درست قرار دیتے ہیں؟ (محمد عبدالحمید، مستعد پورہ)

جواب:- تدفین کے بعد دعا کرنا درست ہے، چنانچہ حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے:

" کان النبی ﷺ إذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ، فقال: "استغفروا لأخیکم و اسئلوا اللہ لہ التثبیت فإنہ الآن یُسئل" (۲)

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۱۵۵۲۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۳۲۲۱۔

''رسول اللہ ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو
فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار اور اس کے لیے ثابت
قدمی کی دعاء کرو، کیوں کہ اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے''

دفن کرنے کے بعد مردہ کے سر کی طرف سورۂ بقرہ کا ابتدائی حصہ اور پاؤں کی طرف اس کا آخری حصہ پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ سے روایت ہے کہ

''میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، کہ جب تم میں سے
کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے روکو نہیں، اور اسے جلدی دفن
کر دو، اور اس کے سر کے پاس سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات
(فاتحہ البقرة) اور پاؤں کی طرف سورۂ بقرہ کی آخری
آیات (خاتمة البقرة) پڑھی جائیں'' (۱)

محدثین کا خیال ہے کہ از روئے تحقیق یہ حضور ﷺ کا ارشاد نہیں ہے، بلکہ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷛ کا قول ہے، (۲) اور صحابی ﷛ کا قول بھی حجت اور دلیل ہوتا ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے اس طریقہ کو درست قرار دیا ہے، جس پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ﷡ ہوں، (۳) اس لیے فقہاء نے بھی تدفین کے بعد سورۂ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ (۴)

---

(۱) مشکوة المصابیح :۱/۱۴۹، بہ حوالہ: سنن بیھقی، نیز دیکھئے: مجمع الزوائد :۳/۴۴ بہ حوالہ: طبرانی ۔
(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۲۲۱۔
(۳) کنز العمال، حدیث نمبر: ۹۲۸۔ بہ حوالہ: سنن ابن ماجة، عن ابن عمر ﷛۔ مرتب۔
(۴) الجوھرة النیرة: ۱/۱۵۸، الدر المختار مع الرد: ۲/۲۳۷۔ محشی۔

تدفین کے چند مسائل

سوال:- {937} (الف) میت کو دفن کرتے وقت جو مٹی دی جاتی ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ دونوں پیروں کے درمیان سے نہ دے۔

(ب) تدفین کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر جو دعاء کرتے ہیں، وہ جائز ہے یا نہیں؟

(ج) میت کو دفن کرنے کے بعد کتنی دیر رکنے کے احکام ہیں؟　　(رشید احمد خان، بھیسہ)

جواب:- (الف) قبر پر مٹی ڈالنے کے سلسلہ میں ایسی کوئی تفصیل منقول نہیں ہے کہ مٹی ڈالنے والا اپنے دونوں پاؤں کے درمیان سے مٹی نہ ڈالے، صرف اس قدر مستحب ہے کہ دونوں ہاتھ سے لپ بھر مٹی تین بار ڈالی جائے، ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ قبر پر آتے تو قبر کے سرہانے کی طرف سے تین دفعہ قبر پر مٹی ڈالتے، (۱) اس لیے فقہاء نے قبر کے سرہانے سے مٹی ڈالنے کو مستحب قرار دیا ہے:

"و یستحب حثیه من قبل رأسه ثلثا" (۲)

(ب) تدفین کے بعد قبر پر میت کے لئے دعاء و استغفار بھی مستحب ہے، رسول اللہ ﷺ جب تدفین سے فارغ ہوتے تو صحابہ ؓ سے فرماتے: ''اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو، اور ثابت قدمی کے لیے دعاء کرو، اس لیے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جا رہا ہے:

"استغفروا لأخيكم وأسئلوا الله له التثبيت

---

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۱۵۶۵۔ محشی۔

(۲) الدر المختار علی هامش رد : ۱۴۳/۳۔

فإنه الآن يُسئل "(۱)

چنانچہ فقہاء نے بھی تدفین کے بعد دعاء کو مستحب قرار دیا ہے(۲) دعاء میں چونکہ ہاتھ اٹھانے کی گنجائش ہے اس لیے ہاتھ اٹھا کر دعاء کر سکتا ہے، البتہ دعاء کے وقت قبلہ کی طرف رخ ہو، نہ کہ قبر کی طرف، قبر کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے سے فقہاء نے منع کیا ہے۔(۳)

(ج) حضرت عمرو بن عاص ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں سے خواہش کی تھی کہ میری وفات کے بعد میری قبر کے پاس اتنی دیر کھڑے رہو جتنا وقت اونٹ ذبح کرنے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے میں لگ سکتا ہے،(۴) اس لئے بعض فقہاء نے اتنی دیر تدفین کے بعد رکنے کو مستحب قرار دیا ہے۔(۵)

رات میں مُردوں کی تدفین

سوال:- (938) رات میں میت کی نماز ادا کرنا اور رات میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک آبادی کے کچھ لوگ اس مسئلہ میں دو فریق بن گئے، ایک فریق کا کہنا ہے کہ رات میں میت کی نماز پڑھنا اور رات ہی میں دفن کرنا جائز نہیں ہے، یہ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں ''کتاب انتخاب صحاح ستہ'' (تحسین و تزئین مولانا امجد العلی صاحب، استاد الحدیث، مدرسہ دینیہ عربیہ مطلع العلوم، رامپور، یوپی) کے حوالہ سے صفحہ:

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۳۲۲۱۔

(۲) الدر المختار علی هامش رد :۱۴۳/۳۔

(۳) الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی الهندیة:۱۶۹/۱۔ محشی۔

(۴) ردالمحتار :۱۴۳/۳۔

(۵) حوالہ سابق۔

۲۱۷، حدیث نمبر: ۶۸۲، پیش فرمائی ہے، دوسرے فریق نے کہا کہ یہ بات بالکل دین میں نئی بات پیدا کرنے کے مترادف ہے کبھی ایسی بات نہ تو سنی گئی اور نہ دیکھی گئی، لہذا حدیث وفقہ کی روشنی میں اس کی وضاحت کی جائے؟

(عباس علی، سعید آباد)

جواب:- میت کو رات میں دفن کرنا بلا کراہت جائز و درست ہے، البتہ دن کو دفن کرنا مستحب ہے، تا کہ زیادہ لوگ اس کے جنازہ کی نماز اور دفن میں شریک ہو سکیں، ''الدر المختار'' میں ہے: ''لایکرہ الدفن لیلا ''(۱) اور شامی میں ہے: ''والمستحب کونہ نھارا ''(۲) ''اور دن کے وقت دفن کرنا مستحب ہے''۔

امام بخاریؒ نے اس بارے میں ایک باب قائم کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ رات کو دفن کرنا جائز ہے اور اس سلسلہ میں ایک تو یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ رات ہی کو دفن کیے گئے، دوسرے یہ حدیث نقل کی ہے:

"عن ابن عباس ﷺ قال: صلی النبی ﷺ علی رجل دفن بلیلۃ قام ھو وأصحابہ وکان سأل عنہ فقال من ھذا؟ فقالوا فلان دفن البارحۃ فصلوا علیہ" (۳)

''حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھی جو رات کو دفن کر دیئے گئے تھے، حضور ﷺ اور ان کے ساتھی (نماز کے لئے) کھڑے ہو گئے

(۱) الدر المختار: ۱/ ۸۴۷۔
(۲) رد المحتار: ۱/ ۸۴۷۔
(۳) صحیح البخاری، باب الدفن باللیل: ۱/ ۱۶۴، ط: مصر، ۱۹۵۳ء۔

اور حضور ﷺ نے پوچھ لیا تھا اور کہا تھا کہ یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ فلاں ہیں، جنہیں رات میں دفن کیا گیا، تو ان لوگوں نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی"

اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث مشکوۃ شریف میں نقل کی گئی ہے:

"عن ابن عباس رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ مر بقبر دفن ليلا ، فقال متى دفن هذا ؟قالوا: البارحة ، قال أفلا آذنتموني؟ قالوا دفناه في ظلمة الليل فكرهنا أن نوقظك فقام فصففنا خلفه فصلى عليه" متفق عليه "(۱)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک شخص کی قبر پر گزرے جو رات کو دفن کیا گیا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کب دفن کیا گیا؟ اُن لوگوں نے کہا: شب گزشتہ، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے کیوں نہیں خبر کی؟ لوگوں نے کہا کہ ہم نے رات کے اندھیرے میں دفن کیا، ہم کو اچھا نہیں لگا کہ آپ کو جگائیں، پس حضور ﷺ کھڑے ہوگئے ہم نے حضور ﷺ کے پیچھے صف لگائی اور آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھی۔

رہی وہ حدیث جس کا حوالہ سوال میں دیا گیا ہے، اس میں ناکافی کفن دیا گیا تھا اور اس خیال سے منع فرمایا کہ دن کو زیادہ لوگ شریک ہوتے ہیں، (۲) اسی وجہ سے اگر زیادہ تاخیر کا

---

(۱) مشكوة المصابيح :ص:۱۴۵۔

(۲) سنن ابن ماجة: حدیث نمبر:۱۵۲۰، أبواب الجنائز۔ محشی۔

اندیشہ نہ ہو اور زیادہ لوگوں کی شرکت کی امید ہو تو دن کو دفن کرنا مستحب ہے، چنانچہ " مسلم ، باب في تحسين كفن الميت "میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام نوویؒ نے لکھا ہے:

"سبب هذا النهى أن الدفن نهارا بحضرة كثير من الناس ويصلون عليه ولا يحضره في الليل إلا افراد" (۱)

"اس کی وجہ یہ ہے کہ دن کو دفن کرنے کے موقعہ پر زیادہ لوگ شریک ہوں گے، اور نمازِ جنازہ پڑھیں گے، اور رات کو صرف چند لوگوں کی شرکت ہوگی"۔

(۱) حاشية مسلم :۲/ ۳۷۲، طبع: مصر، ۱۳۴۸ھ۔

زیارت اور ایصال ثواب

سورۂ ملک کی تلاوت اور ایصالِ ثواب

سوال:- {939} مجھے معلوم ہوا کہ روزانہ سورۂ ملک پڑھنے سے عذابِ قبر نہیں ہوتا، اس لئے میں اسے پڑھنے کا اہتمام کرتی ہوں، لیکن کیا اس کا ثواب مرحوم کے لئے ایصال کردیا جائے، تاکہ اسے عذاب قبر نہ ہو، تو کیا مجھے دوبارہ اتنی بار پڑھنا پڑے گا؟ (ثناء فاطمہ، گلبرگہ)

جواب:- اگر آپ قرآن شریف پڑھیں اور ایصالِ ثواب کریں، تو جتنا ثواب اسے پہنچے گا، کوئی کمی کئے بغیر انشاء اللہ آپ کو بھی پہنچے گا، جو شخص سورۂ ملک پڑھنے کا اہتمام کرتا ہو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاء اللہ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔(۱)

مُردوں کے لئے قرآن سے ایصالِ ثواب

سوال:- {940} بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن

(۱) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۹۵۔

مجید پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو ایصال کیا جائے تو درست ہے، جبکہ بعض حضرات اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں، اس سلسلہ میں حق بات کیا ہے؟ (حفیظ اللہ، نظام آباد)

جواب:- احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوتِ قرآن کا ثواب مردوں کو ایصال کیا جاسکتا ہے، حضرتِ علی ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، اور مردوں کو اس کا ثواب ایصال کردے، تو قبرستان کے تمام مردوں کے برابر خود اس کو بھی ثواب پہنچے گا، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں یہ اور اس کے علاوہ اور بھی احادیث ذکر کی ہیں، جن سے مردوں کو تلاوتِ قرآن کا ثواب پہنچانے کا ثواب ملتا ہے، (۱) چنانچہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ قرآن سے ایصالِ ثواب کے قائل ہیں، اور یہی رائے امام غزالیؒ اور بہت سے فقہاء شوافع کی بھی ہے، (۲) اِس لئے صحیح یہی ہے کہ قرآن پڑھ کر مردوں کو اِیصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔

ایصالِ ثواب کے لئے مسجد میں کتابیں

سوال:- {941} عام طور پر مسجد میں ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید کے پارے ہی رکھے جاتے ہیں، حالاں کہ پہلے سے ہی قرآن کے پارے رکھے ہوتے ہیں، تو کیا ایسی صورت میں قرآن ہی دینا بہتر ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر مسجد میں قرآن مجید کے پارے نہ ہوں یا ہوں مگر ضرورت سے کم، تو قرآن اور اس کے پارے دینا افضل ہے، اور اگر قرآن کے پارے حسبِ ضرورت موجود ہوں،

---

(۱) دیکھئے: تفسیر ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ النجم: ۳۹۔
(۲) شیخ زادہ علی بیضاوی: ۴/۴۱۶۔

تو دوسری دینی کتابیں جیسے قرآن کی تفسیر یا احادیث وغیرہ کا مجموعہ ایصال ثواب کے طور پر دینا بہتر ہے۔(۱)

ایصالِ ثواب کے لئے مسجد میں طہارت خانہ

سوال:- {942} ایک مسجد میں طہارت خانہ کی کمی ہے، اس کی تعمیر کرنا چاہتا ہوں، کیا میں اپنے حلال پیسوں سے کسی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے یہ کرسکتا ہوں؟

(محمد احمد پٹیل، بھوانی نگر)

جواب:- طہارت خانہ بھی مسجد کے لئے ایک ضرورت ہے، اس لئے اس کی تعمیر میں بھی انشاء اللہ ضرور ثواب ہوگا، لہذا آپ کسی مرحوم کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے تعمیر کرسکتے ہیں۔(۲)

ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں

سوال:- {943} کیا قرآن شریف ختم کرنے کے بعد اس کا ثواب مرحوم کو بخش سکتے ہیں؟ عام طور پر یہاں ایک رواج چل رہا ہے کہ لوگ جو قرآن مجید ختم کرتے ہیں، وہ میت کو بخشنے کے لئے کہتے ہیں، خاص کر مستورات میں یہ بات عام ہے، میں نے تفسیر ابن کثیر میں حسب ذیل آیت اور اس کی اردو تفسیر پڑھی تو میں بھی ایک قسم کی تشویش میں مبتلا

---

(۱) مجمع الأنهر :۱/۳۸، محشی۔

(۲) و الأئمة اتفقوا على أن الصدقة تصل إلى الميت ، و كذلك العبادات المالية كالعتق " (فتاوى ابن تيمية :۲۴/۳۰۹)

ہوگیا، آخر صحیح عمل کیا ہے؟ تفسیر سورۂ نجم مکیہ، پارہ نمبر: ۲۷ر آیت: ۱۶ ارکی اردو تفسیر ملاحظہ ہو:

'' حضرت امام شافعی اور ان کے متبعین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مُردوں کو پہنچایا جائے تو نہیں پہنچتا، اس لئے کہ نہ تو یہ اس کا عمل ہے اور نہ کسب، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواز بیان کیا اور نہ اپنی امت کو اس پر رغبت دلائی، نہ انہیں اس امر پر آمادہ کیا، اور نہ تو کسی صریح فرمان کے ذریعہ سے اور نہ کسی اشارہ و کنایہ سے''

اس لئے بتائیں کہ قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (سید ظہیر الدین، پکی باؤلی)

جواب:- مجموعی طور پر ایصالِ ثواب کی چار صورتیں ہیں:

۱) مرحومین کے لئے دعاء، اس کے درست ہونے پر تمام علماء اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، (۱) اس کی سب سے بڑی دلیل خود قرآن مجید ہے، جس میں اپنے متوفی دینی بھائیوں کے لئے بھی دعاء کرنا سکھایا گیا ہے:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ﴾ (۲)

۲) مالی عبادتیں یعنی صدقات اور قربانی وغیرہ کے ذریعہ، اس کے جائز ہونے پر بھی اہل سنت والجماعت کا اجماع و اتفاق ہے، علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"والأئمة اتفقوا على أن الصدقة تصل إلى

---

(۱) دیکھئے: فتاوی ابن تیمیة: ۲۴/۳۰۶۔
(۲) الحشر: ۱۰۔ محشی۔

الميت وكذالك العبادات المالية كالعتق" (۱)

''ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہونچتا ہے، اور ایسے ہی دوسری مالی عبادت کا جیسے غلام آزاد کرنا''

اس سلسلہ میں صریح حدیث موجود ہے:

''ایک صحابی ؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہونچے گا؛ 'أفينفعها أن أتصدق عنها''، آپ نے جواب دیا: ہاں!'' (۲)

اسی طرح خود رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنا ثابت ہے، (۳) ظاہر ہے کہ یہ بہ طور ایصال ثواب کے ہی تھا۔

۳) حج کے ذریعہ ایصال ثواب بھی درست ہے، جو مالی عبادت بھی ہے اور بدنی بھی، آپ ﷺ نے ایک خاتون کو اپنی مرحومہ والدہ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، حدیث کی کتابوں میں بہ صراحت ووضاحت اس کا ذکر موجود ہے۔ (۴)

۴) بدنی عبادات جیسے قرآن، نماز، روزہ، ان کا ثواب پہونچے گا یا نہیں؟

اس میں اہل سنت والجماعت کے ائمہ کے درمیان اختلاف ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک بدنی عبادت کے ذریعہ ایصال ثواب درست نہیں، (۵) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ (۶) کہ انسان کے لئے وہی ہے جس کو اس نے خود

---

(۱) فتاوی ابن تيمية: ۳۰۹/۲۴۔
(۲) سنن نسائي: ۳/۲۔
(۳) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۷۹۲، باب ما يستحب من الضحايا۔ محشی۔
(۴) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۹۲۹، باب ما جاء في الحج عن الميت ۔ محشی۔
(۵) ردالمحتار: ۱۵۱/۳، ط: مکتبہ زکریا، دیوبند۔ محشی۔
(۶) النجم: ۳۹۔ محشی۔

کیا ہے، اور حنفیہ وحنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک بدنی عبادات کے ذریعہ بھی ایصال ثواب جائز ہے،(۱) اور اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ ایمان کے بارے میں انسان کا اپنا عمل ہی مفید ہے، باپ کا ایمان کافر بیٹے، یا بیٹے کا ایمان کافر باپ کے لئے مفید نہیں۔(۲)

ان حضرات کی نگاہ احادیث پر ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں مرحوم کی طرف سے اس کے ولی کے روزہ رکھنے کا حکم نبوی ﷺ منقول ہے: ''من مات و علیه صیام ، صام عنه ولیه ''(۳) ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے مردہ پر سورۂ یٰسین پڑھنے کو فرمایا: ''إقروا أ علیٰ موتاکم یٰسین ''(۴)

> ''ایک صاحب نے آپ ﷺ سے استفسار کیا کہ میں اپنے والدین کے ساتھ ان کی زندگی میں حسن سلوک کیا کرتا تھا، اب کس طرح حسن سلوک کر سکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا: مرنے کے بعد حسن سلوک یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ساتھ ان دونوں کے لئے بھی نماز پڑھو، اور اپنے روزہ کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے لئے بھی روزہ رکھو: ''أن تصلی لهما مع صلاته، وأن تصوم لهما مع صومك ''(۵)

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں آیت: ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ (۶) کی تفسیر میں اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، اور ایصال ثواب سے متعلق روایات

---

(۱) الدر المختار مع الرد:۳/۵۲، کتاب الجنائز ، ط: مکتبہ زکریا، دیوبند۔ محشی۔

(۲) موارد الظمآن: ص:۱۸۴، ط: المکتبة العلمیة ، بیروت۔ محشی۔

(۳) صحیح البخاري، حدیث نمبر:۱۹۵۲، باب من مات و علیه الصوم ۔

(۴) مجمع الزوائد:۲/۷، ط: دار الفکر ۔ محشی۔

(۵) سنن الدار قطني ، الفتح الرباني:۸/۱۰۱۔ محشی۔

(۶) النجم:۳۹۔

کو جمع فرمایا ہے،(۱) چونکہ عبادات بدنیہ سے ایصال ثواب کے ثبوت پر بہ کثرت روایات منقول ہیں، اس لیے اکثر شوافع محققین نے بھی اس مسئلہ میں حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی رائے کو قبول کیا ہے۔(۲)

غرض کہ عام طور پر اہل سنت والجماعت کے نزدیک دعاء، بدنی عبادت، مالی عبادت، ومرکب بدنی و مالی عبادت سب سے ایصال ثواب درست ہے، خاتم الفقہاء علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة أو صوماً أو صدقة أو غيرها هو مذهب أهل السنة و الجماعة"(۳)

''انسان کے لئے یہ درست ہے کہ اپنے عمل نماز یا روزہ یا صدقہ یا اس کے علاوہ کا ثواب دوسرے کے لئے کردے، اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے''

البتہ آج کل پیسے لے کر آیت کریمہ اور ختم قرآن کا جو طریقہ مروج ہوگیا ہے، یا دعوت کی وجہ سے قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کی جو صورت رواج پاگئی ہے، یہ درست نہیں، یہ تو گویا آیات قرآنی کو فروخت کرنے کے مترادف ہے، علامہ شامیؒ نے خوب نکتہ کی بات کہی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب آدمی پیسے لے کر قرآن پڑھے تو اس کا یہ عمل اخلاص سے خالی ہونے کی وجہ سے خود ہی باعث ثواب باقی نہیں رہا، اور جب یہ عمل باعث اجر ہوا ہی نہیں تو دوسروں کو کیوں کر اس کا ثواب پہونچایا جاسکتا ہے،(۴) ایسی باتوں سے بچنا چاہئے۔ و باللہ التوفیق وهو المستعان ۔

(۱) تفسیر مظہری:۱۱/۱۱۳۔ محشی۔
(۲) شیخ زادہ علی بیضاوی:۴/۲۱۶۔ محشی۔
(۳) رد المحتار:۳/۱۵۱۔
(۴) حوالہ سابق:۹/۷۷۔ محشی۔

قرآن مجید سے ایصالِ ثواب اور حدیث

سوال:- {944} سنا ہے کہ رمضان المبارک میں کلام پاک پڑھ کر مرحوم کو بخشنا چاہیے، لیکن بعض حضرات اس پر اعتراض کرتے ہیں، صحیح بات کیا ہے؟ اس کی رہنمائی کیجئے؟

(سید ضیاء الرحمان، نرساپور)

جواب:- احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوتِ قرآن کا ثواب مُردوں کو ایصال کیا جاسکتا ہے، حضرت علی ﷜ سے روایت ہے کہ

"آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور مُردوں کو اس کا ثواب ایصال کردے، تو قبرستان کے تمام مُردوں کے برابر خود اس کو بھی اس کا ثواب پہنچے گا" (۱)

اور حضرت انس ﷜ سے مروی ہے کہ "قبرستان میں سورۂ یسین پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ مُردوں سے عذاب کو ہلکا کردیں گے" (۲)

یہ اور اس طرح کے روایات ہیں، جن سے مُردوں کو تلاوتِ قرآن کے ذریعہ ثواب پہونچانے کا ثبوت ملتا ہے، (۳) چنانچہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ قرآن سے ایصالِ ثواب کے قائل ہیں، اور یہی رائے امام غزالیؒ اور بہت سے فقہاء شوافع کی بھی ہے۔ (۴) اس

---

(۱) کشف الخفاء: ۲/۳۸۲۔ ط: دار الإحیاء التراث العربي۔ محشی۔

(۲) التفسیر المظهری: ۹/۱۲۹، ط: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔ محشی۔

(۳) دیکھئے تفسیر: ﴿ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾ (النجم: ۳۹)

(۴) شیخ زادہ علی بیضاوی: ۴/۴۱۶۔

لئے صحیح یہی ہے کہ قرآن پڑھ کر مُردوں کو ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔

(راقم سطور نے اپنی تالیف قاموس الفقہ جلد اول کے اخیر میں اس پر ایک گونہ تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔)

قرآن مجید سے ایصالِ ثواب کی دلیل

سوال:- {945} مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے کیا قرآن شریف پڑھا جاسکتا ہے، براہ کرم حدیث کے ذریعہ جواب دیں۔ (حافظ محمد عبدالقدیر، یاقوت پورہ)

جواب:- انسان کو اصل اجر تو اپنے اعمال کا پہونچتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انسان کو دوسروں کے اعمال کا اجر بھی پہنچاتے ہیں، دعاء اور صدقہ دوسرے کے حق میں نافع ہونے اور اس کا ثواب پہنچنے پر تو اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے ہی، جمہور اہل سنت کے نزدیک قراءت قرآن اور دوسری بدنی عبادتوں کا ثواب بھی پہنچتا ہے یہی بات حدیث سے معلوم ہوتی ہے، حضرت معقل بن یسار ﷛ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سورہ یٰسین قرآن کا قلب ہے، جو شخص اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے لئے پڑھے گا اس کی مغفرت ہوگی، نیز تم اس سورت کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو''۔(۱)

''ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے والدین زندہ تھے تو میں ان کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتا تھا، اب ان کی وفات ہوگئی، تو اب میں ان کے ساتھ کس طرح سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: ''اپنی نماز کے ساتھ ان

(۱) مسند احمد، الفتح الربانی: ۱۰۱/۸، حدیث نمبر ۲۸۵۔

دونوں کیلئے نماز پڑھو، اور اپنے روزوں کے ساتھ ان دونوں کے لیے روزہ رکھو" "أن تصلي لهما مع صلاتك ، وأن تصوم لهما مع صيامك" (۱)

" حضرت ابو ہریرہ ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قبرستان میں داخل ہو، وہ "سورہ فاتحہ"، "قل هو الله أحد" اور "الهكم التكاثر" پڑھے اور کہے کہ میں نے اس پڑھے ہوئے کلام کا ثواب اہل قبرستان مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے کر دیا، تو وہ لوگ اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سفارشی ہونگے"

"من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب و قل هو الله أحد و الهكم التكاثر ، ثم قال إني جعلت ثواب ما قرأت ألخ" (۲)

" حضرت انس ؓ راوی ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو قبرستان میں داخل ہو اور سورہ یٰسین پڑھے، تو اللہ تعالیٰ ان سب یعنی قبرستان میں مدفون لوگوں سے عذاب کو ہلکا کر دیتے ہیں اور اس کے لئے ان تمام لوگوں کے برابر نیکیاں ہوتی ہیں" (۳)

" ابن الجلاج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے صاحب زادگان سے فرمایا: جب تم لوگ مجھے میری

(۱) سنن الدار قطني ، الفتح الرباني :۸/۱۰۱۔
(۲) تفسیر مظہری:۹/۱۲۹۔
(۳) حوالہ سابق۔

قبر میں داخل کرو، تو قبر میں رکھتے ہوئے کہو: ''بسم الله و علیٰ سنة رسول اللّٰه''، پھر مٹی ڈال دو اور میرے سرہانے سورۂ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھو، کیوں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ اس عمل کو پسند فرماتے تھے۔ ''واقرؤا عند رأسي أول البقرة و خاتمها، فإني رأيت ابن عمر ﷺ یستحب ذالك'' محدثین نے اس کی سند کو معتبر و مقبول مانا ہے''(۱)

حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور بدنی عبادتوں کے ذریعہ ایصال ثواب حدیث سے ثابت ہے اور یہی ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور احمدؒ کی رائے ہے اور فقہاء شوافع میں سے بھی بہت سے لوگ اسی کے قائل ہیں، البتہ پیشہ ورانہ طریقہ پر پیسے لے کر قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں اور اس کا ثواب نہیں پہنچتا، کیوں کہ ثواب تو ایسے عمل پر ہوتا ہے جس میں اخلاص ہو، جو عمل اخلاص سے خالی ہو وہ خود لائق ثواب نہیں، اور جو عمل خود ہی لائق ثواب نہ ہو اس کا ثواب دوسروں کو کیوں کر ایصال کیا جاسکتا ہے؟ یہی بات مشہور فقیہ علامہ شامیؒ نے لکھی ہے۔(۲)

شوہر کے لئے ایصال ثواب

سوال:- {946} جب شوہر کے انتقال کے بعد بیوی سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، تو بیوی ایصال ثواب کیسے کرسکتی ہے جب کہ شوہر سے رشتہ ہی نہیں رہتا ہے؟

(جیلانی بیگم، قاضی پورہ)

---

(۱) دیکھئے: الفتح الربانی :۸/۱۰۱۔
(۲) رد المحتار :۹/۷۷۔ محشی۔

جواب:- موت کی وجہ سے رشتہ نکاح کا ختم ہو جانا بھی ایک راحت ہے، غور کیجئے اگر شوہر کے انتقال کے بعد بھی عورت کا رشتہ نکاح اس سے باقی رہے تو پھر اس کو ہمیشہ تجرد کی زندگی گذارنی پڑے گی، اور دوسرے نکاح کی گنجائش نہ ہوگی، کیونکہ ایک عورت بیک وقت دو مردوں کے نکاح میں نہیں رہ سکتی، البتہ ایصال ثواب کے لئے رشتہ کا باقی رہنا ضروری نہیں، ایصال ثواب تو ہر مسلماں کلمہ گو کے لئے ہے۔

چہلم اور دہم سے پہلے چونا ڈالنا

سوال:- {947} زید اور بکر دونوں سگے بھائی ہیں، زید کا ایک نابالغ لڑکے کا -جس کی عمر چار سال تھی- انتقال ہو گیا، بکر اپنا ایک نیا مکان تعمیر کروا رہا تھا، زید کی بیوی کو یہ معلوم ہوا کہ بکر اپنے نئے مکان کو چونا ڈلوانے والا ہے، تو اس نے کہا کہ میرے بچہ کا چہلم ہونے کے بعد نئے مکان کو چونا ڈالنا، زید کے لڑکے کا انتقال ہوئے تقریباً پندرہ دن ہو چکے تھے، تو کیا بکر اگر اپنے مکان کو چونا کروا ڈالے تو اس کا یہ عمل حکم شریعت کے خلاف ہوگا؟ (محمد شرف الدین قریشی، رحمت نگر)

جواب:- ایصال ثواب تو حدیث سے ثابت ہے، اور فقہاء اس کے قائل ہیں، لیکن اس کے لیے چالیسویں دن کی ہی تخصیص درست نہیں، اس لیے اہل علم نے کسی دن اور تاریخ کے متعین کرنے کو منع کیا ہے، مشہور محدث وفقیہ ملا علی قاری حنفیؒ لکھتے ہیں:

"قول أصحاب المذهب إنه يكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول و الثالث و بعد الأسبوع"(۱)

---

(۱) رد المحتار: ۶۰۳/۱، ط: نعمانیہ۔ محشی۔

''اصحاب مذہب نے کہا ہے کہ وفات کے پہلے اور تیسرے
دن اور ایک ہفتہ کے بعد ضیافت کا اہتمام مکروہ ہے''

موت کے بعد کسی خاص مدت تک مکان کو چونا نہ ڈالنا، یا اس کو برا سمجھنا قطعاً غلط، نیز غیر شرعی رسم ورواج اور ہندوانہ طور وطریقہ کی پیروی ہے، ایسی من گھڑت باتوں سے بچنا چاہئے۔

مطلقہ بیوی کے لئے ایصال ثواب اور قبر کی زیارت

سوال:- {948} میرے دوست نے اپنی بیوی کو ایسی حالت میں طلاق دی، جب کہ ہوش وحواس میں نہیں تھی، چند دنوں بعد بیوی کا انتقال ہوگیا، میرے دوست چاہتے ہیں کہ ان کی مزار کی زیارت کریں، کیا وہ ایسا کر سکتے ہیں؟

(محمد اقبال احمد، سکندرآباد)

جواب:- کسی شدید شرعی عذر کے بغیر طلاق دینا سخت گناہ ہے، اور وہ بھی ایسی حالت میں جب کہ بیوی ہوش وحواس میں بھی نہ ہو، یہ نہایت ہی ناشائستہ حرکت اور گناہ ہے، اس لئے اوّلاً تو آپ کے دوست کو استغفار کرنا چاہئے، جہاں تک مرحومہ کی قبر کی زیارت اور ان کے لئے ایصالِ ثواب کی بات ہے تو یہ کر سکتے ہیں، کیوں کہ ایصالِ ثواب تو کسی بھی مسلمان کے لئے کیا جاسکتا ہے، اور قبر کی زیارت کسی بھی مسلمان کے لیے جائز ہے،(۱) طلاق کی وجہ سے رشتۂ نکاح تو ختم ہوتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اسلامی اخوت کا رشتہ ختم نہیں ہوتا۔

سویم، دسواں وغیرہ

سوال:- {949} ایصالِ ثواب کا شرعی حکم اور صحیح طریقہ کیا ہے، زیارت، سویم، دسواں، چالیسواں اور سالانہ فاتحہ کرنا

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۶۰، کتاب الجنائز۔ محشی۔

جائز ہے یا نہیں؟ بعض رشتہ داروں کے پاس سے ایسی دعوتیں
آتی ہیں، اگر شریک نہ ہوں تو ناراضگی کا سبب ہوتا ہے، اس
سلسلہ میں ہمیں کیا کرنا چاہئے تاکہ بغیر کسی کو ناراض کئے ان کو
صحیح احکام کی روشنی میں مطمئن کرسکیں؟

(خواجہ معین الدین، تالاب کٹہ)

جواب:- ایصال ثواب کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ کوئی بدنی، مالی عبادت کی جاوے یا قرآن مجید پڑھا جائے، اور دعا کی جائے کہ اللہ تعالی اس کا اجر مرحوم کو عطاء کردے، (۱) ایصال ثواب کا یہی طریقہ سنت سے ثابت ہے، زیارت دسویں، چالیسویں اور سالانہ فاتحہ وغیرہ کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے، (۲) اور چونکہ یہ دعوتیں ایک بدعت پر مبنی ہیں، اس لئے ان میں شرکت درست نہیں ہے، ایسے موقع پر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو شریعت کے احکام سے مطلع کرنا

---

(۱) مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنی کتاب ''جلی الصوت'' میں لکھتے ہیں کہ ''یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کئے جاتے ہیں، سب مکروہ وممنوع ہیں۔ اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اس دعوت کا کھانا بھی منع ہے۔ (جلی الصوت :ص:۳)

"ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث و بعد الأسبوع" (شامی: ۶۰۳/۱، ط:نعمانیه)، "وتكره الضيافة من أهل الميت : لأنها شرعت في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة" (مراقی الفلاح ص:۳۳۹)

شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ سفر السعادة ۲۷۳ میں لکھتے ہیں: ''اما این اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامی بدعت است وحرام''

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنے وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''بعد یوم رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وششماہی و برسینی ہیچ کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نداشتہ واندو حرام ساختہ اند'' (مالابدمنہ، ص:۱۶۰۔)

(۲) "ويقرأ يسين ... ثم يقول اللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلا ن" (رد المحتار: ۶۰۵/۱، مطلب في زيارة القبور)

چاہئے اور شائستہ طریقہ پر شرکت سے معذرت کردینا چاہئے، زندگی میں ایسے بہت سے مواقع آئے ہیں، جب ہم محض کسی اختلاف ونزاع کے باعث لوگوں کے تقریبات میں شرکت نہیں کرتے ہیں، پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ذاتی مسائل میں ہم اتنے حساس ہوں اور خدا کے دین اور شریعت کے معاملہ میں ہمارے اندر کوئی غیرت نہ ہو۔

غیر مسلم والدین کے لئے استغفار

سوال:- {950} اگر کسی کے والدین غیر مسلم ہوں اور کفر کی حالت ہی میں ان کا انتقال ہوا، لیکن ان کی اولاد کو ایمان لانے کی توفیق ہوئی، تو کیا وہ اپنے غیر مسلم والدین کے لئے ایصال ثواب کرسکتا ہے؟

(ابوقمر صدیقی، سمری، بختیار پور، محمد ابراہیم رئیس، نظام آباد)

جواب:- ثواب پہنچانا یا استغفار کرنا صرف مسلمان ہی کے لئے جائز ہے، کافر ومشرک کے لئے جائز نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحَابُ الْجَحِيْمِ﴾ (۱)

”نبی اور ایمان والوں کے لئے روا نہیں کہ یہ ظاہر ہوجانے کے بعد بھی کہ مشرکین دوزخی ہیں ان کے لئے دعاء کریں، گو وہ ان کے قرابت دار ہوں“

اس لئے کافر والدین کے لئے نہ استغفار جائز ہے اور نہ ایصال ثواب۔

---

(۱) التوبۃ :۱۱۳۔

تدفین سے پہلے قرآن کے ذریعہ ایصال ثواب

سوال:- {951} تدفین سے پہلے میت کی مغفرت کے واسطے قرآن مجید پڑھنا کیسا ہے؟

(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید تدفین سے پہلے بھی پڑھا جاسکتا ہے، اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ چوں کہ موت کی وجہ سے انسان ایک درجہ میں ناپاک ہوجاتا ہے اور غسل دینے کے بعد پاک ہوتا ہے، اس لئے جب تک مردہ کو غسل نہیں دیا جائے، میت کے پاس بیٹھ کر قرآن نہ پڑھا جائے "تکره القرأة عنده حتی یغسل"۔(۱)

غیر مسلموں کے لئے ایصال ثواب

سوال:- {952} آج کل یہ رسم چل پڑی ہے کہ کوئی بڑا لیڈر مرجاتا ہے تو اس کی آخری رسومات پر یا اس کی برسی اور جنم دن کے موقع پر مذہب کی کتابوں کی تلاوت کر کے ان کی آتما کو شانتی پہنچانے کی تقریب منعقد کی جاتی ہے اور چن چن کر ایسے لوگوں کو بلاتے ہیں جو اپنے فرقے میں باا ثر اور دیندار سمجھے جاتے ہیں، کیا کسی غیر مسلم کے حق میں ایصال ثواب کے لئے قرآن کی تلاوت درست ہے؟ براہ کرم تفصیلی جواب دیں: کیوں کہ یہ رسم عام ہونے کے باوجود اس پر دینی حلقوں کی جانب سے کوئی احتجاج یا فتوی سامنے نہیں آیا ہے۔

(عبدالمعید، ہمایوں نگر)

---

(۱) الدر المختار مع الرد:۳/۸۴۔

جو اب :- اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ایک شخص جو کفر میں مرتا ہے وہ خدا کا باغی ہے اس لحاظ سے وہ یقیناً اس لائق ہے کہ اس سے بے تعلقی برتی جائے ، یہ بے تعلقی ، بے مروتی اور ناروا داری نہیں ، بلکہ وفا شعاری اور انصاف کا تقاضا ہے ، ہم دن رات دیکھتے ہیں کہ ملکوں اور حکومتوں کے باغیوں کو سزائے موت دی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہمدردی ایک طرح کی غداری باور کیا جاتا ہے، پس رب کائنات سے تمام انسانوں کا جو رشتہ بندگی ہے، اس کا تقاضا ہے کہ ایسے شخص کو معاشرہ کا باغی تصور کیا جائے اور اس سے بے تعلقی برتی جائے ، اسلام نے اسی لئے دنیا میں گو عام انسانی رشتہ کے تحت ایسے لوگوں کے ساتھ مواسات کا حکم دیا ہے، لیکن آخرت جو صرف اہل ایمان کے لیے ہے اور جس کی ملکیت کو اللہ تعالیٰ نے مکمل طور پر اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے اور اپنے آپ کو ''مالک یوم الدین '' کہا ہے، اس میں کسی قسم کی رواداری کی گنجائش نہیں رکھی گئی۔

خود رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اس کی دو نہایت واضح مثالیں ملتی ہیں: ایک مثال حضرت ابو طالب کی ہے، جو آپ ﷺ کے چچا بھی تھے اور محسن و محافظ بھی، لیکن ایمان ان کے لیے مقدر نہیں تھا، آپ ﷺ نے ان کے لیے دعاءِ مغفرت کی تو ارشادِ باری ہوا:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ (۱)

''نبی اور اہل ایمان کے لیے روا نہیں کہ مشرکین کے لیے یہ بات ظاہر ہو جانے کے بعد کہ وہ دوزخی ہیں، دعاء استغفار کریں، گو وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں''

علامہ قرطبیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

---

(۱) التوبۃ :۱۱۳۔

" فان اللّٰہ لم یجعل للمؤمنین أن یستغفروا للمشرکین فطلب الغفران مما لا یجوز " (۱)

''اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے یہ جائز نہیں رکھا ہے کہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، پس مشرک کے لیے دعاءِ مغفرت جائز نہیں''

دوسری مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے راس المنافقین عبداللہ بن ابی پر نمازِ جنازہ پڑھی، جو بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا، حالانکہ وہ باطن میں ایمان سے محروم تھا، اس موقع سے بھی ارشادِ خداوندی ہوا:

﴿ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ (۲)

''ان میں سے مرنے والوں پر آپ کبھی بھی نماز نہ پڑھیں، اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور بحالتِ فسق رہے ہیں''

مشہور مفسر علامہ آلوسیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

" والمراد من الصلاة المنهی عنها صلوة المیت المعروفة و هي متضمنة للدعاء و الاستغفار و الاستشفاع " (۳)

---

(۱) الجامع لأحکام القرآن :۸/۲۷۳۔
(۲) التوبة:۸۴۔
(۳) روح المعانی :۱۰/۱۵۵۔

''جس نماز سے منع کیا گیا ہے، اس سے مراد نمازِ جنازہ ہے
اور یہ دعاءِ استغفار اور شفاعت کو بھی شامل ہے''

اس لیے غیر مسلموں کے لیے استغفار، ایصالِ ثواب قرآن پڑھنا وغیرہ جائز نہیں، اور یہ رسم نہایت قبیح اور شرعی نقطۂ نظر سے غلط اور قطعاً نادرست ہے۔

بہترین ایصالِ ثواب

سوال:- {953} مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے بہترین اور باعث قبولیت اعمال کیا ہیں؟

(منا، نظام آباد)

جواب:- اکثر فقہاء کے نزدیک ''بدنی عبادت'' نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن اور ''مالی عبادت'' یعنی صدقہ، قربانی کے ذریعہ مُردہ کو ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، (۱) البتہ ایصالِ ثواب کا زیادہ بہتر طریقہ صدقہ ہے، کیونکہ صدقہ سے ایصالِ ثواب کے درست ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، پھر صدقہ میں بھی ایک ایسا صدقہ ہے جس کا اثر اور نفع کم وقت تک محدود ہوتا ہے، جیسے: کسی کو کھانا کھلا دینا۔

صدقہ کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان کا نفع دیرپا ہوتا ہے، اسے صدقۂ جاریہ سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ ایصالِ ثواب کا سب سے بہتر طریقہ ہے، جیسے: مسجد یا مدرسہ تعمیر کرادینا، کنواں کھودوانا، وغیرہ، رسول اللہ ﷺ سے حضرت سعد بن عبادہ ؓ نے دریافت کیا کہ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اور وہ ان کی طرف سے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے کنواں کھودوانے کا مشورہ دیا، (۲) تو ایسے صدقات کے ذریعہ ایصالِ ثواب جس کے نفع کا دائرہ وسیع ہو، اور زیادہ دنوں تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاسکیں، سب سے افضل طریقہ ہے۔

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱۵۱/۳۔
(۲) مسند إمام أحمد بن حنبل، حدیث نمبر: ۲۲۴۵۵۔ محشی۔

ہائے! یہ قرآن فروشی

سوال:- {954} بعض حفاظ کئی قرآن مجید مکمل پڑھ کر ذخیرہ کے طور پر رکھ لیتے ہیں، جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے، تو ورثاء ان سے رجوع ہوتے ہیں، اور مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے قرآن پاک پڑھ کر بخشنے کی درخواست کرتے ہیں، تب یہ حفاظ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کئی قرآن مجید پڑھے ہوئے ہیں، آپ پانچ سو روپے، ہزار روپے دے کر ایک قرآن مجید بخشوا لیجئے، کیا یہ عمل جائز ہے؟

(محمد عبدالحلیم، محبوب آباد)

جواب:- قرآن مجید سے ایصال ثواب درست ہے، حدیثوں سے ثابت ہے، (۱) اور اس لئے اکثر فقہاء اس کے قائل ہیں، (۲) لیکن آپ نے جو صورت ذکر کی ہے، یہ نعوذ باللہ قرآن فروشی ہے نہ کہ ایصال ثواب، جب قرآن کی تلاوت کا معاوضہ لے لیا گیا، تو اس میں اخلاص باقی نہیں رہا، اور جو عمل اخلاص سے خالی ہو وہ باعث ثواب نہیں، پھر جب قرآن کی تلاوت کرنے والوں کا عمل بجائے خود باعث ثواب نہیں ہے تو وہ دوسروں کو کس طرح ثواب کا ایصال کر سکتے ہیں؟ جب کوئی عمل بجائے خود اجر و ثواب کا باعث ہو، جب ہی دوسروں کو اس کا ثواب پہنچایا جا سکتا ہے، اس لئے جو صورت آپ نے لکھی ہے وہ قطعاً نادرست ہے، اس سے مردہ کو ثواب بھی نہیں پہنچے گا اور یہ رقم قرآن کی تلاوت کرنے والے کے لئے بھی حرام ہوگی۔

---

(۱) " أن رسول الله ﷺ قال : من دخل المقابر فقرأ سورة " يسين " خفف الله عنهم ، و كان له بعد من دفن فيها حسنات " عن أنس ؓ ، (اعلاء السنن ، حدیث نمبر: ۲۳۲۲ ، باب استحباب زيارة القبور عموما و زيارة قبر النبي ﷺ خصوصا و ما يقرأ فيها) محشی۔

(۲) رد المحتار: ۳/۱۵۲-۱۵۱۔ محشی۔

زندہ کو ایصالِ ثواب

سوال:- {955} (الف) اگر دینی کام ہو جیسے دینی اجتماع، ذکر، گشت وغیرہ تو کیا مرحومین کو اس کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے؟ (ب) کیا زندہ لوگوں کو بھی ان افعال کا ثواب پہنچا سکتے ہیں؟ (محی الدین، جگہ نامعلوم)

جواب:- (الف) اہل سنت والجماعت کے نزدیک ایک شخص اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے اور یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، البتہ ایسے اعمال صالحہ کا ایصالِ ثواب کرنا چاہئے جو منصوص ہیں، اور براہِ راست قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، نیز بجائے خود مقصود ہیں، جیسے: نماز، تلاوتِ قرآن ذکر وغیرہ، وہ اعمال صالحہ جو منصوص نہیں ہیں مستنبط ہیں، ایسے اعمال کا ایصالِ ثواب حدیث یا سلفِ صالحین کی صراحتوں سے ثابت نہیں۔

(ب) ایصالِ ثواب مُردوں کی طرح زندوں کو بھی ہوسکتا ہے، علامہ شامیؒ ''البحر الرائق'' کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

"من صام أو صلي أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة و الجماعة وبهذا علم أنه لا فرق بين أن يكون المجعول له ميتا أو حيا "(۱)

''جس نے روزہ رکھا، یا نماز پڑھی، یا صدقہ کیا اور اپنا ثواب کسی اور زندہ یا مردہ کے لئے کردیا تو جائز ہے اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک ان کو اس کا ثواب پہنچ جائے گا، اس

---

(۱) رد المحتار :۳/۱۵۲۔

سے معلوم ہوا کہ جس کو ایصال ثواب کیا جائے اس کے زندہ
اور مُردہ ہونے میں کوئی فرق نہیں''

قرآن مجید کی بعض سورتوں سے ایصال ثواب

سوال:- {956} خصوصاً ہر روز میرا معمول ہے کہ فجر
سے قبل سورۂ یٰسین، سورۂ ملک، سورہ مزمل اور منزل پڑھ کر ان
کا ثواب پیارے نبی ﷺ اور اہل بیت کو پہلے بخش کر اپنے
والدین، مرحوم رشتہ داروں اور دوستوں کو بخشتا ہوں اور شروع
میں درود شریف بھی پڑھتا ہوں، کیا شرعاً میرا یہ عمل درست
ہے؟ (محمد غوث الدین قدیر، کریم نگر)

جواب:- اکثر ائمہ اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید سے ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے
، اس لیے جو صورت آپ نے لکھی ہے وہ درست ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:
''جب قبرستان میں داخل ہو تو سورۂ یٰسین پڑھے، کیوں کہ
حدیث میں ہے کہ جو قبرستان میں داخل ہو اور سورۂ یٰسین
پڑھے، اللہ تعالیٰ ان سے اس دن عذاب کو ہلکا کر دیتے ہیں
اور جتنے لوگ قبرستان میں مدفون ہیں، پڑھنے والے کے
لیے ان کے برابر نیکیاں ہوتی ہیں، نیز شرح لباب میں ہے
کہ قرآن میں سے جو پڑھنا آسان ہو وہ پڑھ لے، سورۂ
فاتحہ، مفلحون تک سورۂ بقرہ کا ابتدائی حصہ، آیت الکرسی،
سورۂ بقرہ کا آخری رکوع، سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک ... پھر
کہے: اے اللہ! ہم نے جو کچھ پڑھا، اس کا ثواب فلاں شخص

یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچادیجئے''۔(۱)

لہٰذا آپ کا رسول اللہ ﷺ اور دوسرے بزرگوں اور اہل تعلق کو ایصالِ ثواب کرنا درست ہے، اور یہ خود آپ کے لیے بھی باعثِ ثواب ہے، البتہ اسے ضروری اور لازم نہ سمجھ لیں کہ جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے واجب نہ قرار دیا ہو، اسے واجب کا درجہ دینا درست نہیں۔

قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا

سوال:- {957} قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا کیسا ہے؟ کیا اس کی اجازت ہے؟

(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- جو بات حدیث سے ثابت نہ ہو، قبر کے پاس اس کا کرنا مکروہ ہے اور حدیث سے دو باتیں ثابت ہیں: قبر کی زیارت اور قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعاء کرنا:

" ویکره عند القبر مالم یعهد من السنة و المعهود فیها لیس إلا زیارته والدعاء عنده قائمًا "(۲)

آپ سے قبر کے پاس جنت البقیع میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی ثابت ہے:

" حتی جاء البقیع فقام فأطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات "(۳)

اس لئے قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاسکتی ہے، البتہ ہاتھ اٹھاتے وقت اپنا رخ قبلہ کی طرف رکھے نہ کہ کسی قبر کی طرف۔

---

(۱) رد المحتار :۳/۱۵۱، باب صلاۃ الجنازۃ ۔ محشی۔
(۲) الفتاوی الهندیة:۱/۱۶۹۔
(۳) صحیح مسلم ، حدیث نمبر:۹۷۴۔

قبرستان میں دعاء کا طریقہ

سوال:- {958} قبرستان میں صاحب قبر کے لئے دعاء مشرق کی طرف رخ کرکے پڑھی چاہئے یا قبلہ کی طرف؟

(محمد امان، سدی پیٹ)

جواب:- فتاوی عالمگیری میں قبر کی زیارت کا ادب یہ بتایا گیا ہے کہ قبرستان میں داخل ہونے کے بعد جوتے نکال دے، پھر صاحب قبر کی طرف متوجہ ہوکر کہے:

" السلام عليكم يا أهل القبور يغفر الله لنا و لكم أنتم لنا سلف و نحن بالأثر " (۱)

’’اے اصحاب قبور! اللہ تعالی ہمیں بھی معاف کردے اور تمہیں بھی، آپ ہم سے پہلے جانے والے لوگ ہیں، اور ہم لوگ بھی آپ کے پیچھے آنے والے ہیں‘‘

پھر جب صاحب قبر کے لئے دعاء کرنی ہو، تو اس طرح دعاء کرے کہ پشت قبر کی جانب ہو اور چہرہ قبلہ کی طرف۔ (۲)

قبر پر سورۂ ملک دم کرکے پانی ڈالنا

سوال:- {959} ایک سال پہلے ہماری والدہ کا انتقال ہوا اور میں ہر جمعہ ۲۱ مرتبہ سورۂ ملک پڑھ کر پانی پر دَم کرکے والدہ کی قبر پر ڈالنے کے لیے کسی کو دیتی ہوں، ایسا کرنا جائز

(۱) الجامع للترمذي :۱/۲۰۳، أبواب الجنائز ، باب ما يقول الرجل إذا دخل المقابر ، عن ابن عباس ﷺ ۔

(۲) الفتاوى الهندية : ۵/۳۵۰، باب في زيارة القبور۔

ہے یا نہیں؟ کیا سورۂ ملک کی تلاوت کرنے سے عذاب قبر کم ہوتا ہے؟ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ صرف پانی ایک قبر پر نہیں بلکہ اس قبرستان کی تمام قبروں پر ڈالنا ہوگا، جب کہ ایسا کرنا بہت مشکل ہے، صحیح مسئلہ کی رہنمائی فرمائیں۔

(رضیہ سلطانہ، ہاگرگہ روڈ)

جواب:- روایات میں سورہ ملک کی بہت فضیلت آئی ہے، حضرت ابوہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن میں تیس آیتوں پر مشتمل ایک سورہ ہے، جو انسانوں کے لیے خدا کے حضور شفاعت کرتی ہے، تا آنکہ اس کی مغفرت کردی جائے، اور وہ سورۂ ملک ہے،

" إن سورة من القرآن ثلاثون آية ، شفعت لرجل حتى غفر له ، و هي سورة تبارك الذى بيده الملك " (۱)

اسی طرح حضرت ابن عباس ﷺ نقل کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورہ کے بارے میں فرمایا: یہ عذاب قبر سے روکنے اور نجات دلانے والی ہے:

" هي المانعة ، هي المنجية ، تنجيه من عذاب القبر " (۲)

اس لیے سورۂ ملک کا پڑھنا اور اس کا ثواب مرحومین کو پہنچانا فائدہ مند ہے، لیکن اس سورہ کو پڑھ کر پانی پر دَم کر کے قبر وغیرہ پر ڈالنا درست نہیں، اس سے نہ مرحومہ کو ثواب ہوگا، نہ خود آپ کو، بلکہ اسے شرعی طریقہ سمجھ کر کرنا تو بدعت اور باعثِ گناہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے زندہ پر تو

---

(۱) الجامع للترمذي ، حدیث نمبر: ۲۸۹۱۔ محشی۔
(۲) الجامع للترمذي ، حدیث نمبر: ۲۸۹۰۔ محشی۔

دَم فرمایا ہے،(۱) لیکن مردہ یا قبر پر دَم کرنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں، اس لیے آپ قرآن مجید اور سورۂ ملک کی تلاوت کر کے والدہ کے لیے ایصال ثواب کیا کریں۔

عورت کا قبرستان سے گذرنا

سوال:- {960} میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ عورت کا قبرستان میں جانا ممنوع ہے لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میں مدرسہ کو جاتی ہوں تو راستہ میں قبرستان ملتا ہے میرا گذر وہیں سے ہوتا ہے، تو میرا اس طرح قبرستان سے گذرنا اسلامی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟　　(صنوبر ثریا، جوگی پیٹ)

جواب:- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ؓ کی قبر پر آنا اور زیارت کرنا ثابت ہے،(۲) لیکن چونکہ خواتین عام طور پر اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پاتیں اور جزع وفزع میں مبتلا ہو جاتی ہیں، اس لئے ازراہ احتیاط علماء نے خواتین کو قبرستان جانے سے منع کیا ہے، لیکن یہ ممانعت زیارت قبر کی نیت سے قبرستان جانے کی ہے، قبرستان سے خواتین کے گذرنے میں کوئی قباحت نہیں، اس لئے آپ قبرستان سے گذر کر مدرسہ جا سکتی ہیں۔

---

(۱) "كان رسول الله ﷺ إذا مرض أحد من أهله نفث عليه بالمعوذات ، فلما مرض مرضه الذى مات فيه جعلت أنفث عليه و أمسحه بيد نفسه ؛ لأنها كانت أعظم بركة من يدى" عن عائشة رضى الله تعالى عنها ، (صحيح البخاري ، حديث نمبر:۵۷۱۴)محشی۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۱۰۵۵۔

خواتین کا قبر کی زیارت

سوال:- {961} کیا خواتین اپنے عزیز مرحومین ، شوہر، والدین یا دوسرے رشتہ داروں کی قبروں پر جاسکتی ہیں؟

(محمد کلیم احمد ، رنگ روڈ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ابتداءً قبر کی زیارت سے منع فرمایا تھا، بعد کو آپ ﷺ نے مرد وعورت کی تفریق کئے بغیر زیارتِ قبر کی اجازت مرحمت فرمادی، تاکہ لوگ اس سے آخرت کو یاد کرنے کا ذریعہ بنائیں: ''کنت نهيتكم عن زيارة القبور ، فزوروها ''(۱) اب بعض فقہاء کے نزدیک اس اجازت میں عورتیں بھی شامل ہیں، شمس الائمہ سرخسیؒ نے اسی کو ترجیح دیا ہے،(۲) ام المؤمنین سیدنا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رسول اللہ ﷺ ، حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کی قبر کی زیارت کرنا بھی ثابت ہے،(۳) اس لیے عورتوں کو اپنے اعزہ کے قبر کی زیارت جائز ہے، لیکن جزع وفزع سے بچنا ضروری ہے، اور یہ بھی کہ اگر غیر محرم کے قبیل سے ہو تو ستر کا ویسا ہی خیال رکھیں جیسا کہ زندگی میں خیال رکھا جاتا ہے۔

" وكيفية الزيارة كزيارة ذلك الميت في حياته من القرب و البعد " (۴)

''ام المؤمنین سیدنا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ روضۂ شریف میں جب تک سرکارِ دو عالم ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ کی قبریں تھیں، میں بے تکلف کپڑے کا

---

(۱) مسند أحمد ، عن أبي بريدة ، حديث نمبر:۱۲۴۰۔

(۲) الفتاوى الهندية:۱/۳۵۰۔

(۳) حاشية جامع المسانيد و السنن :۳۵۹۰/حدیث نمبر:۱۶۱۵۔ محشی۔

(۴) الفتاوى الهندية:۱/۳۰۵

زیادہ خیال کیے بغیر جایا کرتی تھی، لیکن جب حضرت عمرؓ
کی روضہ میں تدفین ہوئی، تو چوں کہ وہ غیر محرم تھے، اس لیے
اچھی طرح کپڑوں کا اہتمام کر کے زیارت کے لیے جاتی
تھی''(۱)

(۱) حاشیة جامع المسانید و السنن :۳۵۹۰/حدیث نمبر:۱۶۱۵۔ محشی۔

قبروں سے متعلق احکام

قبر کی قیمت

سوال:- {962} آج کل بہت سے قبرستانوں کے نگران کار دو گز زمین کے لئے ہزاروں روپے نذرانے کے طور پر مانگتے ہیں، اسکے بغیر قبر کی جگہ نہیں دیتے، تو کیا اس طرح رقم لینا اور دینا درست ہے؟ (محمد آصف، لام، گنٹور)

جواب:- اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین میں تدفین کے لئے پیسہ لے تو گنجائش ہے،(۱) کیونکہ اپنی ملکیت فروخت کی جاسکتی ہے، لیکن جو قبرستان وقف ہے ان کو فروخت کرنا اور کسی نام سے قبر کے پیسے وصول کرنا جائز نہیں (۲) اور اس وقت جو مقامات قبرستان کے طور پر

---

(۱) "سئل في وقف له ناظر و متول هل لأحدهم التصرف بلا علم الآخر ؟ أجاب : لا يجوز ، و القيم و المتولي و الناظر في كلامهم بمعنى واحد" (رد المحتار :۶/۶۸۳، مطلب ليس للمشرف التصرف) محشی۔

(۲) سنن ابن ماجة ،حدیث نمبر:۲۷۵۳،باب فضل الجهاد في سبيل الله ۔محشی۔

استعمال ہوتے ہیں وہ سب کے سب وقف ہی ہیں، اِس لئے متولیوں کو ایسے گناہ کے کام سے بچنا چاہئے کہ یہ رشوت اور باطل طریقہ پر لوگوں کا مال کھانا ہے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے۔

قبروں کو پختہ بنانا اور کتبہ لگانا

سوال:- {963} قبروں کو پختہ بنا کر اس پر کتبہ لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے قبور جو پختہ اور گنبدوں کی شکل میں ہیں اور اس میں بعض جگہ قرآنی آیات وغیرہ لکھے ہیں، ان کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(ریاض الحق، منگلور)

جواب:- قبر کو پختہ بنانے کی حضور ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے، (۱) اس لئے یہ بالکل جائز نہیں ہے، صرف سادہ پتھر امتیاز کے لئے لگایا جاسکتا ہے، کتبہ نصب کرنا مکروہ ہے، (۲) بزرگوں کی قبر پر جو گنبد تعمیر کردئے گئے ہیں، وہ سب خلافِ شرع ہیں، اور خود ان بزرگوں نے اس کو پسند نہیں کیا ہے۔

---

(۱) مشکوۃ شریف: ص:۱۴۸۔

" وفي الجامع الصغير للسيوطي ، نهى رسول الله ﷺ أن يقعد على القبر وأن يجصص أو يبنى عليه "(۲/۲۸۷ ـ)" ولا نرى أن يزاد على ما خرج منه ونكره أن يجصص أو يطين ، أن النبي ﷺ نهى عن تربيع القبور و تجصيصها " (كتاب الآثار لإمام محمد: ص:۹۶)۔

مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی اپنی کتاب "زبدۃ الذکیہ" صفحہ ۶۵ / پر لکھتے ہیں، قبر کے اوپر چنائی کرنا یا قبر پر بیٹھنا یا اس کی طرف نماز میں منہ کرنا سب منع ہے۔

(۲) " نهى النبي ﷺ أن يكتب على القبر شيئًا "، رواه ابن ماجه ، وحاكم في المستدرك ، كلاهما عن جابر حديث صحيح " (الجامع الصغير للسيوطي : ۲/۲۸۷)

قبر میں حضور ﷺ کے بارے میں سوال

سوال:- {964} میرے مطالعہ میں یہ بات آئی ہے کہ میت کی تدفین کے بعد اس سے تین سوالات کئے جائیں گے، (۱) من ربك ؟ (تیرا رب کون ہے؟) (۲) ما دینك ؟ (تیرا دین کیا ہے؟) (۳) من نبیك ؟ (تیرے نبی کون ہیں؟) مگر ہمارے یہاں ایک صاحب نے کہا کہ قبر میں دو ہی سوالات کئے جائیں گے، تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ تو کیا ہمارے پیغمبر ﷺ کے بارے میں سوال نہیں ہوگا؟

(محمد وقارالدین، مشیر آباد)

جواب:- آپ کے مطالعہ میں جو بات آئی ہے وہ درست ہے، قبر میں رب، دین، نبی تینوں کے بارے میں سوالات کئے جائیں گے، حضرت براء بن عازب ﷺ کی روایت میں تینوں سوالات کی تفصیل مذکور ہے، (۱) البتہ حضور ﷺ سے متعلق جو سوال ہوگا اس کے الفاظ کسی قدر مختلف ہیں، بخاری میں حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ دو فرشتے آئیں گے، مردہ کو بیٹھائیں گے اور استفسار کریں گے، تم اس شخص "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ مؤمن کہے گا کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں، فرشتے اسے دوزخ دکھائیں گے، جس سے اسے نجات دی گئی، پھر جنت میں اس کے مقام کا دیدار کرائیں گے، کافر اور منافق اس سوال کے جواب میں کہیں گے کہ جو لوگ کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا، " کنت أقول ما یقول الناس " اس سے کہا جائے گا کہ نہ تم نے خود سمجھداری

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۴۷۵۳، عن براء بن عازب ﷺ، باب المسئلة في القبر و عذاب القبر۔

سے کام لیا اور نہ ہی سمجھداروں کی پیروی کی، "لا دریت و لا تلیت" (۱) یہ اور اس طرح کی اور بھی روایات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کہاں ہے؟

سوال:- {965} میں نے کئی صاحبان سے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کا کوئی پتہ نہیں، انتقال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو ایک سانڈنی کی پیٹھ پر ڈال کر جنگلوں کی طرف روانہ کر دیا گیا، کیا یہ صحیح ہے؟ (فرمین محمد خان، چندرائن گٹہ)

جواب:- علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں محققین کی رائے ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھائی، اور کوفہ کے "دار الإمارۃ" میں آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین عمل میں آئی، یہ جو بعض حضرات نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک سواری پر رکھی گئی، اور وہ اسے لے کر چلی گئی، پھر پتہ نہیں چلا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی نعش کہاں گئی، مشہور محقق اور مؤرخ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ

"فقد أخطأ و تکلف مالا علم به و لا یقبله عقل و لا شرع" (۲)

"یہ غلط اور لاعلمی پر مبنی بات ہے، جسے نہ عقل قبول کرتی ہے، اور نہ شرع"

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر افغانستان میں ہے؟

سوال:- {966} افغانستان کے شمال میں واقع ایک

---

(۱) صحیح البخاری: ۱/۱۷۸۔

(۲) البدایة والنهایة: ۷/۳۲۰۔

اہم شہر مزار شریف سے متعلق ایک ٹی وی چینل میں بتایا گیا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار مقدس ہے، اس روضہ پر ازبک کمانڈر رشید دوستم کو حاضری دیتے اور کامیابی کے لئے دعا مانگتے ہوئے دکھایا گیا، مزار شریف میں واقع روضہ کی حقیقت کیا ہے؟ براہِ کرم معلومات سے آگاہ فرمائیے۔

(محمد مجیب اللہ خان، یوسف، سید علی گوڑہ)

جواب:- سیدنا حضرت علی ﷛ کی تدفین کہاں ہوئی؟ اس سلسلہ میں اہل علم اور مؤرخین کے بیان میں کافی اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اہل تشیع نجف کو آپ ﷛ کا مدفن قرار دیتے ہیں، لیکن علماءِ اہل سنت نے اس کو بے اصل قرار دیا ہے، اور یوں بھی کوفہ میں شہادت اور نجف میں تدفین سمجھ میں نہیں آتی، علماءِ اہل سنت کے بیان میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن ابن جریرؒ اور ابن کثیرؒ نیز دوسرے محققین کی رائے ہے کہ آپ ﷛ کی تدفین کوفہ ہی میں "دار الإمارة" کے پاس ہوئی ہے، یہ بات خود اہل بیت میں سے امام جعفر صادق ﷛ سے بھی مروی ہے، چونکہ خوارج اپنی بد دینی کی وجہ سے اہل بیت اور صحابہ ﷡ کے بدترین دشمن تھے، اور انہوں نے ہی حضرت علی ﷛ کو شہید کیا، اس لئے آپ ﷛ کے اہل خاندان حضرت حسن ﷛، حضرت حسین ﷛، حضرت محمد بن حنفیہؒ وغیرہ کا خیال تھا کہ کہیں یہ بد دین اپنے بغض میں آپ ﷛ کی قبر شریف کو کھود نہ ڈالیں، اس لئے قبر کی جگہ کو مخفی رکھا گیا اور اس کی زیادہ تشہیر سے اجتناب برتا گیا، (۱) اس لئے مزار شریف میں حضرت علی ﷛ کی قبر کا ہونا بے اصل بات ہے، نہ عقل اس کو تسلیم کرتی ہے اور نہ تاریخ۔

قبر میں شہداء سے سوال وجواب

سوال:- {967} کیا قبر میں شہداء کرام سے منکر ونکیر کا سوال وجواب ہوگا؟ (محمد نصیر عالم سبیلی، جالے، دربھنگہ)

(۱) دیکھئے: البداية والنهاية: ۷/۳۳۰۔

جواب:- سوال و جواب ہوگا، بلکہ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ نے لکھا ہے کہ حضرات انبیاء کرام سے بھی سوال ہوگا، (۱) البتہ سوال میں بھی ان کی عظمت کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ (۲)

ویسے ملا علی قاریؒ کی رائے ہے کہ انبیاء، بچوں اور شہداء سے قبر میں سوال نہیں ہوگا:

" واستثنی من عموم سوال القبر أنبياء عليه السلام و الأطفال و الشهداء ، ففي صحيح مسلم أنه عليه السلام عن ذلك فقال: " كفى ببارقة السيوف شاهدًا " (۳)

قبرستان میں آگ لگانا

سوال:- {968} یہاں پر ایک مسجد کے بازو میں قبرستان ہے، جس میں قبروں پر برسات میں گھاس اگتی ہے، اور وہ کسی کو گتہ پر دیجاتی ہے، اور گھاس کٹ جاتی ہے، اس کے بعد بھی تھوڑی گھاس بچ جاتی ہے، یا گھاس کٹ جانے کے بعد ڈنڈے بچے رہتے ہیں، اگر اسے ایسا ہی چھوڑ بھی دیا جائے تو سوکھ کر مٹی میں مل جاتی ہے، لیکن یہاں جلا دیا جاتا ہے جس سے قبروں پر بھی آگ لگ جاتی ہے اور قبروں پر جلنے کے نشان کئی ہفتوں، بلکہ مہینوں تک رہتے ہیں، کیا ایسا کرنا شرعا جائز ہے؟ (امیر مرزا، نلگنڈہ)

---

(۱) قال السيد أبو شجاع : " ان للصبيان سوالا وكذا للأنبياء عليه السلام عند البعض " شرح عقائد :۹۹۔

(۲) حوالہ سابق

(۳) شرح فقہ اکبر: ص:۱۴۸۔

جواب:- قبر پر آگ جلانا مکروہ ہے، عمرو بن العاص ؓ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے قریب بہ مرگ اپنے صاجزادے سے کہا کہ جب میری موت ہو تو کسی نوحہ خواں کو اور آگ کو ساتھ نہ لانا، اس سے استدلال کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے قبر پر آگ جلانے کو منع کیا ہے،(۱) فقہاء حنفیہ میں علامہ طحطاویؒ وغیرہ نے تو صراحت کی ہے کہ قبر میں آگ میں پکی ہوئی اینٹ بھی استعمال نہیں کرنی چاہئے۔(۲)

جس کی قبر نہ ہو، اس پر عذاب قبر

سوال:- {969} عذاب قبر کے تعلق سے سنتے ہیں کہ قبر میں مردہ سے سوال و جواب ہوگا اور مردہ فرشتوں کو جواب دے گا، جس آدمی کی قبر ہی نہ ہو یا پانی میں غرق ہوگیا ہو، یا کسی آدمی کو درندہ اور شیر وغیرہ نے کھالیا ہو، تو ایسی صورت میں کیا ہوگا؟ (سید افروز احمد علوی، گلشن باغ)

جواب:- اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عذاب قبر اور سوال و جواب وغیرہ کا تعلق ان لوگوں سے بھی ہے جو پانی میں غرق ہوگئے ہوں یا جن کو جانوروں نے کھالیا ہو۔

"إن الغريق فى الماء والمأكول فى بطون الحيوانات و المصلوب فى الهواء يعذب وإن لم نطلع عليه" (۳)

دراصل عذاب قبر کا لفظ ایک اصطلاحی لفظ ہے اور قبر سے صرف زمین کا گڑھا مراد نہیں ہے، بلکہ عالم دنیا اور عالم آخرت کا درمیانی وقفہ مراد ہے جس کو عالم برزخ کہا جاتا ہے، انسانی

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۳۱۷۱، باب في اتباع الميت بالنار۔
(۲) دیکھئے: حاشية طحطاوى: ص:۳۵٦۔
(۳) شرح عقائد نسفى: ص:۱۰۰۔

جسم خواہ ذرات کی شکل میں ہو، عالم برزخ میں روح سے اس کا ربط اس حد تک برقرار رکھا جاتا ہے کہ وہ آرام و تکلیف کو محسوس کر سکے، خواہ وہ کسی درندہ کے پیٹ میں ہو، یا پانی میں، یا زمین میں مدفون ہو، اور ظاہر ہے کہ زمین میں بھی انسان کا سالم جسم تو بہت دنوں باقی نہیں رہتا بلکہ جسم کے ذرات مٹی کا حصہ بن جاتے ہیں، اس لئے عذاب قبر کے سلسلہ میں اگر یہ اعتراض ہو کہ انسانی جسم باقی نہیں رہتا تو یہ اعتراض تو زمینی قبر کے بارے میں بھی کیا جا سکتا ہے، اس لئے یہ اعتراض درست نہیں۔

حساب و کتاب سے پہلے ہی عذاب قبر کیوں؟

سوال:- {970} میرے بعض ساتھی کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب کی بات درست نہیں، کیونکہ قرآن میں اس کا کوئی ذکر نہیں، نیز جب ابھی نیکی اور بدی کا فیصلہ ہی نہیں ہوا، تو عذاب دینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

(انگریزی میں دستخط غیر واضح)

جواب:- (الف) یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید میں عذاب قبر کا ذکر نہیں، آل فرعون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ غرقاب کئے گئے تھے، ان کا بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا وَّ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾(۱)

''یہ صبح و شام آگ پر پیش کئے جا رہے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو''۔

---

(۱) المومن :۴۶۔

اس آیت میں فی الحال جس عذاب کا ذکر ہے، ظاہر ہے کہ اس سے قبر و برزخ کا عذاب مراد ہے۔

(ب) عذاب قبر دراصل عذاب آخرت کی تمہید ہے، آخرت میں حساب و کتاب محض اتمامِ حجت کے لئے ہے نہ کہ یہ جاننے کے لئے کہ کون عذاب کا مستحق ہے اور کون نہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات پہلے سے موجود ہے کہ فی الواقع کون عذاب کا مستحق ہے اور کون نہیں؟ اللہ تو عالم الغیب ہیں، وہ مخلوق کے انجام کو جاننے کے لئے حساب و کتاب کے محتاج نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قبر میں عذاب کے مسئلہ پر بکثرت صحیح وصریح احادیث موجود ہیں، اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے اور اس کا انکار گمراہی میں داخل ہے۔ اعاذنا اللہ منہ ۔

کافر کی روح اور اس پر عذاب قبر کا مسئلہ

سوال:- {971} اگر کافر انسان مر جائے تو اسے جلا دیا جاتا ہے، ایسے شخص کی روح اللہ کے پاس جاتی ہے یا نہیں؟ اور اس پر قبر کا عذاب کس طرح ہوتا ہے؟

(محمد آصف، عادل آباد)

جواب:- جوں ہی انسان کی موت واقع ہوتی ہے، اس کی روح نکل جاتی ہے، بلکہ موت نام ہی روح نکلنے کا ہے، نیکوں کی روح ''علیین'' میں اور بروں کی ''سِجّین'' میں چلی جاتی ہے، پھر انسان کی لاش دفن کردی جائے یا جلادی جائے، یا سمندر میں ڈال دی جائے، یا ریزہ ریزہ کردی جائے، یا یوں ہی محفوظ کردی جائے، ہر حالت میں اس پر عالم برزخ شروع ہوجاتا ہے، عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے روح اور جسم کے درمیان ایک نادیدہ اور اَن دیکھا تعلق قائم رہتا ہے، دنیا میں اس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا، لیکن آج کل تمثیلات سے اس کو سمجھا جاسکتا ہے، غور کیجئے کہ ٹی وی اسٹیشن اور ٹی، وی کے درمیان یا ریڈیو اسٹیشن اور ریڈیو کے درمیان کوئی محسوس رابطہ نہیں، لیکن برقی لہروں کی مدد سے ایک جگہ کے مناظر دوسری جگہ نہایت

سہولت سے دیکھے جاسکتے ہیں، جب انسان ایسی ایجادات کو وجود میں لاسکتا ہے، تو خالق کائنات کے لئے روح اور جسم کے ذرات کے درمیان رابطہ استوار کرنا کیا دشوار ہے؟ روح اور جسم کے اسی رابطہ کی وجہ سے راحت وکلفت اور ثواب وعذاب کا احساس ہوتا ہے، اس لئے ایسا نہیں ہے کہ لاش جلا دینے کی وجہ سے انسان اللہ کی گرفت کے دائرہ سے باہر نکل آئے۔

میدان حشر میں بندوں کو کس نسبت سے پکارا جائے گا؟

سوال:- {972} محشر میں بندوں کو ماں کی نسبت سے پکارا جائے گا یا باپ کی نسبت سے؟ اگر ماں کی نسبت سے پکارا جائے گا تو اس کا کیا سبب ہے؟　　(محمد ساجد، کنوٹ)

جواب:- بعض روایات میں میدانِ حشر میں ماں کے نام سے اولاد کے پکارے جانے کا ذکر آیا ہے، (۱) اور اہل علم نے اس کی حکمت یہ لکھی ہے کہ جو لڑکے زنا سے پیدا ہوئے ہیں، اس میں ان کا ستر ہے، (۲) نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں رعایت بھی مقصود ہے کہ آپ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی تھی، (۳) لیکن صحیح ومعتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں بھی لوگ اپنے والد ہی کے نام سے پکارے جائیں گے، چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" تدعون يوم القيامة بأسمائك و أسماء ابائك فأحسنوا اسمائكم " (۴)

---

(۱) دیکھئے: حاشیہ نمبر ۷، سنن أبي داؤد: ۲/۶۷۶۔ محشی۔
(۲) حوالہ سابق، اور اس کے لیے دیکھئے: شیخ دہلوی کی "لمعات"
(۳) دیکھئے: حاشیہ نمبر ۷، سنن أبي داؤد: ۲/۶۷۶، اور اس کے لیے دیکھئے: شیخ دہلوی کی "لمعات"
(۴) سنن أبي داؤد: ۲/۶۷۶۔ محشی۔

''تم لوگ قیامت کے دن اپنے اور اپنے والد کے نام سے
پکارے جاؤ گے، اس لئے اپنا نام بہتر رکھو''

مخنث کا حشر

سوال:- {973} مرد وعورت کے علاوہ خنثیٰ کا قیامت میں کیا حشر ہوگا؟ کیا ان سے بھی سوال ہوگا؟ اور وہ بھی جنت اور دوزخ میں داخل کئے جائیں گے؟، یا ان کو مٹی بنا دیا جائے گا؟ (م،ش، زید، لاتور)

جواب:- خنثیٰ بھی انسان ہی ہیں، وہ بھی مردوں اور عورتوں کی طرح احکام شریعت کے مکلف ہیں، البتہ جیسے مردوں وعورتوں کے احکام میں فرق ہے، اسی طرح خنثیٰ کبھی مرد کے حکم میں ہوتے ہیں اور کبھی عورتوں کے، اور کبھی مرد وعورت کے ملے جلے احکام جاری ہوتے ہیں، اور جو بھی احکام شریعت کا مکلف ہے، حساب وکتاب اور ثواب وعقاب ان سے متعلق ہوگا، اس لئے آخرت میں خنثیٰ کے ساتھ بھی حساب اور جزاء کا معاملہ ہوگا۔

کیا خودکشی کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا؟

سوال:- {974} اگر کوئی مسلمان مرد یا عورت خودکشی کرلے تو کیا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا؟ (محمد امجد، نلگنڈہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر مومن جنت میں داخل ہوگا، خودکشی کی وجہ سے آدمی دائرہ ایمان سے باہر نہیں نکلتا، اس لئے انشاء اللہ خودکشی کرنے والا بھی اپنے جرم کی سزا چکھنے کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

متفرق مسائل

شہید اور اس کا اجر

سوال:- {975} کس طرح کی موت مرنے والے شخص کو شریعت میں شہید کہا جاتا ہے، کیا شہید واقعی جنتی ہوگا؟

(محمد ادریس مرزا، ٹولی چوکی)

جواب:- شہید کے جنتی ہونے کا ذکر متعدد آیتوں اور حدیثوں میں موجود ہے، (۱) شہید کی دو قسمیں ہیں، ایک حقیقی شہید، جو دنیا کے حکم اور آخرت کے اجر و ثواب دونوں پہلوؤں سے شہید ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جو دین کی سربلندی و حفاظت یا جان و مال اور عزت و آبرو کے بچاؤ میں مار ڈالے جائیں اور ان کی موت برسر موقع واقع ہو جائے، زخمی کئے جانے اور وفات پانے کے درمیان انہیں اسباب دنیا سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہ ملا ہو، (۲) چنانچہ حضرت سعید بن زید ﷛ رسول اللہ ﷺ سے راوی ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۲۷۵۳، باب فضل الجهاد في سبيل الله - محشی۔
(۲) رد المحتار: ۶۷۲/۱، مکتبہ رشیدیہ۔ کوئٹہ۔ محشی۔

''جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے''(۱)

ایسے شخص کو اس کے خون کے ساتھ بغیر غسل کے دفن کر دیا جائے گا، جو شخص انہیں اسباب کی وجہ سے مارا جائے لیکن اس کی موت بر سر موقع نہ ہوئی، یا وہ پیٹ کی بیماری، پلیگ وغیرہ سے مر جائے اس کو بھی حدیث میں شہید کہا گیا ہے، وہ حکم دنیا کے اعتبار سے شہید نہیں ہے، عام مردوں ہی کی طرح اسے غسل وکفن دیا جائے گا، (۲) لیکن انشاء اللہ آخرت میں اسے شہیدوں کی طرح اجر وثواب حاصل ہوگا، ایسے شہداء میں آپ ﷺ نے اور بھی کئی لوگوں کو شمار فرمایا ہے۔ (۳)

شہادت اور دَین

سوال:- {976} شہید کے سارے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں، کیا شہید کا قرضہ بھی معاف ہوجاتا ہے، یا پھر ورثہ کے ذمہ واجب الأداء ہوتا ہے؟

(قاری ایم ایس خان، اکبر باغ)

جواب:- شہادت کی وجہ سے امید ہے کہ حقوق اللہ سے متعلق گناہ معاف ہوجائیں گے، لیکن بندوں سے متعلق جو حقوق ہیں وہ شہادت یا کسی اور نیکی کی وجہ سے معاف نہیں ہوتے، دَین بھی ایسے ہی حقوق میں سے ہے، چنانچہ حدیث سے یہ بات صراحتاً معلوم ہوتی ہے

---

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۴۷۷۲۔

(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۰۶۳، باب ماجاء في الشهداء من هم. محشی۔

(۳) حوالہ سابق۔

کہ شہادت کے باوجود انسان دین کی ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں ہوتا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "یغفر للشهید کل ذنب إلا الدین" (۱)

شہید کون ہے؟

سوال:- {977} کیا فساد میں مرنے اور سانپ کے کاٹنے، یا پانی میں بہہ جانے، یا آگ میں جل جانے والے شہید کہلائیں گے؟ (واجد علی خان، بھینسہ)

جواب:- بعض مرحومین وہ ہیں جو غسل وغیرہ کے احکام میں بھی شہید سمجھے جائیں گے، اور اجر وثواب کے اعتبار سے بھی، جیسا کہ اگر کسی شخص کو فساد میں قتل کردیا گیا، اور اسے زخمی ہونے اور مرنے کے درمیان دنیا کی کسی چیز سے مستفید ہونے کا موقع نہیں ملا جس کو فقہ کی اصطلاح میں "ارتثاث" کہتے ہیں، (۲) ایسا شخص دنیوی احکام کے اعتبار سے بھی شہید ہے، اور آخرت میں انشاء اللہ اسے شہادت کا اجر بھی ملے گا، بعض حضرات وہ ہیں کہ جن کو آخرت میں شہادت کا اجر ملے گا، لیکن دنیا میں ان کا حکم شہیدوں کا سا نہیں، یعنی انہیں بغیر غسل کے دفن نہیں کیا جائے گا، جیسے: پانی میں ڈوب کر اور آگ میں جل کر مرنے والوں کو آپ ﷺ نے اسی میں شمار کیا ہے، (۳) البتہ حدیث میں سانپ گزیدہ شخص کا ذکر نہیں۔

شہداء پر سوگ

سوال:- {978} قرآن مجید میں شہداء کے بارے میں آیا ہے کہ ہم نے مؤمنین کی جان ومال جنت کے عوض

(۱) صحیح مسلم: ۲/۱۳۵

(۲) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۶۸، کتاب الجنائز۔ محشی۔

(۳) مشکوة المصابیح، عن جابر بن عتیق ﷺ: ۱/۳۴۱۔

خرید لی ہے، اس سودے پر خوشی مناؤ، پھر کیا ان کی موت پر غم

منانے کا جواز ہے؟ (مقصود یمانی، حیدرآباد)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید نے کہا ہے کہ نہ صرف شہداء بلکہ تمام ہی مسلمانوں کی جان و مال کو اللہ تعالی نے جنت کے بدلہ خرید لیا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر نفع کا سودا کیا ہو سکتا ہے کہ فانی جان و مال کا سودا جنت کی لافانی نعمتوں سے ہو، اسی لئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس سودے پر خوش ہو جاؤ ﴿فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ﴾(۱) اس لئے یہ صحیح ہے کہ انجام کے اعتبار سے ایمان و اسلام پر موت اور بالخصوص شہادت کی موت ایک مؤمن کے لئے مژدۂ جاں فزا ہے، لیکن چونکہ پسماندگان کو فطری طور پر اپنے عزیز و اقارب کی جدائی کا رنج ہوتا ہے، اور اس فطری رنج و تکلیف سے انبیاء بھی مستثنی نہیں؛ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے عام رشتہ داروں کی موت پر تین دنوں تک اور شوہر کی موت پر اس کی بیوہ کو چار مہینہ دس دنوں تک سوگ کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ شرعی حدود کے اندر ہو، سینہ کوبی، بال نوچنا، اپنے رخساروں پر مارنا وغیرہ اس مدت کے اندر بھی روا نہیں، اور حدیث میں صراحتاً ان باتوں سے منع کیا گیا ہے، (۲) خود حضرت حمزہ ﷺ کی شہادت پر آپ ﷺ نے اس طرح اظہارِ رنج نہیں فرمایا، حالانکہ دشمنان اسلام کے ہاتھوں بہت ہی بے دردی کے ساتھ ان کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا، (۳) اس لئے شہداء کا حکم بھی اس مسئلہ میں دوسرے وفات پانے والے مسلمانوں کا سا ہے کہ شہادت کے بعد تین دنوں سے زیادہ سوگ جائز نہیں۔ (۴)

---

(۱) التوبة:۱۱۱۔ محشی۔

(۲) صحيح البخاري، حدیث نمبر:۱۲۹۲، كتاب الجنائز۔ محشی۔

(۳) سیرت حلبیہ اردو:۴/۱۹۸۔ محشی۔

(۴) الفتاوى الهندية :۱/۱۶۷۔ محشی۔

اظہار افسوس کے لئے سیاہ کپڑے

سوال:- {979} کیا اپنے کسی رشتہ دار کی موت پر اظہار افسوس کے لئے سیاہ کپڑے پہنناجائز ہے؟

(مجیب الرحمان، چینچل گوڑہ)

جواب:- اسلام نے فطری حدود میں غم وافسوس کے اظہار کی اجازت دی ہے، حالانکہ چیخ کر رونا اور آہ وواویلا کرنا اسلام میں منع ہے، لیکن بے ساختہ جو رونا آجائے اس کی ممانعت نہیں، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا اور سیاہ کپڑے پہننا یہ سب اظہار افسوس کے غیر فطری طریقے ہیں، اور اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان سے منع فرمایا ہے،(۱) فقہاء بھی اس کے ناجائز ہونے کی صراحت کرتے ہیں، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ولایجوز صبغ الثیاب اسود أو أکھب تأسفا علی المیت"(۲)

''میت پر اظہار افسوس کے لئے کپڑے سیاہ رنگ میں رنگنا جائز نہیں''۔

غیر مسلموں کی تعزیت

سوال:- {980} غیر مسلموں میں اگر کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کو پُرسہ دینے کا کیا حکم ہے؟ اگر پُرسہ دینا جائز ہو تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ (ابوقمر، سمری، بختیار پور)

جواب:- غیر مسلموں کی خوشی اور غم میں انسانی سماجی رشتہ سے شریک ہونا درست، بلکہ

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۱۲۹۴، باب ما یکرہ من النیاحة علی المیت۔

(۲) الفتاوی الهندیة:۵/۳۳۳۔

بہتر ہے، تاکہ ان پر اسلام کی فراخ دلی اور مسلمانوں کی خوش اخلاقی کا نقش قائم ہو سکے، اس لئے غیر مسلموں کی تعزیت بھی کی جاسکتی ہے، فرق یہ ہے کہ مسلمان کی تعزیت کرتے ہوئے متوفی کے لئے دعاء مغفرت کرنی چاہئے، غیر مسلم متوفی کے لئے صرف پس ماندگان سے محبت اور تعلق کا اظہار کیا جائے، اہل علم نے غیر مسلم کی تعزیت کے لئے یہ کلمات لکھے ہیں: '' اصلح اللّٰہ بالك و اخلفك ''(۱) ''اللہ تمہارے حالات کو بہتر کرے اور بدل عطاء فرمائے''۔

مدینہ میں موت

سوال:- {981} اکثر لوگ خواہش کرتے ہیں کہ مکہ یا مدینہ میں موت آجائے اور وہیں تدفین ہو، کیونکہ اس جگہ تدفین ہونے سے جنت واجب ہو جاتی ہے، یہ خیال کہاں تک صحیح ہے؟　　(محمد مظہر الدین ناہد، جگتیال)

جواب:- آخرت کی نجات اور اللہ تعالی کے فضل کے لئے اصل چیز انسان کے اعمال ہیں، کتنے ہی صحابہ ﷺ اور اولیاءؒ ہیں کہ دین کی دعوت اور سربلندی کے لئے مختلف علاقوں میں نکل آئے اور وہیں ان کی موت ہوئی۔

جہاں تک مکہ اور مدینہ میں موت آنے اور دفن ہونے سے جنت واجب ہونے کی بات ہے، تو غالباً کسی صحیح حدیث میں اس طرح کا مضمون نہیں آیا، البتہ حدیث میں مدینہ منورہ میں مرنے والوں کے لئے شفاعتِ نبوی ﷺ کی روایت آئی ہے، اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے بڑھ کر مومن کے لئے اور کیا سرمایۂ آخرت ہو سکتا ہے؟ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

" عن ابن عمر ﷺ قال: قال النبي ﷺ : من

---

(۱)　"أعظم الله أجرك و أحسن عزاءك " (الفتاوى الهندية:۱/۱۶۷) محشی۔

استطاع أن يموت في المدينة فليمت بها فأنی اشفع لمن يموت بها " (۱)

" حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " جو مدینہ میں مر سکے تو چاہئے کہ مدینہ میں اسے موت آئے، اس لئے کہ میں مدینہ میں مرنے والوں کے لئے شفاعت کروں گا"

مدینہ میں مر سکنے کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ میں قیام پذیر ہو جائے اور موت تک وہیں ٹھہرا رہے۔

جمعہ کے دن کی موت

سوال:- {982} جمعہ کے دن مرنے کی کیا فضیلت ہے؟ زاہد عمر بھر بیماری اور مصائب میں مبتلا رہا، اخیر عمر میں پانچ سال تک برین ٹیومر کا مریض رہا، دو دفعہ سرجری بھی کی گئی، لیکن افاقہ نہ ہو سکا، بارہ گھنٹے سکرات میں رہنے کے بعد جمعرات کی شب میں ساڑھے گیارہ بجے انتقال ہو گیا، یعنی جمعرات کے بعد آنے والی رات میں، جمعہ کے بعد تدفین ہوئی، بیماری کے دوران اس نے نماز کی پابندی نہیں کی، یہاں تک کہ جمعہ کی بھی نہیں، وہ ہمیشہ کہتا ہے کہ صحت مند ہونے کے بعد نماز کی پابندی کروں گا، ایسی صورت میں زاہد کے بارے میں کیا احکام ہیں، اور قبر میں اس کے ساتھ کیا انجام ہوا ہوگا؟ (و، ح، صدیقی)

---

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۳۱۱۲، باب فضل المدينة ۔ محشی۔

جواب:- اب جب کہ زاہد اللہ کو پیارا ہو چکا ہے، تو اپنے ایک مسلمان بھائی کے لئے دعاءِ مغفرت کرنی چاہئے، اس کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے، اور اچھی بات ہی ذکر کرنا چاہئے، اپنے مسلمان بھائی کی کوتاہیوں کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔

حدیث میں جمعہ کے دن مرنے کی فضیلت آئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب مرتا ہے اللہ تعالی قبر کی آزمائش سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں''(۱)

حضرت انس ﷛ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جمعہ کے دن جس کی موت ہوگی وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا''(۲)

یہ روایتیں عام طور پر اہل فن کے نزدیک کلام سے خالی نہیں ہیں، لیکن فضائل میں اس درجہ کی روایات بھی معتبر تسلیم کی جاتی ہیں، شارحین حدیث کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا منشا یا تو اس شخص کا یوم وفات ہے کہ خاص اس جمعہ کو اس پر عذابِ قبر نہیں ہوگا، یا یہ مراد ہے کہ ہمیشہ جمعہ کے دن عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا، اور اگر ہمیشہ عذابِ قبر سے حفاظت مراد ہو تو اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ جمعہ کے دن اس کی وفات ہو اور اس نے اپنی زندگی کو دین کے اہتمام کے ساتھ گزاری ہو۔ واللہ اعلم۔

جمعرات کا دن گزر کے جو شب آتی ہے وہی شب جمعہ ہے، کیونکہ غروبِ آفتاب سے تاریخ تبدیل ہوتی ہے، بہر حال آدمی کو چاہئے کہ وہ جس حال میں بھی ہو اللہ تعالی کے احکام پر حتی المقدور عمل کرنے کی کوشش کرے، اور صحت کا انتظار نہ کرے کہ نہ معلوم صحت نصیب ہو یا نہ ہو۔

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۱۰۷۴۔

(۲) مجمع الزوائد :۲/۳۱۸۔

موت طبعی وغیر طبعی

سوال:- {983} کیا موت طبعی اور غیر طبعی بھی ہوتی ہے، جادو کی وجہ سے کسی کا انتقال ہوجائے تو یہ کیسی موت ہوگی؟ (منا، نظام آباد)

جواب:- اصل میں موت چاہے جس سبب سے بھی ہو وہ ہوتی اسی وقت ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقدر کیا ہے، البتہ بعض اوقات موت کا وقوع متوقع ہوتا ہے، اور بعض اوقات ایسے اسباب پیش آتے ہیں، جو غیر متوقع ہوتے ہیں، جیسے اکسیڈنٹ، قتل، غرقابی وغیرہ، تو ایسی حادثاتی موت کو لوگ اپنے علم کے اعتبار سے غیر طبعی کہہ دیا کرتے ہیں، یعنی یہ موت عام قانونِ فطرت کے مطابق نہیں، ایسا کہنے میں کچھ حرج نہیں، ہاں کسی موت کو قبل از وقت کہنا درست نہیں کہ موت کبھی قبل از وقت نہیں آتی، موت اسی وقت آتی ہے جو اللہ نے مقدر کیا ہے، اور اسی طریقہ پر آتی ہے جو اللہ کے یہاں اس کے لئے مقرر ہے۔(۱)

مرنے والوں کی تصویر اور آواز کو محفوظ رکھنا

سوال:- {984} مرنے والوں کی تصویر لینا یا آواز بھرنا جائز ہے یا نہیں؟ (سید حفیظ الرحمان، نظام آباد)

جواب:- تصویر لینا حرام ہے، موت کے بعد بھی کسی انسان کو گناہ کا ذریعہ ووسیلہ بنانا بہت ہی زیادتی اور ناانصافی کی بات ہے، یہ قطعاً جائز نہیں، اور ممکن ہے کہ بمقابلہ عام تصویر کشی کے اس کا گناہ زیادہ ہو، آواز بھرنے میں مضائقہ نہیں، آواز ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کی جاسکتی ہے۔

(۱) المنافقون:۱۱، یونس:۴۹۔

اگر پتہ نہ چلے کہ میت مسلمان ہے یا غیر مسلم؟

سوال:- {985} ایک خاتون کی لاش نہر سے بہہ کر آئی، سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ مسلمان ہے کہ غیر مسلم، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ (محمد واصل، مرادنگر)

جواب:- اگر لباس وغیرہ کی وضع سے مسلمان یا غیر مسلم ہونے کا اندازہ ہو جائے تب تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے، یعنی اگر مسلمان کی علامت ہو، تو غسل دے کر نماز بھی پڑھی جائے، ورنہ بغیر نماز کے دفن کر دیا جائے:

"ومن لایدری أنه مسلم أو کافر فإن کان علیه سیما المسلمین ألخ" (۱)

دوسرے علاقہ سے بھی اندازہ کیا جائے گا، جہاں لاش دستیاب ہوئی، اگر اس علاقہ میں مسلمان بستیاں ہوں، اسے مسلمان تصور کیا جائے گا، اگر غیر مسلم بستیاں ہوں، تو غیر مسلم

"...والصحیح أنه یصلی علیه : لأنه مسلم تبعاللدارو إن وجد في دار الحرب ولا علامة فالصحیح أنه کافر بحکم الدار" (۲)

پوسٹ مارٹم کا حکم

سوال:- {986} میت کی نعش کی پوسٹ مارٹم کرنے کا شرعی حکم کیا ہے اور پوسٹ مارٹم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(قاری، ایم ایس خان، جدید ملک پیٹ)

(۱) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۵۹۔

(۲) کبیری: ص: ۵۶۳۔

جواب:- اسلام نے انسانی تکریم کے تحت مردہ کے لئے بھی اسی طرح کا احترام واجب قرار دیا ہے جیسے زندہ کے لئے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسر عظم المیت ککسرہ حیًا" (۱) "مردہ کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے" لیکن جیسے ضرورت کی بناء پر زندگی میں انسان کا آپریشن کرنا جائز ہے، اسی طرح ضرورت کے مواقع پر مردہ کے جسم کا آپریشن بھی درست ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ

> "اگر کسی عورت کا انتقال ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو اور بچہ میں ابھی زندگی کے آثار موجود ہوں تو پیٹ چیر کر بچہ کو نکالا جائے گا"۔ (۲)

بعض دفعہ جرم کی تحقیق، اس کی نوعیت اور مجرم کی شناخت کے لئے پوسٹ مارٹم کی ضرورت پڑتی ہے، ایسے مواقع پر بہ قدرِ ضرورت پوسٹ مارٹم کی گنجائش ہے، لیکن جہاں موت کا سبب معلوم ہو، مجرم کو اقرار ہو، اور پوسٹ مارٹم مقدمہ کو حل کرنے میں معاون نہ ہو، خود میت کے ورثاء کی طرف سے بھی اس کا مطالبہ نہ ہو، اور ان ورثاء کا اپنا کردار اس جرم کے سلسلہ میں مشکوک ومبہم نہ ہو، تو ایسی صورت میں پوسٹ مارٹم درست نہیں، آج کل صورتحال یہ ہے کہ ہر حادثاتی موت میں پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے، حالانکہ ہلاکت کے اسباب بالکل واضح ہوتے ہیں، جیسے: گاڑیوں کے ایکسیڈنٹ میں اور سانپ کاٹنے سے ہونے والی موت میں، یہ فضول عمل ہے، اور اس سے بلا وجہ مردہ کی بے حرمتی ہوتی ہے، اس لئے ان مواقع پر پوسٹ مارٹم کرنا جائز نہیں۔

پھر جن صورتوں میں پوسٹ مارٹم کی اجازت ہے ان میں بھی ضروری ہے کہ حتی المقدور انسانی احترام کے پہلو کو ملحوظ رکھا جائے، خواہ مخواہ بے ستری نہ ہو، اور غیر متعلق اعضاء کی رعایت

---

(۱) موارد الظمأن: ص:۱۹۶۔

(۲) رد المحتار: ۳/۴۵-۱۴۴۔

کے ساتھ مخصوص مواقع پر جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، پوسٹ مارٹم کی گنجائش ہے، اور یہ نہ صرف اسلامی نقطۂ نظر ہے، بلکہ ایک عام انسانی مسئلہ ہے، اس لئے حکومت کو اس سلسلہ میں متوجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

کتاب الفتاوی

تیسرا حصہ

کتاب الزکوۃ

زکوۃ سے متعلق سوالات

زکوۃ کے احکام

زکوۃ ـــــ معنی اور وجہ تسمیہ

سوال:- {987} زکوۃ کے لغوی معنی کیا ہیں اور اس کو زکوۃ کیوں کہتے ہیں؟　　(عادل علی، مہاراشٹر)

جواب:- ''زکوۃ'' یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور شریعت کی ایک خاص اصطلاح بھی ہے، اہل لغت نے اس کے کئی معنی بتائے ہیں: زیادتی، برکت، بڑھوتری، پاکیزگی اور نیکی، صلاح وغیرہ، (۱) اور خود قرآن میں بھی یہ لفظ مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے، شریعت کی اصطلاح میں زکوۃ اس مال کو کہتے ہیں، جو کہ مالدار (صاحب نصاب) کے مخصوص مال میں فقراء اور مستحقین کے لیے شریعت نے واجب قرار دیا ہے (۲) اس کو زکوۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ادا کرنے سے مال میں زیادتی، خیر و برکت اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔

---

(۱) معجم المصطلاحات والالفاظ الفقهية:۲/۲۰۳۔

(۲) حوالہ سابق:۲/۲۰۳، کتاب التعریفات للجرجانی، ص:۱۲۱۔

زکوۃ کو زکوۃ کہنے کی حکمت

سوال:- {988} زکوۃ کے لغوی معنی کیا ہے؟اور اسے زکوۃ کہنے کی حکمت کیا ہے؟

(محمد غوث الدین قدیر سلاخ پوری، کریم نگر)

جواب:- زکوۃ کے معنی پاک صاف ہونے کے ہیں،فریضۂ زکوۃ کو زکوۃ کہہ کر اس جانب اشارہ کیا گیا کہ گویا اس سے مال کو پاکی حاصل ہوتی ہے،(۱) اس میں ایک بڑی اہم حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے،اور وہ یہ ہے کہ زکوۃ ادا کر کے آدمی کو خوش اور مسرور ہونا چاہئے نہ کہ ملول اور رنجیدہ خاطر، جیسے انسان غسل کرتا ہے اور اور اس کے جسم کا میل ڈھل جاتا ہے، یا کپڑے دھوتا ہے،اور کپڑے سے میل وکچیل دور ہو جاتے ہیں،تو انسان اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا، بلکہ اسے ایک طرح کا نشاط حاصل ہوتا ہے کہ میل کچیل اور گندگی سے نجات مل گئی، اسی طرح فریضۂ زکوۃ ادا کرنے کے بعد آدمی کو خوش ہونا چاہئے کہ اس نے مال کے میل کچیل کو دور کردیا ہے،اس بات کا افسوس نہ ہونا چاہئے کہ مال کا کچھ حصہ اس کی ملکیت سے جاتا رہا۔

زکوۃ،فطرہ اور صدقہ

سوال:- {989} (الف) زکوۃ،فطرہ اور صدقہ سے کیا مراد ہے؟(ب) ایک مالک مکان کو جس کا مکان دوڈھائی لاکھ روپے کا ہے، کتنے روپے زکوۃ دینی چاہئے؟ (بابو عمران)

جواب:- (الف) مخصوص مال میں مالک پر شرعاً مال کا جو حصہ نکالنا واجب قرار دیا گیا ہے،اسے زکوۃ کہتے ہیں۔(۲)

---

(۱) رد المحتار:۳/۱۷۰۔محشی۔

(۲) کتاب التعریفات ، للجرجانی :ص : ۱۲۹۔

عیدالفطر کے دن فی کس کے حساب سے جو مال ادا کرنا واجب ہے، وہ صدقۃ الفطر ہے،(۱) اس کو عوام فطرہ کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

جس عطیہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کا حصول ہو وہ صدقہ ہے، بعض صورتوں میں یہ واجب ہوتا ہے، جیسے کفارہ کے طور پر صدقہ کیا جائے، یا صدقہ کی نذر مان لی گئی ہو، اور اگر وہ ذمہ میں واجب نہ ہو، تو صدقۂ نافلہ ہے، صدقۂ نافلہ کا دائرہ بہت وسیع ہے، یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''کسی شخص کا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی صدقہ ہے۔(۲)

(ب) اگر کوئی مکان تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو، یا کوئی زمین مکان تعمیر کرکے زمین سمیت بیچنے کے لئے خریدی گئی ہو، تو اس میں زکوۃ واجب ہوگی،(۳) مکان رہائش یا کرایہ پر لگانے کے لئے بنایا گیا ہو تو اس مکان کی مالیت پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(۴)

زکوۃ واجب ہونے کی شرطیں

سوال:- {990} زکوۃ واجب ہونے کی کیا شرطیں ہیں؟
کیا رہن رکھی ہوئی چیز اور قرض میں بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے؟
(عادل بن علی، مہاراشٹر)

---

(۱) التعریفات الفقهیة : ص:۳۴۵۔

(۲) سنن نسائي ، حدیث نمبر:۲۵۸۲۔ محشی۔

(۳) " و منها کون المال نامیا ... و إنما نعني به کون المال معدا للاستنماء بالتجارة أو بالإسامة : لأن الإسامة سبب لحصول الدر و النسل و السمن و التجارة سبب لحصول الربح " (بدائع الصنائع :۱۱/۲) محشی۔

(۴) " لا (زکوة) في ثیاب البدن ... و أثاث المنزل و دور السکنیٰ و نحوها ، قوله : و نحوها : الثیاب البدن الغیر المحتاج إلیها و کالحوانیت و العقارات " (الدر المختار مع رد المحتار :۳/۱۸۲) محشی۔

جواب:- ۱) زکوۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، نابالغ بچوں کے مال میں زکوۃ واجب نہیں، (۱) پاگل کے مال میں بھی زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔ (۲)

۲) زکوۃ واجب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مالِ زکوۃ مکمل طور پر اس کی ملکیت میں ہو، (۳) رہن رکھی ہوئی چیز پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، (۴) البتہ امانت رکھی ہوئی چیز میں زکوۃ واجب ہوگی اور اصل مالک اس کی زکوۃ ادا کرے گا، (۵) بینک اور فکسڈ ڈپازٹ میں رکھی ہوئی رقم پر بھی زکوۃ واجب ہوگی۔

۳) قرض دی ہوئی رقم یا تجارتی سامان کی قیمت کسی کے ذمہ باقی ہو اور جس کے ذمہ باقی ہو وہ اس کا اقرار بھی کرتا ہو اور بظاہر اس قرض کی وصولی کی توقع ہو تو اس میں زکوۃ واجب ہوگی، فی الحال بھی ادا کر سکتا ہے اور قرض وصول ہونے کے بعد بھی پوری مدت کی زکوۃ ادا کر سکتا ہے، قریب قریب یہی حکم ان بقایاجات کا ہے جو اجرت ومزدوری، کرایہ مکان وسامان یا رہائشی مکان کی قیمت وغیرہ کے سلسلے میں ہے اور وصولی متوقع ہو، ان پر بھی زکوۃ واجب ہوگی، خواہ ابھی ادا کردے یا قرض وصول ہونے کے بعد۔ (۶)

ایسا قرض کہ جس کی وصولی کی توقع نہ ہو، لیکن وصول ہوگیا یا قرض کسی مال کے بدلہ میں نہ ہو جیسے مہر اور بدل خلع وغیرہ، مقروض دیوالیہ ہو اور وصولی کی امید نہ ہو، قرض کا انکار کرتا ہو اور مناسب ثبوت موجود نہ ہو، ان تمام صورتوں میں جب بقایاجات وصول ہوجائیں اور سال گزر جائے تب ہی زکوۃ واجب ہوگی، اس سے پہلے نہیں۔ (۷)

---

(۱) الهداية مع الفتح :۲/۱۱۵۔
(۲) حوالۂ سابق۔
(۳) الفتاوى التاتارخانية:۲/۲۱۷۔
(۴) الفتاوى الهندية:۱/۱۷۲۔
(۵) فتح القدير :۲/۲۲۱۔
(۶) الفتاوى التاتار خانية:۲/۳۰۱۔
(۷) بدائع الصنائع :۲/۲۱۰۔

۴) ضروری اور استعمالی چیزوں میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی اور ان کو مستثنیٰ کر کے ہی زکوۃ واجب ہوتی ہے، ایسی ہی اشیاء کو فقہ کی اصطلاح میں ''حاجتِ اصلیہ'' کہتے ہیں، رہائشی مکانات، استعمالی کپڑے، سواری کے جانور یا گاڑی، حفاظت کے ہتھیار، زیبائش کے سامان، ہیرے جواہرات، یاقوت، قیمتی برتن وغیرہ میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی، (۱) صنعتی آلات اور مشینیں جو سامان تیار کرتی ہیں اور خود باقی رہتی ہیں، کرایہ کی گاڑیاں، ان چیزوں میں بھی زکوۃ نہیں، البتہ رنگریز جو کپڑے رنگنے کا پیشہ رکھتا ہو، اس کے پاس محفوظ رنگ میں زکوۃ واجب ہوگی، (۲) البتہ ذکر کی گئی چیزوں میں سے کسی بھی چیز کی تجارت کی جائے تو اس میں زکوۃ واجب ہوگی۔

سال گزرنا

سوال:- {991} کیا ہر طرح کے مال میں زکوۃ واجب ہونے کے لیے سال گزرنا ضروری ہے؟ سال گزرنے کے سلسلہ میں اصول کیا ہے؟ (فہیم اختر، مصطفیٰ ہلز)

جواب:- مختلف مالوں میں زکوۃ کا جو نصاب شریعت نے مقرر کیا ہے، اس کے مالک ہونے کے بعد سال گذر جائے تب ہی زکوۃ واجب ہوتی ہے، البتہ اس سے زرعی پیداوار اور پھل مستثنیٰ ہیں، کھیت جوں ہی کٹے اور پھل توڑے جائیں اسی وقت عشر نکال دینا ضروری ہے۔ (۳) سونا، چاندی، نقد رقم اور تجارتی سامانوں میں اصول یہ ہے کہ اگر اس مال کا کچھ حصہ بھی باقی رہے تو درمیان سال میں کمی بیشی سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اختتام سال پر مقدارِ نصاب یا اس سے زیادہ جتنا مال موجود ہو، اس کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔ (۴)

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ: ۱/۱۷۲، الھدایۃ مع الفتح: ۲/۱۱۹۔
(۲) فتح القدیر: ۱/۱۲۰۔
(۳) المغنی: ۲/۲۹۷۔
(۴) الفتاوی الھندیۃ: ۱/۱۷۳۔

مثال کے طور پر یکم رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ کو پہلی بار نصابِ زکوۃ کا مالک ہوا، سال کے درمیان رقم گھٹتی اور بڑھتی رہی، لیکن اگلے سال کی یکم رمضان المبارک کو پھر اس کے پاس نصاب زکوۃ موجود ہے یا درمیان سال میں مال کے اضافہ کی وجہ سے وہ دو تین نصاب کا مالک ہو چکا ہے تو اب اسے یہ کرنا ہوگا کہ دوسرے سال یکم رمضان المبارک کو اپنی ملکیت میں موجود سونا، چاندی، نقد رقم، بینک میں محفوظ رقم، دوکان میں موجود تجارتی سامان سب کی مجموعی قیمت جوڑ لے، کچھ قرض اس کے ذمہ باقی ہو، تو اس کو منہا کر لے اور بقیہ رقم میں ڈھائی فیصد یعنی ایک ہزار پر پچیس روپے کے لحاظ سے زکوۃ ادا کر دے، واضح ہو کہ سال سے قمری یعنی چاند والا سال مراد ہے۔

دَین کی منہائی

سوال:- {992} زکوۃ ادا کرنے والے شخص کے ذمہ دین باقی ہے، تو زکوۃ میں اس دین کا کیا اثر پڑے گا؟

(شمشیر عالم، عادل آباد)

جواب:- اگر کسی کا قرض باقی ہو تو اس کو منہا کر کے زکوۃ واجب ہوتی ہے، (۱) البتہ عشر سے دَین منہا نہیں کیا جا سکتا، جتنی پیداوار ہو اس کا عشر ادا کرنا ہوگا، (۲) فی زماننا بیوی کا مہر جو شوہر کے ذمہ واجب ہو اس کو بھی زکوۃ سے منہا نہیں کیا جائے گا۔

صنعتی اور ترقیاتی قرضے جو سرکاری یا غیر سرکاری اداروں سے حاصل کیے جاتے ہیں اور انہیں طویل مدت یعنی دس بارہ سال میں ادا کرنا ہوتا ہے، اس میں اصول یہ ہے کہ ہر سال قرض کی جتنی قسط ادا کرنی ہے اس سال اتنی رقم منہا کر کے زکوۃ کا حساب کیا جائے گا، نہ کہ پورے قرض کا۔

---

(۱) رد المحتار: ۲/۲۰۶۔

(۲) الفتاوی التاتار خانیة: ۲/۲۹۱۔

اموال زکوۃ

سوال:- {993} کن کن اموال میں زکوۃ واجب ہوتا ہے؟ (احسان اللہ، صلالہ بارکس)

جواب:- شریعت نے ہر مال پر زکوۃ واجب نہیں کی ہے، بلکہ خاص خاص مال ہی میں زکوۃ واجب ہوتی ہے، اور وہ یہ ہیں:

معدنی اشیاء میں: سونا، چاندی، کاغذی نوٹ اور رائج الوقت سکے بھی فی زمانا سونے چاندی ہی کے حکم میں ہیں۔

سامانِ تجارت میں : کوئی بھی سامان جس کی خرید وفروخت کی جائے۔

مویشیوں میں : اونٹ، بھینس، گائے، بیل، بکریاں اور گھوڑے۔

زمینی پیداوار میں : تمام اجناس، پھل اور ترکاریاں۔

زکوۃ کا نصاب

سوال:- {994} جن اموال میں زکوۃ واجب ہوتی ہے، ان کا نصاب کیا ہے؟ اور اس نصاب کی موجودہ اوزان میں کیا مقدار ہوتی ہے؟ (عبدالرحیم، لاتور)

جواب:- زمینی پیداوار خواہ کتنی بھی ہو اس میں عشر واجب ہوگا، لیکن سونا، چاندی، روپے، تجارتی سامان وغیرہ میں ایک مخصوص مقدار ہے، اتنی مقدار کا مالک ہونے پر ہی زکوۃ واجب ہوتی ہے، اسی مقدار کو نصاب زکوۃ کہا جاتا ہے:

۱) سونے کا نصاب ۲۰/مثقال سونا ہے، جو ساڑھے سات تولہ اور جدید اوزان میں ۸۷،۴۷۹ گرام ہوتا ہے۔

۲) چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے، جو ساڑھے باون تولہ ہےاور جدید اوزان میں ۶۲۱،۳۵ رگرام ہوتا ہے۔

۳) سامانِ تجارت کی قیمت یا نقد رقم جب چاندی کی اس مقدار یعنی ۶۲۱ ،۳۵ رگرام کی قیمت کے برابر ہوجائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شخص صاحبِ نصاب ہے۔(۱)

۴) اگر کچھ سونا اور کچھ چاندی ہو،اوراس کے ساتھ کچھ مالِ تجارت بھی ہو یا نقد رقم ہوتو ان سب کی قیمت لگا کر دیکھا جائے گا،اگر وہ ساڑھے باون تولہ(۶۲۱،۳۵رگرام) چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہوجائے گی۔(۲)

۵) نصابِ زکوۃ پر اگر کچھ مقدار کا اضافہ ہو مثلاً سات تولہ چاندی یا آٹھ تولہ سونا ہوتو اس زیادہ حصہ پر بھی ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ واجب ہوگی۔(۳)

۶) سونے،چاندی میں اگر کچھ حصہ مقدار کھوٹ کی ہواور غلبہ سونے چاندی کا ہوتو وہ پوری چیز سونا چاندی ہی کے حکم میں ہوگی۔(۴)

۷) سونا، چاندی، جس صورت میں بھی ہو،اس میں زکوۃ واجب ہے، اسی لیے روز مرہ کے استعمالی زیورات کی بھی

---

(۱) الفتاوی التاتار خانیة:۲/ ۲۳۷،جدید فقہی مسائل:۲/ ۱۱۷،طبع پنجم۔
(۲) الفتاوی التاتار خانیة:۲/ ۲۳۷،جدید فقہی مسائل:۲/ ۱۱۷،طبع پنجم۔
(۳) فتح القدیر :۲/۱۵۹۔
(۴) فتح القدیر :۲/۱۶۱۔

زکوۃ ادا کی جائے گی۔(۱)

۸) گوٹے اور لچکے وغیرہ میں جو سونا اور چاندی ہو، اس کا بھی حساب کیا جائے گا، اور اس میں بھی زکوۃ واجب ہوگی۔(۲)

۹) کوئی سامان اس وقت تجارتی سمجھا جائے گا جب اس کو فروخت کرنے ہی کی نیت سے خرید کیا ہو، وہ سامان جو پہلے سے اس کی ملکیت میں موجود ہو، محض تجارت کے ارادہ سے تجارتی سامان شمار نہیں کیا جائے گا۔(۳)

۱۰) ایسے باؤنڈز اور شیئرز جن میں سرمایہ تجارتی یونٹ میں استعمال کیا جاتا ہو، سامانِ تجارت ہی کے حکم میں ہے اور ان میں زکوۃ واجب ہوگی۔(۴)

۱۱) اگر ایک شخص کا سرمایہ ہو اور دوسرا اس سے تجارت کرے اور دونوں نفع میں شریک ہوں تو سرمایہ کار تو اپنے اصل سرمایہ اور اپنے حصہ کے منافع دونوں کی زکوۃ ادا کرے گا جبکہ تاجر صرف اپنے حصۂ نفع کی زکوۃ ادا کرے گا۔(۵)

زکوۃ کی مقدار

سوال:- {995} روپیہ اور مال تجارت میں زکوۃ کی

---

(۱) حلیۃ العلماء:۳/۹۲۔
(۲) جدید فقہی مسائل:۲/۱۰۲۔
(۳) الفتاوی التاتار خانیۃ:۲/۲۳۸-۲۳۹۔
(۴) جدید فقہی مسائل:۱/۱۰۲۔
(۵) المغنی:۲/۲۴۰-۲۴۱۔

مقدار کیا ہے؟ (عبدالقدیر، وجے واڑہ)

جو اب:- نصاب پورا ہو جانے کی صورت میں سونا، چاندی اور سامانِ تجارت اور نقد رقم ان تمام میں ڈھائی فیصد یعنی ایک ہزار روپے پر پچیس روپے کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

مویشیوں جیسے بکریوں، مرغیوں وغیرہ کی تجارت کی جائے تو ان کی قیمت بھی لگائی جائے گی اگر ان کی قیمت ۶۲۱،۳۵ رگرام چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس قیمت پر ڈھائی فیصد ہی کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی،(۱)

زراعتی اور غیر زراعتی زمینوں کی خرید وفروخت کرتا ہو تو تجارتی سامان کی طرح اس میں بھی ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔(۲)

سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال:- {996} ایک شخص شوال کے مہینہ میں صاحب نصاب ہوا، اور اگلے رمضان میں جب کہ زکوٰۃ کے وجوب کے لیے ایک ماہ باقی ہے، اگر زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ (سید محمد مصطفیٰ)

جو اب:- تکمیل سال سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے، اس لیے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔(۳)

فرض وواجب میں فرق

سوال:- {997} (الف) فرض اور واجب میں کیا

---

(۱) المغنی :۲/۳۳۸۔

(۲) حوالۂ سابق

(۳) ''یجوز تعجیل الزکوة بعد ملك النصاب '' (قاضی خان علی هامش هندیة : ۱/۲۶۴،فصل في تعجیل الزکوة)

فرق ہے؟

(ب) حیدرآباد کے مشہور عالم دین اور مفتی ٹی وی پر تقریر کرتے ہوئے زکوۃ کو واجب کہتے رہے، کیا یہ تعبیر درست ہے؟ (نادر المسددی، مغلپورہ)

جواب:- (الف) فرض و واجب دونوں پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے، فرض کا ثبوت قطعی اور یقینی دلیل سے ہوتا ہے، اور واجب کا ثبوت نسبتاً کم یقینی دلیل سے، یعنی یا تو ایسے ذریعہ سے ثابت ہو جو یقینی نہیں، یا ذریعۂ ثبوت تو یقینی ہو، لیکن اس میں ایک سے زیادہ معنوں کی گنجائش ہو، اسی نسبت سے دونوں کے حکم میں بھی کسی قدر فرق ہے، کہ اگر کوئی شخص بلا تاویل فرض کا انکار کرے تو باعث کفر ہے، اور اگر واجب کا انکار کرے تو گمراہی ہے، لیکن کفر نہیں، نیز فقہاء مجازاً فرض کو واجب اور واجب کو فرض کہہ دیتے ہیں، کیوں کہ معنوی اعتبار سے دونوں میں بہت قربت اور عمل دونوں ہی پر ضروری ہے، فرق صرف اعتقاد کے اعتبار سے ہے، چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

" الفرض والواجب يلحقان في حق العمل فيصح اطلاق أحدهما على آخر مجازا " (۱)

زکوۃ کا حساب

سوال:- {998} زکوۃ کی شرح کی بنیاد کیا ہے؟ یہ آمدنی کا ڈھائی فیصد ہے یا بجٹ کا؟ (نظیر سہروردی، ناندیڑ)

جواب:- زکوۃ میں حساب اس تاریخ کے لحاظ سے کیا جاتا ہے جس تاریخ کو وہ پہلی بار نصابِ زکوۃ کا مالک بنا ہے، اس وقت جو رقم کسی کے پاس محفوظ ہو، یا سونا، چاندی، شیئرز، سامانِ

---

(۱) عيني شرح البخاري :۳/۳۴۱۔

تجارت، یا قرض جس کی وصولی متوقع ہو، موجود ہو، ان کا حساب کیا جائے اور ہر ہزار پر ۲۵/ روپے کے لحاظ سے زکوۃ ادا کی جائے، اس میں نہ آمدنی ملحوظ ہے اور نہ بجٹ، بلکہ اس تاریخ کو اموالِ زکوۃ میں سے جو کچھ اس کے پاس موجود ہو، اس سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔ (۱)

مقدار نصاب زکوٰۃ

سوال:- (999) فقیر محتاج شخص کو مقدار نصاب زکوٰۃ دینے کو علماء مکروہ قرار دیتے ہیں، لیکن بعض دفعہ مستحق زکوٰۃ کثیر العیال ہوتا ہے، اور آج کل چاندی کے نصاب کے لحاظ سے نصاب کی قیمت بہت کم ہو جاتی ہے، اگر اتنی کم رقم اسے ادا کی جائے، تو اس کی ضروریات پوری نہیں ہو سکیں گی؟

(محمد راشد قاسمی، ممبئی)

جواب:- فقہاء نے جہاں ایک شخص کو نصاب کے مقدار زکوٰۃ دینے کو مکروہ قرار دیا ہے، وہیں یہ بھی لکھا ہے، کہ اگر مقروض ہو یا اس کا کنبہ بڑا ہو، کہ کنبہ کے تمام افراد پر اگر رقم تقسیم کردی جائے، تو فی کس مقدار نصاب سے کم رقم پڑتی ہو، تو اس میں کچھ حرج نہیں:

" وكره اعطاء فقير نصابا إلا إذا كان مديونا أو صاحب عيال لوفرق عليهم لايخص كل انصاب " (۲)

اس طرح ایسے ضرورت مند شخص کے لئے کئی نصاب ادا کرنے کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔

---

(۱) " وسببه أي سبب إفتراضها ملك نصاب حولى تام " (الدر المختار على هامش رد المحتار :۱۷۴/۳) محشی۔

(۲) ردالمحتار :۳۰۳/۳۔

مسجد و مدرسہ کی رقم میں زکوۃ

سوال:- {1000} میرے ایک بزرگ ناندیڑ شہر میں چارسو گز کا ایک پلاٹ دینی کاموں کے لئے محفوظ کیے، ٹین شیڈ بنوا کر عارضی طور پر مدرسہ و مسجد شروع کیے، لیکن طویل علالت کی وجہ سے یہ پلاٹ آل انڈیا لیول کے ادارہ کو وقف کر دیے، بدقسمتی سے یہ ادارہ ایسے دینی کام کے لئے ناموزوں ثابت ہوا، نگرانی اور تعمیر کے کام سے زبانی معذوری ظاہر کی، اب میرے عزیز خود اپنے صرفہ سے یہ کام انجام دینا چاہتے ہیں، رقم جمع کی جارہی ہے، اور سالانہ پوری زکوۃ بھی ادا کی جارہی ہے، لیکن بعض احباب ایسا ہی کام کر رہے ہیں، مدرسہ اور مسجد تعمیر کروارہے ہیں، ان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ صاحب اس تعمیری رقم کی زکوۃ ادا نہیں کئے، کیونکہ یہ رقم اللہ کے کام کے لئے تھی ان حالات میں کیا میرے عزیز کے لئے ضروری ہے کہ وہ زکوۃ ادا کریں؟ (محمد عبدالرحیم، احمد کالونی)

جواب:- جو رقم مسجد یا مدرسہ کے لئے ادا کی گئی ہو، اس جمع شدہ رقم میں زکوۃ واجب نہیں، (۱) البتہ رقم کو اس مد میں مخصوص کرنے سے پہلے تک چونکہ یہ شخصی ملکیت میں ہوتی ہے، اس لئے اس وقت تک کی زکوۃ واجب ہوگی۔ (۲)

---

(۱) "وسببه أي سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام" (الدر المختار على هامش رد المحتار :۱۷۴/۳)، قوله : (ملك نصاب " فلا زكوة في سوائم الوقف و الخيل المسبلة لعدم الملك " (رد المحتار : ۱۷۴/۳) محشی۔

(۲) " الزكوة واجبة على الحر العاقل المسلم إذا ملك نصابا ملكا تاما و حال عليه الحول" (الهداية:۱/۱٦۵) محشی۔

مال تجارت کی زکوۃ

شیئرز کی خرید وفروخت اور اس پر زکوۃ

سوال:- {1001}(الف) کیا حصص (شیئرز) کی خریداری جائز ہے؟

(ب) کیا حصص کی رقم پر زکوۃ واجب ہے؟

(محمد جہانگیر، اسراہی)

جواب:- (الف) اگر شیئرز ایسی کمپنی کے ہوں جو جائز کاروبار کرتی ہو، شراب اور مردار کا کاروبار نہ کرتی ہو اور سود پر پیسے نہ لگاتی ہو، تو ایسے شیئرز کا خریدنا جائز ہے۔

(ب) چوں کہ شیئرز مال تجارت کی نمائندگی کرتی ہے اور مال تجارت میں زکوۃ واجب ہے، (۱) اس لیے حصص میں اس کی مارکیٹ کی قیمت کے لحاظ سے زکوۃ واجب ہوگی۔ (۲)

---

(۱) بدائع الصنائع :۲/۱۱، محشی۔

(۲) "و یقوم في البلد الذی المال فیه" (الدر المختار علی هامش رد المحتار : ۳/۲۱۱) محشی۔

نہ فروخت ہونے والے مال زکوۃ میں دینا

سوال:- {1002} دوکان میں جو مال فروخت نہ ہو پاتا ہو، کیا اس مال کو زکوۃ کے طور پر دیا جاسکتا ہے؟ مثلاً: کپڑے کی دوکان ہو، تو جو کپڑے فروخت نہ ہورہے ہوں، ان کے ذریعہ زکوۃ ادا کی جاسکتی ہے؟

(محمد ایم میاں، بسواکلیان)

جواب:- زکوۃ دراصل اپنا مال اللہ کو دینا ہے، اسی لئے قرآن وحدیث میں اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا قرار دیا گیا ہے، لہذا جو مال بہتر اور اچھا ہو، کوشش کرنی چاہئے کہ زکوۃ میں ایسا مال ادا کیا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿ أَنفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ﴾ (۱) ''اپنی کمائی کا بہتر حصہ خرچ کرو'' امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ

"يقال للإنسان لا تجعل الزكوة من ردئ مالك" (۲)

'' اگر کسی شخص کے پاس اچھا سامان بھی ہو اور معمولی بھی، تو اسے سمجھانا چاہئے کہ وہ معمولی مال کا زکوۃ کے لئے انتخاب نہ کرے''

تاہم زکوۃ ادا کرنے کے لئے مال زکوۃ یا اس کا بدل ادا کرنا بھی جائز ہے، اس لئے اگر زکوۃ میں ایسا سامان ہی نکال دیا جائے، اور زکوۃ ادا کرتے ہوئے اس کی معمولی قیمت کا لحاظ کرتے ہوئے حساب کیا جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

---

(۱) البقرة :۲۶۷۔

(۲) التفسير الكبير أو مفاتيح الغيب :۶۱۲/۳۔

مٹھائی کی دوکان پر زکوۃ

سوال:- {1003} میں ایک مٹھائی کی دوکان چلاتا ہوں، یعنی مٹھائی بنا کر فروخت کرتا ہوں، کیا اس کاروبار پر زکوۃ فرض ہے، اگر ہے تو کس طرح زکوۃ ادا کی جائے؟

(محمد حمید الدین، مہدی پٹنم)

جواب:- تجارت خواہ کسی بھی چیز کی کی جائے، اگر وہ تنہا یا روپیہ، سونا، چاندی کے ساتھ مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہونچ جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہو جاتی ہے، (۱) زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب پہلی دفعہ آپ صاحب نصاب ہوئے ہوں، یعنی مذکورہ تفصیل کے مطابق ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے مالک ہوئے ہوں، اس تاریخ کو ذہن میں رکھیں، اگر خدانخواستہ وہ تاریخ آپ کو یاد نہ ہو، تو کسی بھی تاریخ، مثلاً: پچیس شعبان کو آپ معیار بنائیں، اور ہر ماہ اس تاریخ کو دیکھ لیں کہ آپ کے پاس نقد رقم کتنی موجود ہے؟ بینک میں آپ کی کیا رقم ہے؟ سونا چاندی آپ کے پاس کتنی قیمت کا ہے؟ اور دوکان میں فروخت کیا جانے والا سامان کتنی قیمت کا ہے؟ ان سب کو جوڑ لیں، اگر آپ نے کسی کو قرض دیا ہو، اور اس کے وصول ہونے کی امید ہو، تو اس کو بھی ان کے ساتھ جمع کر لیں، پھر دیکھیں کہ آپ کے ذمہ بھی کسی کا قرض باقی ہے؟ اگر باقی ہو تو اتنی رقم اس میں سے منہا کر دیں، اب جو رقم بچ رہے، اس میں ہر ایک ہزار پر پچیس روپے کے لحاظ سے زکوۃ نکال دیں، (۲) بہرحال زکوۃ ضرور ادا کرنی چاہئے، اس سے آپ کے کاروبار میں برکت ہوگی، اور آفات سے بھی حفاظت ہوگی۔ (۳)

---

(۱) الهداية :۱/۱۷۴-۱۷۵، الفتاوی الهندية :۱/۱۷۸۔ محشی۔

(۲) الفتاوی التاتار خانية :۲/۲۹۱۔ محشی۔

(۳) رد المحتار :۳/۱۷۱۔ محشی۔

مکان پر زکوۃ

سوال:- {1004} ایک عدد ذاتی رہائشی مکان کے علاوہ ایک دوسری عمارت میری ملکیت میں ہے، جس میں خود ہماری رجسٹرڈ کردہ تعلیمی سوسائٹی کے زیر انتظام ایک پرائمری اسکول قائم ہے، براہِ کرام معلوم کیجئے کہ اس کی زکوۃ کس حساب سے ادا کی جائے؟

(سید منیر الدین، تاڑبن، حیدرآباد)

جواب:- مکان پر اس وقت زکوۃ واجب ہوتی ہے جب مکان تجارتی مقصد سے حاصل کیا گیا ہو، مکان ضرورت سے زیادہ ہو، لیکن مقصود تجارت نہ ہو، بلکہ کرایہ پر لگانا، یا کسی اور کام میں استعمال کرنا ہو تو اب اس میں زکوۃ واجب نہیں، (۱) لہذا آپ کی اس دوسری عمارت میں زکوۃ نہیں ہے۔

ٹرک پر زکوۃ کا مسئلہ

سوال:- {1005} زید کے پاس ایک ٹرک ہے، جس پر کوئی قرض نہیں ہے، اس ٹرک کی قیمت دولاکھ روپے ہیں، زید پر اب دولاکھ روپے کی زکوۃ واجب ہوگی، یا اس ٹرک سے حاصل ہونے والی آمدنی پر؟ (محمد رہبر عالم تجویدی، بیدر)

جواب:- کسب معاش کے آلات (اگر ان کی تجارت نہ کی جاتی ہو) پر زکوۃ واجب

---

(۱) "لا زكوة على مكاتب ... ولا في ثياب البدن .. و أثاث المنزل و دور السكنى و نحوها ، قوله : و نحوها كثياب البدن الغير المحتاج إليها و كالحوانيت و العقارات" (الدر المختار على هامش رد المحتار:۳/۱۷۹تا۱۸۲) محشی۔

نہیں ہوتی،(۱) اس لئے ٹرک کی قیمت پر زکوۃ واجب نہیں، اس سے جو آمدنی حاصل ہو وہ مقدارِ نصاب پہونچ جائے، یا کچھ اور سونا، چاندی اور رقم ان کے پاس موجود ہوں، اور ان کو ملا کر نصاب پورا ہو جاتا ہو، ایسی صورت میں اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔(۲)

جوتے کے تاجروں کا جوتوں کی صورت میں زکوۃ ادا کرنا

سوال:- {1006} میں پیشۂ تجارت سے وابستہ ہوں، میری جوتوں کی دکانیں ہیں، دوکانوں میں اسٹاک زیادہ ہونے کی وجہ سے میں مال یعنی جوتوں ہی کی صورت میں زکوۃ دینا چاہتا ہوں، تو کیا میں اس طرح زکوۃ دے سکتا ہوں؟

(اقبال احمد، کریم نگر)

جواب:- اگر آپ حساب کر کے واجب الاداء زکوۃ کے لحاظ سے مستحقین کو جوتے دے دیں، تو اس صورت میں بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی، بہتر طریقہ یہ ہے کہ مستحق زکوۃ کو جس چیز کی ضرورت ہو وہی چیز زکوۃ میں ادا کی جائے۔(۳)

یہ مالِ تجارت نہیں

سوال:- {1007} میں نے اپنی رہائش کے لئے ایک

---

(۱) " لا زكوة على مكاتب ... و كذلك آلات المحترفين " (الدر المختار على هامش رد المحتار:۳/۱۸۳) محشی۔

(۲) " و اللازم في مضروب كل منهما و معموله و لو تبرا أو حليا طلقا ألخ و في عرض تجارة قيمته نصاب ألخ و قيمة العرض للتجارة تضم إلى الثمنين : لأن الكل للتجارة وضعا و جعلا و يضم الذهب إلى الفضة و عكسه بجامع الثمنية " (الدر المختار على هامش رد المحتار :۳/۲۲۷تا۲۳۴) محشی۔

(۳) " لا بد في اعتبار منفعة الفقراء عند التقويم لأداء الزكوة فيقومها بأنفع النقدين " (المبسوط:۲/۱۹۱) محشی۔

مکان خریدا اس کو کئی سال کا عرصہ ہو گیا ہے، اب ہم لوگوں نے طے کیا ہے کہ اسے فروخت کر دیں، کیونکہ رہائش کے لئے وہ جگہ موزوں نہیں ہے، تو کیا اس مکان کی زکوۃ اب ادا کرنی ہوگی؟　　　(فضل الرحمان، نظام آباد)

جواب:- مکان خریدتے وقت چونکہ آپ کی نیت بیچنے کی نہیں تھی، بلکہ رہائش کی تھی، اس لئے اس مکان میں کوئی زکوۃ واجب نہیں ہوگی، کیونکہ اس کا شمار مال تجارت میں نہیں ہے، مال تجارت وہ ہے، جسے خریدتے وقت ہی بیچنے کی نیت سے خرید لیا جائے، ہاں مکان بیچنے کے بعد دوسرے اموال زکوۃ کے ساتھ ان پیسوں کی بھی زکوۃ ادا کرنی ہوگی، بشرطیکہ جس تاریخ کو وہ صاحب نصاب ہوا تھا، اس تاریخ کو وہ رقم موجود ہے، ہندیہ میں ہے:

"ومن اشترى جارية للتجارة ونواها للخدمة بطلت عنها الزكوة ... وإن نواها للتجارة بعد ذلك لم تكن للتجارة حتى يبيعها فيكون في ثمنها زكوة"(۱)

حج کی محفوظ رقم اور زکوۃ

سوال:- {1008} زید پر حج فرض ہے اس نے اب تک حج ادا نہیں کیا ہے، لیکن حج کا فارم بھر دیا ہے، کچھ رقم جمع کر دی ہے، اور کچھ رقم سفر کیلئے محفوظ رکھی ہے، کیا اسے اس رقم کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی؟　　　(عبدالرحیم، گکور)

جواب:- سفر حج کے کرایہ اور مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ہونے والے لازمی

---

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۱۶۷۔

اخراجات،اس کی حاجت اصلیہ یعنی بنیادی ضروریات میں داخل ہیں،ان میں زکوۃ واجب نہیں، اس سے زائد جو رقم حاجی اپنے طور پر سفرِ حج میں خرچ کرتا ہے،وہ حاجت اصلیہ میں داخل نہیں، اس کی زکوۃ واجب ہوگی۔

"إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب ، فإنه يزكي ذلك الباقي " (۱)

---

(۱) رد المحتار :۳/۱۸۹۔

سونے چاندی کی زکوۃ

چاندی سونے کے نصاب کی مقدار

سوال:- {1009} (الف) چاندی کا نصاب کسی کتاب میں ساڑھے باون تولہ کسی میں ساڑھے چھتیس تولہ اور سونے کا نصاب کسی کتاب میں ساڑھے سات تولہ ہے تو کسی کتاب میں پانچ تولہ ہے، کس مقدار پر عمل کرنا ہوگا؟

(ب) کاغذی سکہ کی زکوۃ کا تعین سونے کے نصاب سے کرنا ہوگا، یا چاندی کے نصاب سے، جب کہ دونوں کے بازاری قیمت میں تقریباً ۶۵ گنے کا فرق ہے؟ (کاظم علی، شاہ گنج)

جواب:- (الف) مفتی شفیع صاحبؒ نے جواہر الفقہ میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، اور ان دونوں مقدار میں جو نمایاں فرق ہے، یہ کیوں واقع ہوا ہے؟ اس پر بھی نہایت انصاف اور وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونا والا قول زیادہ درست ہے۔ (۱) مفتی صاحب کی

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے: جواہر الفقہ: ۱/ ۴۰۷ تا ۴۲۹۔ محشی۔

تحقیق ان کے دلائل کی روشنی میں قرین صواب معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(ب) یہ مسئلہ بڑا اہم ہے اور ابھی علماء کے زیر تحقیق ہے، واقعہ ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت آج کل اتنی کم ہوگئی ہے کہ اس کی وجہ سے کسی کو زکوۃ کے لئے غیر مستحق قرار دینا، اکثر اوقات دشواری کا باعث ہو جاتا ہے، تاہم فی الحال فتویٰ اسی پر ہے کہ ساڑھے باون تولہ کی چاندی کے بقدر نوٹوں کی ملکیت پر زکوۃ واجب ہوگی، اور اسی کے مالک ہونے کی وجہ سے زکوۃ کے حرام ہونے کا حکم لگایا جائے گا، البتہ اس بات کی گنجائش ہے کہ اگر بیوی اتنے مال کی مالک ہے اور شوہر مالک نہیں، یا شوہر و بیوی مالک ہیں اور اس کے بالغ لڑکے و لڑکیاں مالک نہیں ہیں، تو جو مالک نہیں ہیں، انہیں زکوۃ دی جا سکتی ہے۔ (۱)

پانچ تولہ سونا، پانچ تولہ چاندی

سوال:- {1010} ایک بیوہ ضعیف اور وظیفہ یاب خاتون کے پاس پانچ تولہ سونا اور پانچ تولہ چاندی ہے، زیور زیر استعمال ہے، کیا ان پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

(ایم۔ ایس۔ خان، اکبر باغ)

جواب:- امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک استعمالی زیورات میں بھی زکوۃ ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ

"دو خاتون خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، ان کی ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، آپ ﷺ نے ان دونوں سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگ اس کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟ ان دونوں نے کہا: نہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ اس

(۱) "و لا یجوز إلی صغیر والده غنی فإن کان الابن کبیرًا جاز" (الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی الهندیة :۱/۲۶۶، باب فیما توضع فیه الزکوة) محشی۔

بات کو پسند کروگی کہ اللہ تعالیٰ تم کو آگ کا کنگن پہنائے ؟
دونوں نے عرض کیا: نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو اس کی زکوۃ ادا کرو' (۱)

اسی مضمون کی ایک روایت ابوداؤد (۲) اور نسائی (۳) میں بھی آئی ہے، ان احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ استعمالی زیورات پر بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے، اگر کچھ مقدار سونے کی اور کچھ مقدار چاندی کی ہو تو دونوں کو ملاکر، اگر ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہونچ جائے تو پھر اس میں زکوۃ واجب ہوجائیگی، اس تفصیل کی روشنی میں ان خاتون پر زکوۃ واجب ہے، لہذا ان کو زکوۃ ادا کرنی چاہئے، اگر زکوۃ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو پانچ تولہ چاندی فروخت کریں، یا کسی اور کو ہبہ کردیں، ایسی صورت میں وہ صاحبِ نصاب باقی نہیں رہیں گی اور آئندہ ان پر زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

سونے پر زکوۃ

سوال:- {1011} زید کے پاس صرف سوا سات تولہ سونا ہے اور اس کے علاوہ نہ نقدی ہے اور نہ چاندی، تو کیا اس سونے پر زکوۃ واجب ہوگی؟ (یوسف انصاری، ہنم کنڈہ)

جواب:- زکوۃ ساڑھے سات تولہ سونا پر واجب ہوتی ہے، اگر سونے کی مقدار اس سے کم ہو اور چاندی یا نقد رقم بھی نہ ہو (جو اس کی کمی کو پورا کرے) تو اس صورت میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی، ہدایہ میں ہے: '' و لیس فیما دون عشرین مثقالا من ذھب صدقة '' (۴) لہذا اس صورت میں آپ پر زکوۃ نہیں ہے۔

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۳۷۔
(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۵۶۳۔
(۳) سنن نسائي، حدیث نمبر: ۲۴۸۱، باب زكوة الحلي ۔
(۴) الهداية: ۱/۱۷۵، باب زكوة المال، فصل في الذهب۔ محشی۔

کہاں کی قیمت معتبر ہوگی؟

سوال:- {1012} ہندوستان کے مختلف شہروں میں سونے کی قیمت یکساں نہیں ہوتی ہے، بمبئی، کلکتہ، مدراس میں الگ الگ قیمتیں ہوتی ہیں، اوراسی لحاظ سے اس شہر کے قرب وجوار کے دوسرے شہروں میں سونے کی قیمت ہوتی ہے تو زکوۃ کس قیمت کے لحاظ سے ادا کرنی ہوگی؟

(محمد نصیر عالم، جالے، دربھنگہ)

جواب:- جس شہر میں زکوۃ ادا کی جارہی ہو، وہاں کی قیمت کے لحاظ سے زکوۃ واجب ہوگی، کیونکہ زکوۃ میں مالِ زکوۃ کا چالیسواں حصہ ادا کرنا ہے، اوراس شہر کے لحاظ سے قیمت ادا کی جائے تبھی چالیسواں حصہ ادا ہوسکتا ہے، فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے:

" فلو بعث عبدا للتجارة في بلد آخر يقوم في البلد الذى فيه العبد " (۱)

زرِ ضمانت کی زکوۃ

سوال:- {1013} بعض دفعہ مکانات کرایہ پر لیتے ہوئے مالکِ مکان کو کچھ پیشگی رقم بطورِ زرِ ضمانت دی جاتی ہے، اس رقم کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی، کرایہ دار پر یا مالکان پر؟

(محمد شفیع احمد، مہدی پٹنم)

جواب:- مالک مکان کے پاس وہ رقم کرایہ دار کی طرف سے رہن کے درجہ میں ہے، جب وہ مکان خالی کرے، اس رقم کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے، اور مال رہن میں زکوۃ کسی پر

(۱) ردالمحتار :۳/۲۱۱-۲۱۲۔

واجب نہیں ہوتی، نہ رہن رکھنے والے پر اور نہ اس شخص پر جس کے پاس رہن رکھا گیا۔(۱)

زیورات میں نگ اور زکوٰۃ

سوال:- {1014} سونے کے زیورات میں شیشہ اور پتھر کے نگ لگائے جاتے ہیں، سونا فروخت کرنے والے ان نگوں کے ساتھ زیور کا وزن کرتے ہیں، گویا اسے بھی سونے کی قیمت میں فروخت کرتے ہیں، تو کیا اس نگ میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی؟ (محمد شمشاد، حمایت نگر)

جواب:- سونے یا چاندی سے اگر ایسی چیز ملی ہوئی ہو، جس کو اس سے الگ کیا جاسکتا ہو، تو وہ سونے، چاندی کے حکم میں نہیں ہے،(۲) نگ بھی ایسی ہی چیزوں میں ہے کہ اسے اصل زیور سے نکالا جاسکتا ہے، اس لئے نگ میں زکوٰۃ واجب نہیں، اگر نگ کا وزن معلوم ہو تو اس وزن کو منہا کر کے زکوٰۃ کا حساب کرنا درست ہوگا۔

---

(۱) دیکھئے: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی منظورہ تجاویز پانچواں فقہی سیمینار، منعقدہ ۱۰-نومبر ۱۹۹۲ء اعظم گڈھ۔

(۲) " إذا كان الغالب على الورق الفضة فهو في حكم الفضة ، و إذا ان الغالب عليها الغش فهو في حكم العروض ، يعتبر أن تبلغ قيمته نصابا ، قوله فهو في حكم الفضة ألخ فتجب فيه الزكوة كأنه كله فضة لا زكوة العروض ، و لو كان أعدها للتجارة بخلاف ما إذا كان الغش غالبا فإن نواها للتجارة إعتبرت قيتمها ، و إن لم ينوها ، فإن كانت بحيث يتخلص منها فضة تبلغ نصابا وحدها أو لا تبلغ، لكن عنده ما يضمه إليها فيبلغ نصابا وجب فيها؛ لأن عين النقدين لا يشترط فيهما نية التجارة و لا القيمة و إن لم يخلص فلا شيئ فيه" (الهداية مع الفتح :۱/۱۶۴) محشی۔

زیورات میں زکوۃ کی مقدار

سوال:- {1015} سونا، چاندی کے زیورات میں
زکوۃ واجب ہے، تو کس مقدار میں؟ مثلاً میرے پاس دس تولہ
سونا ہے، تو میں کتنی زکوۃ ادا کروں؟ (خالد، قلعہ گولکنڈہ)

جواب:- زیورات، مال تجارت اور روپیہ میں زکوۃ کی شرح ڈھائی فیصد ہے، (۱) آپ اپنے زیورات کی موجودہ نرخ کے لحاظ سے قیمت لگالیں اور ایک ہزار پر پچیس روپے کے لحاظ سے زکوۃ ادا کردیں۔

زیر استعمال زیورات پر زکوۃ

سوال:- {1016} عورتیں جو زیورات روز یا کبھی کبھی
استعمال کرتی ہیں، کیا ان میں بھی زکوۃ ہے؟
(محمد احمد علی خاں، ملک پیٹ)

جواب:- قرآن وحدیث میں سونے اور چاندی پر مطلقاً زکوۃ واجب قرار دی گئی ہے، (۲) بلکہ احادیث میں رسول اللہ ﷺ کا صراحۃً ان زیورات کے بارے میں بھی زکوۃ کی تلقین کرنا ثابت ہے، جن کو صحابیات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) پہنی ہوئی تھیں، (۳) اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سونے اور چاندی پر ہر صورت میں زکوۃ واجب ہے، خواہ وہ زیورات کی شکل میں ہوں یا نہ ہوں، اور خواہ زیورات زیر استعمال ہوں، یا نہ ہوں۔

---

(۱) الفتاوی التاتار خانية :۲/۳۱۹۔ محشی۔
(۲) التوبة :۳۴۔ محشی۔
(۳) الجامع للترمذي:۱/۱۳۸۔ محشی۔

استعمال شدہ زیورات میں زکوۃ

سوال:- {1017} ماہنامہ البلاغ اکتوبر ۲۰۰۱ء ص:
۵۰ پر لکھا ہے کہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ استعمال شدہ
زیورات میں زکوۃ نہیں ہے، وضاحت فرمائیں۔

(محمد عبدالستار، مقام نامعلوم)

جواب:- مختلف روایتوں سے پہنے ہوئے زیورات میں آپ ﷺ کی جانب سے زکوۃ ادا کرنے کی تلقین ثابت ہے، ان میں بعض روایتیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بھی مروی ہیں، امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ ﷺ اور تابعین ؒ بھی اسی کے قائل تھے، اور یہی رائے سفیان ثوری ؒ اور عبداللہ بن مبارک ؒ جیسے فقہاء و محدثین کی بھی ہے، (۱) حنفیہ کا نقطۂ نظر بھی یہی ہے کہ استعمالی زیورات میں بھی زکوۃ واجب ہوگی، قرآن نے مطلقاً سونا چاندی میں زکوۃ واجب قرار دی ہے، اس سے بھی اس نقطۂ نظر کی تائید ہوتی ہے، اور ظاہر ہے کہ اسی میں احتیاط ہے۔

اس لیے یہ کہنا کہ جمہور علماء کا زکوۃ واجب نہ ہونے پر اتفاق ہے، میرے خیال میں درست نہیں۔

نقد رقم کی زکوۃ

سوال:- {1018} جس کے پاس زیورات کے علاوہ
نقدی رقم بھی موجود ہو، کیا اسے نقد رقم کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی؟
اور ادا کرنی ہوگی، تو اس کا کیا حساب ہوگا؟ (الیاس، زیباباغ)

جواب:- نقد رقم میں بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے، نقد رقم کا وہی نصاب ہے جو چاندی کا

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۶۳۶۔

ہے، یعنی اگر اتنے پیسے موجود ہوں کہ جس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہو تو اس میں زکوۃ واجب ہوجائے گی، اگر کچھ سونا، کچھ چاندی اور اس کے ساتھ کچھ رقم ہو اور یہ سب مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تب بھی زکوۃ واجب ہوجائے گی، بشرطیکہ اس پر سال گزر چکا ہو، سال گزرنے سے مراد یہ ہے کہ پہلی دفعہ نصابِ زکوۃ کا مالک ہونے کے بعد سال گزر جائے، اگر ایک بار نصابِ زکوۃ پر سال گزر چکا ہے تو آئندہ اس پر جو اضافہ ہوگا اس پر مستقل طور سے سال کا گزرنا ضروری نہیں ہے، سونا، چاندی، سامانِ تجارت اور نقد رقم پر زکوۃ ڈھائی فیصد کی شرح سے واجب ہوتی ہے، (۱) یعنی ہر ایک ہزار پر پچیس روپے۔

زیورات کی زکوۃ

سوال:- {1019} میری شادی میں دلہن کے ذریعہ پندرہ تولہ سونا، نیز چاندی کے زیورات آئے ہیں، تو کیا مجھ پر زکوۃ فرض ہے؟ کیوں کہ اخراجات زیادہ ہیں اور بعض وقت ادھار لے کر کام چلانا پڑتا ہے۔ (معین الدین، مغلپورہ)

جواب:- آپ کی بیوی کو جو زیورات ان کے میکے سے ملے ہوں یا آپ لوگوں نے شادی کے موقعہ پر ان کو دیا ہو، وہ ان ہی کی ملکیت ہے، اور ان پر اس کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہے، آپ کے اخراجات سے ان کا کوئی تعلق نہیں، اگر آپ کے اپنے زیورات ہوں اور آپ کے ذمہ قرض بھی باقی ہو، تو زیورات کی قیمت لگا کر اس میں قرض کے بقدر منہا کردیں، اور جتنا باقی رہ جائے، اگر وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو ان باقی پیسوں میں پچیس روپے فی ہزار کے حساب سے زکوۃ واجب ہوگی، (۲) زکوۃ ادا کرنے سے مال میں برکت اور آفتوں سے حفاظت ہوتی ہے، (۳) اس لئے اس معاملہ میں پہلوتہی سے کام نہیں لینا چاہئے۔

---

(۱) الفتاوی التاتار خانية :۲/۳۱۹۔
(۲) حوالہ سابق
(۳) رد المحتار :۳/۱۷۱، محشی۔

بیوی کے زیورات کی زکوۃ شوہر پر ہے؟

سوال:- {1020} میں نے اپنی بیوی کو اس کے مہر میں زیورات دیدئے، اب اس کی زکوۃ شوہر پر ہے یا بیوی پر؟

(حسن بن صالح الحامد، گرمٹ کال)

جواب:- آپ نے جب زیورات اپنی بیوی کو دیدئے تو وہی اس کا مالک ہے اور اسی پر اس کی زکوۃ واجب ہے، (۱) البتہ اگر بیوی کے پاس نقد پیسے نہ ہوں، اور زکوۃ ادا کرنے میں آپ اپنے پیسوں سے بیوی کی مدد کریں تو نہ صرف آپ کی بیوی کی طرف سے زکوۃ ادا ہوگی، بلکہ آپ بھی اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔

رہن اور چٹھی میں زکوۃ

سوال:- {1021} ہمارے گھر کے زیور رہن ہیں، اور ۶۰ / ہزار کی ایک چٹھی ہے، جس کی اب تک جمع شدہ رقم ۳۰ / ہزار ہوگئی ہے، کیا رہن اور چٹھی کی رقم پر زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے؟

(تسنیم تبسم، امان نگر)

جواب:- (الف) جو زیور رہن پر ہو اس میں زکوۃ واجب نہیں۔ (۲)

(ب) چٹھی کی جتنی رقم آپ ادا کر چکی ہیں، یعنی ۳۰ / ہزار روپے اس کی زکوۃ ادا کرنی واجب ہے۔

---

(۱) "الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابا تاما و حال عليه الحول" (الهداية: ۱/۱۶۵) محشی۔

(۲) رد المحتار: ۳/۱۸۰۔ محشی۔

زکوۃ کے مصارف

زکوۃ کے مصارف

سوال:- {1022} زکوۃ کے مصارف کیا کیا ہیں؟ غیر مسلم کو زکوۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کن رشتہ داروں کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی ہے؟ نابالغ بچوں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کن لوگوں کو زکوۃ دینا بہتر ہے؟ (سمیع الدین، شاہ علی بنڈہ)

جواب:- ۱) قرآن مجید میں کل آٹھ مصارف کا ذکر کیا گیا ہے، زکوۃ کا انہیں مدات میں سے کسی ایک یا چند میں خرچ کرنا ضروری ہے، ان میں سے ایک مد یعنی "غلام" کا اب وجود نہیں، ایک مد "مؤلفة القلوب" حنفیہ کے یہاں منسوخ ہے، اس طرح کل چھ مصارف باقی رہ گئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

(الف) فقیر: یعنی وہ شخص جو بالکل نادار ہو۔

(ب) مسکین: جس کے پاس سامانِ کفایت کا کچھ حصہ

ہو، لیکن پورا نہیں اور ابھی اس کی حاجت باقی ہو، (۱)

(ج) ''عاملین'': یعنی جن کو زکوۃ وعشر وغیرہ کی وصولی کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔ (۲)

یہ صاحب نصاب ہوں تب بھی انہیں زکوۃ میں سے ان کے کام کی اجرت کے طور پر زکوۃ دی جا سکتی ہے، اور وہ لے سکتے ہیں، (۳)

زکوۃ کی جمع وتقسیم کے لیے اور تحریر وغیرہ کے لیے بھی یہ مسئلہ ہے۔ (۴)

(د) مقروض: جس کو قرآن نے ''غارمین'' کہا ہے، یعنی ایک شخص صاحب نصاب ہو، لیکن اس پر لوگوں کے اتنے قرض ہوں کہ ان کو ادا کرے تو صاحب نصاب باقی نہ رہے، ایسے شخص کو زکوۃ دی جا سکتی ہے، (۵) بلکہ عام فقراء کے مقابلہ ان کو زکوۃ دینے میں زیادہ اجر ہے۔ (۶)

(ہ) فی سبیل اللہ: احناف کے یہاں اس سے خصوصیت کے ساتھ وہ اہل حاجت مراد ہیں جو جہاد، دینی تعلیم کے حصول میں لگے ہوئے ہوں۔ (۷)

---

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع: ۲/۴۳، قرطبی: ۸/۱۶۹۔

(۲) بدائع الصنائع: ۲/۴۴۔

(۳) الفتاوی التاتار خانیة: ۲/۲۶۸۔

(۴) قرطبی: ۸/۱۷۱۔

(۵) أحكام القرآن للجصاص: ۳/۳۲۷۔

(۶) الفتاوی التاتار خانیة: ۲/۲۷۰۔

(۷) البحر الرائق: ۲/۲۴۲، الفتاوی التاتار خانیة: ۲/۲۶۸۔

(و) مسافرین: یعنی وہ لوگ جو اصلاً تو زکوۃ کے حقدار نہ ہوں لیکن سفر کی حالت میں ضرورت مند ہوگئے ہوں، یہ زکوۃ لے سکتے ہیں، مگر اتنا ہی لیں جتنا سے کام چل جائے۔(۱)

۲) زکوۃ کی رقم صرف مسلمانوں ہی کو دی جائے گی، غیر مسلم کو نہیں۔(۲)

۳) بنو ہاشم وسادات کو (جن کی حاجت کسی اور مد سے پوری نہ ہو پائے) زکوۃ دی جاسکتی ہے(۳)

۴) والدین، دادا، دادی، نانا، نانی، اولاد اور ان کا سلسلہ اولاد، شوہر، بیوی، ان اقرباء میں شامل ہیں جنھیں زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔(۴)

۵) جو شخص بنیادی ضروریات کے علاوہ زمین، کھیت، فاضل مکان، غیر استعمالی کپڑے وغیرہ اشیاء میں اتنی جائداد کا مالک ہو کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کو پہنچ جاتی ہو تو اس کے لیے زکوۃ لینی جائز نہیں۔(۵)

۶) محتاج اور مالدار ہونے میں نابالغ بچوں کا وہی درجہ ہوگا جو ان کے باپ کا ہے، باپ کے لیے زکوۃ جائز ہو تو ان کے لیے بھی زکوۃ جائز ہوگی، اور باپ کے لیے زکوۃ جائز نہ ہو تو

---

(۱) الفتاوی التاتار خانیة:۲/۲۷۱، البحر الرائق:۲/۲۴۲۔
(۲) الفقه الإسلامي و أدلته:۲/۱۸۳۔
(۳) یہ امام ابوحنیفہؒ کا ایک قول ہے اور بہت سے علماء نے اس کو اختیار کیا ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے: عبادات اور چند اہم جدید فقہی مسائل:۲/۱۴۵۔
(۴) بدائع الصنائع:۲/۴۹، تاتارخانیہ:۲/۲۷۱۔
(۵) بدائع الصنائع:۲/۴۹۔

ان کے لیے بھی زکوۃ جائز نہ ہوگی۔(۱)

۷) بالغ لڑکوں کے فقیر و مالدار ہونے میں خود ان کا اعتبار ہے، باپ گو مالدار ہو، لیکن لڑکے محتاج ہوں تو زکوۃ لے سکتے ہیں۔(۲)

۸) محتاج علماء، علوم دینیہ کے طلباء اور دین دار محتاج کو زکوۃ دینے میں زیادہ ثواب ہے۔(۳)

۹) اسی طرح ان اقرباء کو زکوۃ دینا (اگر وہ مستحق ہوں) زیادہ بہتر ہے، جو زکوۃ لے سکتے ہیں، جیسے بھائی، بہن، چچا، پھوپھی خالہ، ماموں، اور چچازاد، خالہ زاد بھائی بہن وغیرہ۔(۴)

۱۰) یہ بات بہتر ہے کہ اہل شہر کو زکوۃ دینے میں اولیت دی جائے، ہاں! اگر دوسری جگہ زیادہ محتاج لوگ ہوں، دینی ادارے ہوں اقرباء ہوں، تو دوسرے شہروں کو زکوۃ بھیجنے میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ زیادہ بہتر ہے۔(۵)

۱۱) زکوۃ کے جو مدات قرآن مجید نے متعین کیے ہیں اگر ان میں سے ایک یا بعض ہی پر پوری زکوۃ صرف کر دیں تو کوئی حرج نہیں۔(۶)

---

(۱) البحر الرائق:۲/۲۴۵۔

(۲) البحر الرائق:۲/۲۴۵۔

(۳) رد المحتار:۲/۶۹۔

(۴) رد المحتار:۲/۶۷۔

(۵) دیکھئے:الجامع لأحکام القرآن :۸/۱۶۷۔

(۶) دیکھئے:المغنی :۲/۳۸۲، البحر الرائق :۲/۲۴۹۔

۱۲) بہتر ہے کہ زکوٰۃ اتنی مقدار میں دی جائے کہ ضرورت پوری ہوجائے، مقروض ہوتو قرض ادا ہوجائے، مسافر ہوتو منزل تک پہنچ جائے، فقراء کو امام ابوحنیفہؒ کے یہاں بہتر ہے کہ ایک مقدار نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم دے، مقدار نصاب سے زیادہ دے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، لیکن ایسا کرنا ان کے نزدیک مکروہ ہے، (۱) کثیر العیال شخص کو مقدار نصاب سے زیادہ زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس کے زیر پرورش لوگوں میں تقسیم کیا جائے تو فی کس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہر ایک کے حصہ میں آتی ہوتو اس میں کوئی قباحت نہیں۔(۲)

۱۳) مردوں کی تجہیز و تکفین اور مسجدوں کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہیں کی جاسکتی، (۳) پلوں کی تعمیر، سڑکوں کی مرمت اور اس طرح کی دوسری چیزوں میں بھی زکوٰۃ صرف نہیں کی جاسکتی۔(۴)

۱۴) زکوٰۃ کی رقم کو قرض کے لین دین کے لیے محفوظ کرنا، یا کاروبار میں لگانا اور اس کا نفع فقراء پر تقسیم کرنا درست نہیں اور اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

---

(۱) رد المحتار:۳/۳۰۳۔
(۲) قرطبی:۸/۱۹۱۔
(۳) الهداية مع الفتح :۲/۲۰۷۔
(۴) مجمع الأنهر:۱/۲۲۲۔

۱۵) ایسے ضروری دینی اور قومی کام جن پر زکوٰۃ کی رقم صرف نہیں کی جاسکتی، اس کا اگر کسی فقیر کو مالک بنادیا جائے اور وہ زکوۃ کی وہ رقم ایسے کاموں پر صرف کرے تو کوئی حرج نہیں۔(۱)

بنو ہاشم سے مراد

سوال:- {1023} بنو ہاشم سے کون لوگ مراد ہیں؟ جن کے لئے زکوۃ لینا حرام ہے؟

(محمد وحیدالدین، چنچل گوڑہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کے چوتھے دادا عبد مناف ہیں، عبد مناف کے چار بیٹے تھے، ہاشم، مطلب، نوفل، عبد شمس، پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جن میں صرف عبد المطلب کی نسل باقی رہی، باقی کی منقطع ہوگئی، عبد المطلب کی بارہ اولاد تھیں، جن میں حضرت عباس ؓ اور حضرت حارث ؓ کی اولاد، نیز حضرت علی ؓ، حضرت جعفر ؓ اور حضرت عقیل ؓ سے ابوطالب کی اولاد پر زکوۃ حرام ہے، بنو ہاشم کی دوسری شاخوں پر زکوۃ حرام نہیں، (۲) عام طور پر جو یہ بات کہی جاتی ہے کہ بنو ہاشم پر زکوۃ حرام ہے، وہ ان ہی چند خاندانوں کو ملحوظ رکھ کر۔

سادات کو زکوۃ

سوال:- {1024} آپ نے لکھا ہے کہ زکوۃ بھائی، بہن اور بہنوئی وغیرہ کو دیا جاسکتا ہے، بلکہ ضرورت مند رشتہ داروں کو زکوۃ دینے میں زیادہ اجر ہے، تو اگر قریبی رشتہ دار

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد:۲/۱۶۔
(۲) دیکھئے: رد المحتار :۳/۲۹۹۔

سادات میں سے ہوں اور ضرورت مند ہوں، تو ان کو بھی زکوۃ دی جاسکتی ہے؟ (محمد آصف، گنگور)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے سادات کے لئے زکوۃ کی رقم کو منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے اس کے بدلے ان کے لئے مال غنیمت میں کچھ حصہ رکھا تھا، (۱) اس لئے سادات کا دوسری رقوم سے تعاون کرنا چاہئے، ہاں ! اگر یہ صورت ہو کہ شوہر سید ہو، بیوی سید نہ ہو، یا بیوی سادات میں سے ہو اور شوہر سید نہ ہو، تو جو سید نہ ہو اسے زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔ (۲)

قریبی رشتہ دار اور سید کو زکوۃ

سوال:- {1025} کیا زکوۃ کے مستحق قریبی رشتہ دار یعنی چچا، پھوپھا، ماموں، خالہ، بھائی، بہن اور سید ہو سکتے ہیں؟
(احمد، نظام آباد)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے بنو ہاشم یعنی سادات پر زکوۃ حرام قرار دیا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " إن الصدقة لا تحل لنا " (۳) اس لیے اکثر فقہاء کی رائے یہی ہے کہ سادات کے لیے زکوۃ جائز نہیں۔ (۴) کوشش کریں کہ عطیات کے ذریعہ سادات کی مدد کریں، یا بالواسطہ سادات کو زکوۃ پہنچائیں، مثلاً: شوہر و بیوی میں ایک سید ہوں دوسرے نہ ہوں تو جو سید نہ ہوں ان کو زکوۃ دے دیں۔

آپ نے جن رشتہ داروں کا ذکر کیا ہے، ان کو زکوۃ دی جاسکتی ہے، زکوۃ صرف شوہر

---

(۱) مجمع الزوائد، حدیث نمبر: ۴۴۹۴، باب الصدقة لرسول الله ﷺ و لآله و لمواليهم۔

(۲) " مصرف الزكوة : هو فقير و هو من له أدنى شيئ أى دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة و مسكين من لا شيي له على المذهب " (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۳/۲۸۳-۲۸۴) محشی۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۵۷۔

(۴) دیکھئے: البحر الرائق: ۲/۲۴۵۔

وبیوی ایک دوسرے کواوروالدین واولاد ایک دوسرے کونہیں دے سکتے، والدین کے آباءواجداد اوراولاد کی اولاد کا سلسلہ بھی اسی حکم میں ہے، باقی رشتہ داروں کو نہ صرف زکوۃ دی جاسکتی ہے، بلکہ وہ مستحق زکوۃ ہوں تو ان کوزکوۃ دینا زیادہ باعث اجر ہے، کیوں کہ اس میں صلہ رحمی کا پہلو بھی پایاجاتا ہے۔

سادات کے لئے زکوۃ کیوں حرام ہے؟

سوال:-{1026} جب تمام مسلمان برابر ہیں، تو سادات کے لئے زکوۃ کیوں حرام قراردی گئی ہے؟

(اسماعیل خان، یاقوت پورہ)

جواب:- آپ ﷺ کا مزاج تھا کہ جہاں قربانی کی نوبت ہوتی وہاں اپنے قرابت داروں کوآگے رکھتے، غزوۂ بدر کے موقع سے جب مکہ کے سورماؤں نے دعوتِ مبارزت دی تو آپ ﷺ نے اپنے قریب ترین عزیزوں حضرت حمزہ ؓ، حضرت علی ؓ اور حضرت عبیدہ ؓ کومقابلہ پر بھیجا،(۱) اور جہاں نفع کا موقع آتا وہاں آپ ﷺ ان حضرات کو پیچھے رکھتے، مثال کے طور پر جب ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس بہت سے غلام اور باندی آئے تو آپ ﷺ انہیں اہل مدینہ کے درمیان تقسیم فرمانے لگے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم ہوا تو انہوں بھی ایک خادم یا ایک خادمہ عطا فرمانے کی درخواست کی، اس موقع پر آپ ﷺ نے خادم دینے کے بجائے تسبیح (۳۳/بار سبحان اللہ، ۳۳/بار الحمد للہ، ۳۴/بار اللہ اکبر) پڑھنے کی تلقین فرمائی۔(۲)

---

(۱) "عن علي ؓ قال : تقدم عتبة و تبعه ابنه و أخوه فانتدب له شاب من الأنصار فقال : لا حاجة لنا فيكم إنما أردنا بني عمنا ، فقال رسول الله ﷺ : قم يا حمزة (ؓ) ، قم يا علي (ؓ)، قم يا عبيدة(ؓ) ألخ " فتح الباري شرح صحيح البخاري :۷/۲۷۸، باب قتل أبي جهل)محشی۔

(۲) صحيح البخاري ،حدیث نمبر:۶۳۱۸،باب التكبير و التسبيح عند المنام ۔محشی۔

سادات کے لئے زکوۃ کی ممانعت کا شاید ایک بنیادی سبب یہ بھی تھا کہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ نبوت اور شریعت کے سارے تانے بانے اسی لئے بنے گئے تھے کہ لوگوں سے پیسہ وصول کریں اور اپنے اہلِ خاندان پر خرچ کریں، چنانچہ آپ ﷺ نے زکوۃ کو نہ صرف اپنی حیات میں بلکہ ہمیشہ کے لئے سادات پر حرام کردیا۔ واللہ اعلم وعلمه أتم وأحكم ۔

سادات کو زکوۃ سے تنخواہ

سوال:- {1027} میں سادات گھرانے کا ہوں، میں نے آج تک زکوۃ نہیں لی مجھے جو پوچھنا ہے، وہ یہ کہ میرا لڑکا حافظ وقاری ہے، جو ایک مدرسہ میں خدمت انجام دیتا ہے، دینی مدارس کو لوگ زکوۃ کی رقم سے ہی مدرس کی ماہانہ تنخواہ دیتے ہیں، کیا وہ تنخواہ لینا جائز ہے؟ (س، م، ق، مستعد پورہ)

جواب:- سادات کے لئے براہ راست زکوۃ کی رقم لینا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی شخص کسی کو زکوۃ دیتا ہے، اور زکوۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے کسی سید کو بہ طورِ ہدیہ، یا بطور اجرت زکوۃ کی رقم میں سے دے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو ایک صاحب نے صدقہ کا گوشت دیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا، لیکن گوشت نہیں رکھا، جب آپ ﷺ نے گوشت کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگیں کہ: ''وہ صدقہ کا گوشت ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے لئے صدقہ ہے، اور جب تم مجھے دوگی تو ہدیہ ہوگا۔(۱)

(۱) صحيح البخاري، حدیث نمبر:۱۴۹۳۔

معلوم ہوا کہ بالواسطہ زکوۃ کی رقم سادات پر خرچ ہوسکتی ہے، آپ کے صاحب زادے مدرسہ میں ملازم ہیں اور مدرسہ سے اجرت حاصل کرتے ہیں، مدرسہ طلبہ کے وکیل کی حیثیت سے زکوۃ وصول کرتا ہے، اور یہ زکوۃ طلبہ کو بہ طور وظیفہ دی جاتی ہے، پھر طلبہ ذمہ دارانِ مدرسہ کو اپنی طرف سے اس بات کا وکیل بناتے ہیں کہ یہ رقم ان کی تعلیم اور ضروریات پر خرچ کی جائے، اسی رقم سے اساتذہ کو تنخواہ ادا کی جاتی ہے، گویا طلبہ زکوۃ حاصل کرتے ہیں، پس طلبہ کے حق میں تو یہ زکوۃ ہے اور اساتذہ کے حق میں اجرت، اس لئے سادات یا صاحب نصاب حضرات کے لئے بھی مدرسہ سے تنخواہ لینی جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔

ہمشیرہ سیدہ کو زکوۃ

سوال:- {1028}(الف) میں مبلغ سو روپے اپنی ہمشیرہ کو روانہ کرتا ہوں جو کہ بہت غریب اور قابلِ امداد ہے، اسے چار بچے ہیں اور شوہر صاحب کی آمدنی روزانہ آٹھ (۸) روپے ہے، جس میں سے وہ روزانہ بلا ناغہ پانچ یا چھ روپے کی پیتے ہیں، اور کبھی تین روپے خرچ کو دیتے ہیں، وہ بیچاری سلائی وغیرہ کر کے اپنے اور اپنے بچوں کا گزارا کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان کا نام سید شوکت علی ہے اور سید کو زکوۃ دینا منع ہے، لیکن اب تک ہمیں اس کا پتہ نہ چل سکا کہ یہ صاحب ہاشمی سید ہے یا ال عباس سے ہیں، دوسرے یہ کہ ان کے افعال کو دیکھ کر اور اپنے ہمشیر کی غربت کو دیکھ کر میں زکوۃ کی رقم میں سے مبلغ سو روپے روانہ کرتا ہوں، کیا میرا یہ عمل درست ہے، اور زکوۃ ادا ہو رہی ہے یا نہیں؟ یا گناہگار ہو رہا ہوں؟

(ب) میرے چچا صاحب بھی خط غربت میں ہی ہیں، میرے چچا بھی ہیں خسر بھی، انہیں بھی زکوۃ کی رقم میں سے مبلغ پچاس روپے روانہ کرتا ہوں، اگر ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ زکوۃ کے پیسوں میں سے روانہ کر رہا ہوں، تو انہیں برا لگتا ہے، کہتے ہیں کہ: زکوۃ کا نام نہ لو، دینا ہے تو ویسے ہی دو، یعنی زکوۃ کا نام لئے بغیر، تو کیا ایسا دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

(ایم، ایس۔ سردار میاں، رام گنڈم)

جواب:- (الف) سید کو زکوۃ دینی درست نہیں، (۱) مگر ہمشیرہ کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔ (۲) اگر آپ سید نہیں ہیں تو بہنوئی کے بجائے اپنی بہن کو زکوۃ کی رقم دیجئے، اور اگر دونوں ہی سید ہوں تو موجودہ زمانہ میں ایسے حیلہ کی گنجائش ہے کہ آپ کسی محتاج کو دیدیں، وہ کچھ رقم لے کر آپ کو مالک بنادے اب پھر آپ یہ رقم اپنی بہن کو دیدیں، یا آپ اسے سمجھا کر یہ رقم دیں کہ میری بہن سیدہ ہے اس لئے زکوۃ نہیں لے سکتی، اس لئے میں تم کو دے رہا ہوں، تم اس میں سے میری ہمشیرہ کو دیدو۔

(ب) چچا یا خسر کو بھی زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، اور زکوۃ کی ادائیگی کے لئے ضروری نہیں کہ ان پر یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ رقم زکوۃ کی ہے، بلکہ اذیت سے بچانے کے لئے بہتر ہے کہ اس کا اظہار کئے بغیر زکوۃ دے دی جائے۔ (۳)

---

(۱) "ولایدفع إلی بنی هاشم" (الفتاوی الهندية:۱/۱۸۹)

(۲) "الأفضل في الزكوة ... الصرف أولا إلى الإخوة والأخوات ثم إلى أولادهم، ثم إلى الأعمام والعمات" (الفتاوی الهندية:۱/۱۹۰)

(۳) "ومن أعطى مسكينا دراهم وسماها هبة ونوى الزكوة فإنها يجزيه" (الفتاوی الهندية:۱/۱۷۱)

اگر شوہر شیخ ہو اور بیوی سیدہ ہو؟

سوال:- {1029} ایک شخص شیخ ہے اور اس کی بیوی سیدہ ہے، تو کیا اس شیخ کو زکوۃ اور صدقۃ الفطر دے سکتے ہیں؟ اگر دئے تو ظاہر ہے کہ اس کی بیوی بچے اس میں سے ضرور کھائیں گے۔ (جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- ایسے شخص کو زکوۃ دی جاسکتی ہے، جو خود سید نہ ہو، لیکن اس کی بیوی سیدہ ہو، اسی طرح بیوی سیدہ نہ ہو، اور شوہر سید ہو، اور مستحق ہو تو بیوی کو زکوۃ دی جاسکتی ہے، (۱) بلکہ فی زمانہ ایسا کرنا بہتر ہے، تاکہ ضرورت مند سادات کی اعانت ہوسکے۔

سادات کے لئے زکوۃ کی حرمت اس وقت ہے جب ان کو براہ راست زکوۃ دی جائے، اگر بالواسطہ ان تک زکوۃ کی رقم پہونچے تو اس کی ممانعت نہیں:

"رسول اللہ ﷺ کی ایک خادمہ حضرت بریرہ ؓ تھیں، ان کے پاس گوشت پک رہا تھا، پھر انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا پیش کیا، تو اس میں گوشت موجود نہیں تھا، آپ ﷺ نے وجہ دریافت کی تو عرض گزار ہوئیں کہ گوشت صدقہ کا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے صدقہ ہے، اور میرے لئے ہدیہ" (۲)

---

(۱) " مصرف الزكوة : هو فقير و هو من له أدنى شيئ أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة و مسكين من لا شيئ له على المذهب " (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۳/۲۸۳-۲۸۴) محشی۔

(۲) صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۸۴۹۳۔ محشی۔

معلوم ہوا کہ اگر زکوۃ یا کوئی صدقۂ واجبہ غیر سید کے واسطہ سے بہ طور ہدیہ، یا نفقہ سید تک پہونچ جائے، تو اس کی ممانعت نہیں۔

سید کی بیوی کو زکوۃ

سوال:- {1030} میری بہن حنفی شیخ ہے، جن کا عقد ایک سید گھرانے میں ہوا تھا، کسی سبب شوہر نے طلاق دے دی ہے، تو کیا میں ان کو یا ان کی اولاد کو زکوۃ کی رقم دے سکتا ہوں؟ (محمد احمد، ناندیڑ)

جواب:- چونکہ ان کی اولاد بھی سادات ہیں، اس لئے ان کو زکوۃ دینی جائز نہیں، (۱) البتہ آپ اپنی بہن کو زکوۃ دے سکتے ہیں۔ (۲)

نابالغ اور بالغ کو زکوۃ کی ادئیگی

سوال:- {1031} (الف) نابالغ لڑکا ہو یا لڑکی، کیا اس کے نام پر زکوۃ دے سکتے ہیں؟

(ب) کیا نابالغ کے زکوۃ وصول کرنے سے زکوۃ ادا ہوجاتی ہے؟ (سید حفیظ الرحمٰن، پھولانگ)

جواب:- (الف) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نابالغ کے مال میں زکوۃ واجب نہیں

---

(۱) "لا (يصرف) إلى بني هاشم (الدر المختار) تصرف الزكوة إلى أولاد كل إذا كانوا مسلمين فقراء إلا أولاد عباس و حارث و أولاد أبي طالب من علي و جعفر و عقيل" (رد المحتار: ۳/۲۹۹) محشی۔

(۲) "الأفضل في الزكوة ... الصرف أولا إلى الأخوة و الأخوات ثم إلى أولادهم ثم إلى الاعمام و العمات" (الفتاوى الهندية: ۱/۱۹۰) محشی۔

ہوتی، اس لیے اس کے مال میں سے زکوۃ ادا کرنا درست نہیں، البتہ اگر ولی اپنے مال میں سے اس کی طرف سے احتیاطاً زکوۃ ادا کردے، تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ بعض فقہاء کے نزدیک نابالغ کے مال میں بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

(ب) ایسا نابالغ جس کے والدین زکوۃ کے مستحق ہوں اور اس میں اتنا شعور ہو کہ وہ کسی شئے کو اپنے قبضہ میں لے سکے، تو اسے زکوۃ دینا اور اس کا زکوۃ وصول کرنا درست ہے اور اس سے زکوۃ ادا ہو جائے گی:

"ولوقبض الصغير وهو مراهق جاز "(۱)

مطلقہ بہن کو زکوۃ

سوال:- {1032} ایک مطلقہ بہن اپنی دو لڑکیوں سمیت جو کہ کمسن ہیں، بھائی کے پاس ہے اور بھائی دونوں بچیوں کی تعلیم سے لے کر ہر چھوٹی بڑی خوشی کا خیال رکھتا ہے، اگر بھائی پر زکوۃ لازم ہو تو کیا وہ اس بہن کو دے سکتا ہے؟

(محمد حسین، مہدی پٹنم)

جواب:- مطلقہ بیوہ اور ان کی بچیوں کی کفالت و پرورش نہایت ہی مستحسن اور مبارک عمل ہے، اگر بہن نصاب زکوۃ کی مالک نہیں ہیں، تو بھائی اسے زکوۃ کی رقم دے سکتا ہے، بلکہ اس کو زکوۃ دینے میں دوہرا اجر ہے، زکوۃ ادا کرنے کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔(۲)

(۱) الفتاوى الهندية:۱/۱۹۰۔

(۲) " و لا إلى من بينهما ولاد (الدر المختار) و قيد بالولاد لجواز بقية الأقارب كالأخوة و الاعمام و الأخوات الفقراء، بل هم أولىٰ : لأنه صلة و صدقة " (رد المحتار:۳/۲۹۳) محشی۔

سفر حج کے لئے سوال اور ایسے شخص کو زکوۃ دینا

سوال:- {1033}اخبار میں ایک صاحب کا اشتہار چھپا ہے کہ ''میری دیرینہ آرزو ہے کہ میں اور میری اہلیہ آئندہ سال حج کے لئے جائیں، میری مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ حج کے اخراجات برداشت کرسکوں، اس لئے مسلمان بھائیوں سے میری استدعا ہے کہ اس فریضہ کی تکمیل کے لئے مالی اعانت کریں'' اب سوال یہ ہے کہ کیا کسی شخص کے لئے سفر حج کے لئے اس طرح پیسہ طلب کرنا درست ہے؟ اور کیا ایسے شخص کو زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟　　(محمد اقبال عالم صدیقی، بیدر)

جواب:- اگر کبھی ان پر حج فرض نہ رہا ہو، تو ظاہر ہے کہ یہ حج نفل ہے، اور حج نفل کے لئے لوگوں سے سوال کرنا درست نہیں، کیونکہ شدید ضرورت کے بغیر دستِ سوال دراز کرنا مکروہ ہے، (۱) اور محض کسی مستحب کو حاصل کرنے کے لئے مکروہ کا ارتکاب صحیح نہیں، البتہ اگر اس پر کبھی حج فرض تھا، اور اس زمانہ میں اس نے ادا نہیں کیا اور اس طرح وہ فریضۂ حج اس کے ذمہ باقی رہ گیا، اب حج کی استطاعت سے محروم ہو چکا ہے، تو اس فریضہ کی ادائیگی اور گناہ سے بچنے کے لئے سوال کرنے کی گنجائش ہے، (۲) کیونکہ حج اس کے حق میں فرض ہے نہ کہ محض مستحب۔

جہاں تک زکوۃ کی بات ہے تو حج فرض کے لئے سفرِ حج کے بقدر زکوۃ اسے دی جاسکتی ہے، اگر حج نفل کر رہا ہو اور صاحب نصاب نہ ہو اور ایک ساتھ سفر حج کے بقدر رقم دے دی جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی، کیونکہ جس وقت زکوۃ دی گئی اس وقت وہ صاحب نصاب نہیں تھا، اور اگر

---

(۱) " و غني يحرم به السوال ... و حرم عليه أخذ الصدقة " (بدائع الصنائع : ۲/۱۵۸) احیاء العلوم: ۴/۲۲۳۔ محشی۔

(۲) " فإن الحج في سبيل الله " (سنن أبي داؤد ، حدیث نمبر: ۱۹۸۶)۔ محشی۔

کچھ رقم پہلے دے دی اور کچھ بعد میں، اور پہلے اتنی رقم اسے پہنچ گئی، جس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکے، تو اب وہ صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے مستحق زکوۃ باقی نہیں رہا، لہذا اس کے بعد زکوۃ کے طور پر جو رقم اسے دی گئی ہو، اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، کیونکہ رقم دیے جانے کے وقت وہ زکوۃ لینے کا اہل نہیں تھا۔

خاندان ہی میں زکوۃ وفطرہ کی تقسیم

سوال:- {1034} زکوۃ وصدقۃ الفطر کی رقم پر ایک خاندان وقبیلہ کے لوگ ایک کمیٹی قائم کرتے ہوئے اپنے ہی خاندان اور قبیلے کے غریب افراد کی بہتر معیشت کے لئے اور لڑکیوں کی شادی وتعلیم پر خرچ کے لئے نظام قائم کریں، تو کیا مناسب اور جائز عمل ہوگا؟ (نادر المسدوی، مغلپورہ)

جواب:- اپنے قرابت داروں کو زکوۃ دینا باعث اجر ہے، کیونکہ اس صورت میں زکوۃ بھی ادا ہوتی ہے، اور صلہ رحمی کا حق بھی، لیکن یہ مناسب نہیں کہ زکوۃ کو صرف اپنے خاندان ہی میں محدود کرلیا جائے، بعض اوقات دوسرے خاندانوں میں زیادہ مستحق اور ضرورت مند لوگ ہوتے ہیں، ان کو نظر انداز کردینا مناسب نہیں، اور اسلامی اخوت کے منافی ہے، رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی اور بعد کے ادوار میں بھی مختلف علاقوں سے زکوۃ کی رقم مدینہ منورہ آیا کرتی تھی، (۱) اگر اپنے ہی خاندان میں زکوۃ صرف کی جاتی تو دوسرے علاقے کے مسلمانوں کی اعانت کیسے ہوپاتی؟ اس لئے اس مسئلہ میں بہت غلو بھی مناسب نہیں۔

زکوۃ کے پیسے کو تعمیری کاموں میں لگانا

سوال:- {1035} مدرسہ میں ایک کشادہ ہال کی

---

(۱) سنن الدرقطني :۱/۸۶۔ محشی۔

نہایت ہی شدید ضرورت ہے ایک بہی خواہ مدرسہ نے ایک صاحب خیر کے سامنے تذکرہ کیا تو فرمانے لگے کہ زکوۃ کی رقم ہے اس سے تعمیری کام کا آغاز فرمائیں سوال یہ ہے کہ زکوۃ کی رقم تعمیری کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں اگر کسی طرح کر سکتے ہیں تو وضاحت کے ساتھ تفصیل سے لکھیں؟

(فیاض عالم)

جواب:- زکوۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک ضروری ہے تعمیر میں تملیک نہیں پائی جاتی اس لئے زکوۃ کے پیسے کو تعمیری کاموں میں لگانا درست نہیں ہے، (۱) اگر مجبوری ہوتو یوں کیا جا سکتا ہے کہ کسی محتاج کو جو زکوۃ کا حقدار ہو اس رقم کا مالک بنادیا جائے اور وہ مدرسہ کو یہ رقم ہبہ کردے اب تعمیری مد میں یہ رقم صرف کی جا سکتی ہے۔

"وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المساجد "(۲)

بہو کو زکوۃ

سوال:- {1036} کیا زکوۃ کا پیسہ بہو یعنی اپنے فرزند کی بیوی کو دیا جا سکتا ہے؟ (شیخ جمال، منگل ہارٹ)

جواب:- دو قسم کے رشتہ داروں کو زکوۃ نہیں دی جا سکتی، ایک وہ کہ جن سے رشتہ وَلاد قائم ہے، رشتۂ وَلاد سے مراد والدین، اور اولاد کا رشتہ ہے، یعنی اپنے والدین اور ان کے آبائی

(۱) "ولايجوز ان يبني بالزكوة المسجد وكذالقناطر والسقايات وكل مالاتمليك فيه" (الفتاوى الهندية :۱۸۸/۲)

(۲) طحطاوي على العراقي :ص:۲۹۳۔

سلسلہ دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی ، اسی طرح اولاد اور اولاد کے سلسلۂ اولاد، یعنی: پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں اوران کی اولاد کی اولاد وغیرہ کو بھی زکوۃ دینا درست نہیں۔

دوسرے ازدواجی رشتہ بھی زکوۃ میں مانع ہے، یعنی بیوی شوہر کو یا شوہر بیوی کو، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زکوۃ نہیں دے سکتی۔ " الدر المختار " میں ہے: " ولا إلى من بينهما ولاد... أو بينهما زوجية "(۱)

ان کے علاوہ دوسرے اقرباء کو زکوۃ دی جاسکتی ہے، ان میں بہو بھی داخل ہے، علامہ شامیؒ فتاوی تاتارخانیہ سے نقل کرتے ہیں کہ سوتیلی ماں، بہو، اور داماد کو زکوۃ دینا درست ہے: " و يجوز دفعها لزوجة أبيه ، وابنه و زوج ابنته "(۲)

غیر مسلموں کو صدقہ وزکوۃ

سوال:- {1037} کیا غیر مسلموں کو صدقہ زکوۃ وغیرہ دیا جاسکتا ہے؟ (نظام الدین، دربھنگہ)

جواب:- زکوۃ تو صرف مسلمانوں ہی کو دینا درست ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زکوۃ مسلمانوں کے مالداروں سے لی جائے اور انہیں کے فقراء پر تقسیم کردی جائے " تؤخذ من أغنياء هم وتؤتى فى فقراء هم "(۳) البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صدقۃ الفطر کے بشمول صدقاتِ واجبہ غیر مسلموں کو بھی دینے کی گنجائش ہے،(۴) صدقات نافلہ کا غیر مسلموں کو دینا تمام ہی فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔(۵)

---

(۱) الدر المختار على هامش رد:۳/۲۹۴۔
(۲) رد المحتار :۳/۲۹۳۔
(۳) صحيح البخاري، حدیث نمبر:۱۴۹۶، صحيح مسلم، حدیث نمبر:۱۹۔محشی۔
(۴) بدائع الصنائع :۲/۱۹۹۔
(۵) بدائع الصنائع :۲/۲۰۷، رد المحتار:۳/۳۲۵۔محشی۔

قادیانی کو زکوٰۃ

سوال:- {1038} میرا ایک دوست قادیانی تھا اللہ تعالیٰ نے اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائی، لیکن اس کے اکثر رشتہ دار قادیانی ہیں، کیا وہ اپنے رشتہ دار کو جو قادیانی ہیں، اپنی زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ (عبدالواحد، کریم نگر)

جواب:- قادیانی نہ صرف کافر بلکہ مرتد و زندیق بھی ہیں، زکوٰۃ صرف مسلمان ہی کو دی جاسکتی ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ کو نصیحت فرمائی تھی، کہ زکوٰۃ مسلمانوں سے لی جائے اور مسلمانوں پر ہی خرچ کی جائے، (۱) اس لئے غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، جب عام غیر مسلموں کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی تو قادیانیوں کو بدرجہ اولیٰ نہیں دی جاسکتی۔

زکوۃ وصدقات سے دعوت عام وخاص

سوال:- {1039} ایک انجمن کے تحت دینی مدرسہ چل رہا ہے، جس کے تحت ہر سال اجتماعی شادیوں کا اہتمام ہوا کرتا ہے، ان شادیوں میں ذی اثر لوگوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے، دعوت میں خاص و عام دونوں طرح کے لوگوں کا انتظام رہتا ہے، حیدرآباد سے نعت خواں حضرات کو بلا کر محفل نعت کا پروگرام بھی ہوتا ہے، یہ تمام اخراجات چرم قربانی، زکوۃ اور چندوں سے کئے جاتے ہیں، باہر کے لوگوں سے کافی رقم زکوۃ اور عطیات کے ذریعہ وصول کی جاتی ہے، کیا یہ رقم ان کاموں

---

(۱) صحيح البخاري ،حدیث نمبر:۱۳۹۵،کتاب الزکوۃ ۔ محشی ۔

میں خرچ کی جاسکتی ہے؟ (محمد عبد الرشید، ہنمکنڈہ)

جو اب:- غریب لڑکیوں کی شادیاں کرنا بہت اچھی بات ہے، لیکن ان کی غربت کی تشہیر اور اس کا اظہار و اعلان نامناسب ہے، اس سے شریف وخود دار لوگ ان مواقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے، زکوۃ، قربانی اور صدقات واجبہ کے مصارف متعین ہیں، یہ ایسے ہی غریب لوگوں پر خرچ کیے جاسکتے ہیں جو خود نصاب زکوۃ کے بقدر مال، یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی، یا اس کی قیمت کی کسی اور چیز کے مالک نہ ہوں، (۱) دوسرے لوگوں کو کھلانا، یا کسی اور طرح ان پر خرچ کرنا جائز نہیں، (۲) عطیات کی رقم میں سے بھی اگر عطیہ دینے والے نے خود اجازت دی ہو کہ اس کی رقم میں سے کھانے پینے پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے، تب ہی اس مد میں رقم خرچ کرنا درست ہوگا، ورنہ واقف کے منشا کے خلاف ہونے کی وجہ سے ذمہ دار حضرات گنہگار ہوں گے، (۳) اس لئے اس میں احتیاط کی ضرورت ہے، ہاں! اس میں کچھ حرج نہیں کہ کچھ لوگ مل کر اس موقعہ سے اپنی طرف سے کھانے کا انتظام کردیں۔

گجرات ریلیف فنڈ اور زکوۃ

سو ال:- {1040} (الف) کیا زکوۃ کی رقم گجرات ریلیف فنڈ میں دی جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

---

(۱) "مصرف الزكوة : هو فقير و هو من له أدنى شيئ أى دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة و مسكين من لا شيي له على المذهب" (الدر المختار على هامش رد المحتار :۳/۲۸۳-۲۸۴) محشی۔

(۲) "لا (يصرف) إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية" (الدر المختار على هامش رد المحتار :۳/۲۹۵-۲۹۶) محشی۔

(۳) "سئل في وقف له ناظر و متول هل لأحدهم التصرف بلا علم الآخر أجاب لا يجوز، و القيم و المتولى و الناظر في كلامهم بمعنى واحد" (رد المحتار :۲/۲۸۳) محشی۔

(ب) ادائیگی زکوۃ کی ایک اہم شرط ''تملیک'' ہے اور قرآن میں صدقۂ واجبہ ادا کرنے کو ''ایتاء'' اور ''اتوا'' کے الفاظ کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس کے مفہوم میں تملیک شامل ہے، دریں صورت کیا روز نامہ منصف، سیاست یا ادارہ اکنامک فورم کے توسط سے رقم زکوۃ ارسال کیا جائے تو ''تملیک'' کی اس ضروری شرط کی تکمیل ہو پائے گی؟

(ج) کیا مذکورہ ادارہ ''عاملین علیھا'' کی تعریف میں آسکتے ہیں؟ جب کہ یہ ادارے ''تحصیل و تصرف زکوۃ'' ہی کے لئے قائم نہیں کئے گئے؟

(ڈاکٹر محمد عبدالرشید ایڈوکیٹ، مغلپورہ)

جواب:- (الف) متأثرین فسادات میں جن لوگوں کی ملکیت اور اختیار میں نصابِ زکوۃ کے بہ قدر مال بھی باقی نہیں رہا ہو، انہیں زکوۃ دی جاسکتی ہے، اگر شوہر اتنی مقدار کا مالک ہے، لیکن بیوی نہیں، یا اس کے بالغ لڑکے اور لڑکیوں کے پاس اتنا مال موجود نہیں، تو بیوی اور ان بچوں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے، یہ ''فقراء'' اور ''مساکین'' میں داخل ہیں، جو زکوۃ کے اولین مصرف ہیں۔(۱)

(ب) زکوۃ کے مال کے مستحق شخص کو روپیہ یا کسی اور سامان کی صورت میں مالک بنانا ضروری ہے، یہ نہ صرف احناف، بلکہ تمام ہی فقہاء کی رائے ہے۔(۲) اس لئے اگر فساد کے

---

(۱) "مصرف الزکوة : هو فقير و هو من له أدنى شيئ أى دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة و مسكين من لا شيئ له على المذهب " (الدر المختار على هامش رد المحتار :۲۸۳/۳-۲۸۴) محشی۔

(۲) بدائع الصنائع :۱۴۲/۲۔ محشی۔

مستحق زکوۃ متأثرین کو روپیہ، اجناس، ظروف، کپڑے وغیرہ دئے جائیں، یا تعمیری اشیاء فراہم کردی جائے، یا مکان بنا کر اس کا مالک بنادیا جائے، تو یہ صورت بھی تملیک ہی کی ہے، اگر کسی خاص شخص کو مالک نہ بنایا جائے، جیسے مدرسہ، اسکول، مسجد تعمیر کردیجائے، تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، (۱) بہرحال اس بات کی تحقیق کے بعد ہی زکوۃ دینی چاہئے کہ شرعاً جو مصرف زکوۃ ہے، اس کو مالک بنایا جارہا ہے۔

(ج) اسلامی حکومت جس عملہ کو زکوۃ کی وصول اور اس کے حساب وکتاب پر رکھتی ہے، وہ "عاملین" ہیں، بہ طور خود جو ادارے زکوۃ وصول کرتے ہیں، وہ "عاملین" کے حکم میں نہیں ہیں۔(۲)

زکوۃ اور صدقات واجبہ سے تنخواہ

سوال:- {1041} مکرمی! اسلام مسنون! گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ کا جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

عام مدارس میں جو زکوۃ وصدقات اور قربانی کی رقمیں دی جاتی ہیں اس کو ارباب انتظام اگر غیر مصرف پر یعنی طلباء کے علاوہ تعمیرات، مدرسین کی تنخواہوں پر خرچ کریں تو اس کی اجازت ہے یا نہیں، عدم جواز کے باوجود مدرسین وملازمین کو علم کے باوجود ان مدات کی رقمیں لینا کیسا ہے؟

(مولانا مصلح الدین، ملک پیٹ)

---

(۱) "لا يصرف إلى بناء نحو مسجد و لا إلى كفن ميت و قضاء دين" (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲۹۱/۳) محشی۔

(۲) "أما العاملون عليها: فهم الذين نصبهم الإمام لجباية الصدقات" (بدائع الصنائع: ۱۵۱/۲) محشی۔

جواب:- مجبوری اور ضرورت کے بغیر زکوۃ ایسے مصارف میں استعمال کرنا، جن میں مالک بنانے کی صورت نہ ہوتی ہو، جائز نہیں، ہاں! اگر اور آمدنی نہ ہو اور قوم کا تعمیرات اور تنخواہوں پر خرچ کرنا ضروری ہو جائے، تو تملیک کا حیلہ کر کے خرچ کرے، یعنی کسی زکوۃ کے مستحق کو مالک بنا دے جو مدرسہ کو عطیہ دے دے، اور پھر یہ رقم مذکورہ مدات میں خرچ کی جائے، کتب فقہ میں اس کی نظیریں موجود ہیں، شامی میں ہے:

"حيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما و كذا في تعمير المسجد" (۱)

اگر حیلہ تملیک کے بعد مدرسین کی تنخواہ میں رقم دی گئی تب تو جائز ہے، اگر بغیر حیلہ تملیک کے دی جائے اور مدرسین کو ان نوٹوں کے بارے میں معلوم ہو کہ یہی رقم مدرسہ کو بطور زکوۃ وصول ہوئی تھی، تو لینا درست نہیں، اور اگر خاص انہیں نوٹوں کا بطور زکوۃ ملنا معلوم نہیں تو جائز ہے، کتب فقہ میں نظیریں موجود ہیں:

"قال الفقيه أبو الليث اختلف الناس في أخذ الجائزة من السلطان، قال بعضهم: يجوز مالم يعلم أنه يعطيه من حرام، قال محمد: وبه نأخذ، مالم يعرف شيئا حراما بعينه وهو قول أبي حنيفة" (۲)

اوپر تحریر ہے کہ:

"فقيل له لو أن فقيرا يأخذ جائزة السلطان مع

---

(۱)　رد المحتار: ۲/۱۶۔

(۲)　الفتاوی الهندية: ۴/۱۰۵۔

علمه يأخذ عطاء ، أيحل له؟قال : إن خلط بذلك دراهم آخر ، فإنه لا بأس به ، وإن دفع عين الغصب من غير خلط لم يجز"(۱)

شوہر و بیوی ایک دوسرے کو زکوۃ دیں؟

سوال:- {1042} کیا شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو زکوۃ دے سکتی ہے؟ (حشمت آراء قدیر، کریم نگر)

جواب:- کچھ اقرباء وہ ہیں جن کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی ، ماں ، باپ ، دادا ، دادی ، نانا ، نانی ، اولاد ، بیٹے ، بیٹیاں اور ان کے سلسلہ اولاد کو زکوۃ دینا درست نہیں ، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو زکوۃ نہیں دے سکتی ، (۲) کیونکہ ان کے مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں ، اور اگر ان رشتہ داروں کو بھی زکوۃ کی ادائیگی درست ہوتو اندیشہ ہے کہ شریعت نے ان حضرات کی کفالت کی جو ذمہ داری عائد کی ہے ، لوگ اسے پورا کرنے کی بجائے اسی میں اپنی زکوۃ ادا کرلیں گے ، اور غرباء اپنے حق سے محروم رہ جائیں گے ، باقی دوسرے رشتہ داروں : بھائی ، بہن ، بہنوئی ، سالا ، خسر ، خوش دامن وغیرہ کو زکوۃ دی جاسکتی ہے ، بلکہ ضرورت مند رشتہ داروں کو زکوۃ ادا کرنے میں زیادہ اجر ہے ، کیونکہ اس سے زکوۃ بھی ادا ہوگی اور صلہ رحمی کا حق بھی ادا ہوگا ۔

حیلۂ تملیک

سوال:- {1043} سادات کو زکاۃ سے تنخواہ کے تحت آپ نے مسئلۂ تملیک کی وضاحت فرمائی ہے ، اس ضمن میں

---

(۱) الفتاوی الهندية :۴/۱۰۵ ۔

(۲) "لا يدفع إلى امرأته للاشتراك في المنافع و لا تدفع المرأة إلى زوجها عند أبي حنيفة" (الفتاوى الهندية :۱/۱۸۹)محشی ۔

ایک وضاحت کی جناب سے خواہش کی جاتی ہے، ایک دینی اقامتی مدرسہ کے مہتمم صاحب کی خدمت میں ایک شخص دو فربہ بکرے لایا اور صدقہ کے مد میں استعمال کی خواہش کی، مولانا موصوف نے اسے رخصت کر کے مدرسہ کے ایک طالب علم کو بلایا اور دور سے بکروں کو دکھا کر کہا انہیں تم لے لو، اس نے جواب دیا کہ میں نے لے لیا، فوراً ہی دوسرا حکم صادر کیا کہ اب مدرسہ کو ہدیۃً دے دو، وہیں کھڑے کھڑے اس نے کہہ دیا کہ میں نے دے دیئے، ان بکروں کا قورمہ شام کے کھانے کے دسترخوان کی زینت بنا، پہلے سارے اساتذہ نے جی بھر کر کھایا، ساتھ میں کچھ اور مقامی احباب بھی شامل کر لئے گئے، اس ناچیز کو بھی مدعو کیا گیا، لیکن مدرسہ کے کھانے میں شرکت کے لئے میں اپنے آپ کو آمادہ نہ کر سکا، اساتذہ میں چار ایسے افراد ہیں، جو صاحبِ نصاب اور املاک و جائداد کے مالک ہیں، اور متمول طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، ان حضرات کے فارغ ہونے کے بعد سالن مدرسہ کے بچوں کو بلاتخصیص کھلایا گیا، اس طرح کی تملیک شرعی اعتبار سے کیا حیثیت رکھتی ہے؟ اور ایسا کھانا سادات اور صاحبِ نصاب حضرات کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ (سید نسیم الدین)

جواب:- جو صورت آپ نے لکھی ہے یہ حیلۂ تملیک ہے، حیلہ کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر آدمی کسی مشکل میں پھنس جائے، تو اتفاقی طور پر حرام سے بچنے کے لئے حیلہ اختیار کر لے، حیلہ کا مقصد کسی فرض کو ساقط کرنا یا نعوذ باللہ کسی حرام کام کو حلال کرنا نہ ہونا چاہئے، اور نہ یہ درست ہے کہ حیلہ اتفاقی تدبیر ہونے کے بجائے مستقل معمول بن جائے، دینی مدارس

میں جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے، اصل میں ان سب کا مقصود طلبہ ہی کی خدمت ہے، چاہے اساتذہ و عملہ کی تنخواہ ہو، یا برقی و آب کا نظام ہو، ان سب کا نفع طلبہ ہی کی طرف لوٹتا ہے، اس صورت میں حیلۂ تملیک کو مستقل معمول بنالینا مناسب نظر نہیں آتا، اس کے بجائے طلبہ کے لئے وظیفہ متعین کرلینا چاہئے اور اس وظیفہ سے طلبہ سے تعلیمی چیز، فیس طعام، کرایہ مکان، برقی و آب وغیرہ کے اخراجات لینا چاہئے، یہ صورت حیلہ کی نہیں ہوگی، بلکہ حقیقت پر مبنی ہوگی، اور مدارس کو اپنی مختلف ضروریات میں ان رقوم کو خرچ کرنے میں زیادہ وسیع مواقع حاصل ہوسکیں گے، چنانچہ اسلامی فقہ اکیڈمی نے اپنے تیسرے سمینار منعقدہ بنگلور میں اس سلسلہ میں ایک مفید اور جامع تجویز بھی منظور کی ہے، دینی مدارس اور ان کے ذمہ داران اگر اس جانب توجہ دیں تو بہت مناسب بات ہوگی۔

آپ نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے اس صورت میں ممکن ہے کہ فقہی اعتبار سے بکری کی تملیک تحقق ہوجائے، لیکن یہ مشکوک ضرور ہے، اور قباحت سے خالی نہیں، کیونکہ عام طور پر یہ مدرسے کے ذمہ دار اور اساتذہ وطلبہ کے درمیان معروف بات ہوتی ہے کہ اس سامان کو مدرسہ کو واپس دے ہی دینا ہے، جس طالب علم کو اس کا مالک بنایا جاتا ہے، وہ اس میں حسب خواہش تصرف کا تصور بھی نہیں کرسکتا، اس لئے اگر صدقۂ واجبہ کا بکرا آئے، تو مناسب طریقہ یہ ہے کہ مدرسہ میں جو عطیہ کی رقم ہو اس رقم سے اس بکرے کا کچھ گوشت خرید لیا جائے، اور وہ رقم زکوۃ کی مد میں داخل کردی جائے، نیز یہ خریدا ہوا گوشت اتنی مقدار میں ہونا چاہئے کہ یقینی طور پر غیر مستحقین کے لئے کافی ہوجائے، یہ حکم نذر کے بکرے یا کسی صدقۂ واجبہ کے بارے میں ہے، اگر کوئی شخص یوں ہی مدرسہ میں بکرا دے، یا بیماری سے شفاء، سفر کی باعافیت تکمیل، یا کسی اور خوشی کے موقع پر بطور شکرانہ بکرا بھیج دے، تو یہ صدقۂ نافلہ ہے، اس میں سے سادات اور صاحب استطاعت حضرات بھی کھا سکتے ہیں، اس لئے ایسی صورت میں عطیہ کی رقم سے گوشت خریدنے کی ضرورت نہیں۔

اس کے ساتھ ایک اور وضاحت بھی ضروری ہے کہ وقف کی اشیاء کے استعمال میں وقف کرنے والے کی منشا کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اگر کسی شخص نے مدرسہ کے غریب اور مستحق طلبہ کے لئے یا تمام طلبہ کے لئے بکرا دیا ہو، تو پہلی صورت میں اساتذہ و مستطیع طلبہ کا اور دوسری صورت میں اساتذہ کا اس گوشت میں سے کھانا درست نہیں، نہ مہمانوں کو کھلانا درست ہے، اگر مطلقاً مدرسہ کے لئے دیا ہو، تو اساتذہ و منتظمین اور مدرسہ کے مہمان بھی شریک ہو سکتے ہیں، البتہ اس کے لئے خاص طور پر مہمانوں کو مدعو کرنا درست نہیں، کیونکہ اس سے واقف کا اصل منشا اساتذہ و طلبہ کھائیں، معلوم ہوتا ہے، ہاں! اگر مدرسہ میں کوئی جلسہ یا تقریب ہو جس میں مہمان اور مخلصین مدعو کیے گئے ہوں، اور اسی بنیاد پر کسی صاحب خیر سے اعانت کی خواہش کی گئی ہو، تو اس میں مہمانوں کو کھلایا جا سکتا ہے، چونکہ اب مہمانوں کو کھلانا عطیہ دینے والے کے منشا کے عین مطابق ہے، بکرا یا اس طرح کا کوئی سامان دینے والے نے جن لوگوں کے لئے سامان دیا ہے، اگر ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی مدرسہ کی مصلحت کی وجہ سے شریک کرنا پڑے، تو ایسا کیا جا سکتا ہے کہ ان حضرات کے لئے باہر سے مزید گوشت خرید کر اس بکرے کے گوشت میں شامل کر دیا جائے، تاکہ وقف کرنے والے کا منشا بھی پورا ہو، اور مدرسہ کی مصلحت کی رعایت بھی ہو جائے، بہر حال واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ذمہ داران مدارس کو احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔

زکوۃ اور چرم قربانی کے چند مسائل

سوال:- {1044} (الف) بعض علماء زکوۃ، چرم قربانی وغیرہ کے پیسہ کو فی سبیل اللہ کے مد میں رکھ کر مسجد و مدرسہ وغیرہ میں لگانے کو جائز سمجھتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

(ب) دیہاتوں میں چندہ، چرم قربانی، زکوۃ وغیرہ

بہت کم جمع ہوتے ہیں، وہاں اہل خیر حضرات کے تعاون سے
مدارس دینیہ قائم کئے جارہے ہیں، کیا بحالت مجبوری قرض
لے کر بنائی ہوئی مسجد و مدرسہ میں زکوۃ یا چرم کا پیسہ لگایا جاسکتا
ہے،قرض ادا کرنے کی دوسری کوئی سبیل نہیں ہے۔

(ج) مستقلاً دیگر صدقات کے مدات کو متاثر کئے بغیر
زکوۃ کی رقم مدارس و مساجد کی تعمیر میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(د) غریب طلبہ کے لئے فیس مقرر کر کے زکوۃ کی رقم
ان کو دے کر اساتذہ کی تنخواہیں اس سے دی جاسکتی ہیں یا
نہیں؟ (ایم،طیب احمد، اعظم گڑھ، یوپی)

جواب:- (الف) ائمہ اربعہ کے نزدیک فی سبیل اللہ کے مفہوم میں اس قدر توسیع نہیں ہے اور احادیث سے بھی اتنی وسعت ثابت نہیں ہوتی ہے کہ مساجد و مدارس وغیرہ کو بھی اس کا مصرف شمار کیا جائے۔(۱)

(ب) اصولی طور پر زکوۃ، چرم قربانی کی رقوم میں بھی تملیک ضروری ہے، چونکہ مسجد و مدرسہ کی تعمیر کی صورت میں تملیک کی شرط نہیں پائی جاتی، اس لئے یہ صورت درست نہ ہوگی،(۲) البتہ اگر اس قرض کی ادائیگی کی کوئی اور صورت نہ ہو، تو ایک دینی ضرورت کی تکمیل کے لئے یہاں

---

(۱) "إن اللّٰه لم يرض بحكم نبي ولا غيره في الصدقات حتى جزاها ثمانية اجزاء فإن كنت من أهل تلك الأجزاء اعطيتك ـ أبوداؤد، و الدار قطني :۲/۱۱۹، و اللفظ لدار قطني :) امام مالک فرماتے ہیں کہ "سبل اللّٰه كثيرة ولكني لا اعلم خلافا في أن المراد بسبيل اللّٰه ها هنا الغزو "(أحكام القرآن لابن عربي:۲/۵۳۳)

(۲) "ولا يجوز أن يبني بالزكوة المسجد ، وكذا القناطر والسقايات واصلاح الطرقات (إلى قوله) وكل مالا تمليك فيه " (الفتاوى الهندية :۱/۱۸۸، ط: بيروت، مجمع الأنهر:۱/۲۲۲، ط: بيروت)

حیلہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ کسی فقیر محتاج کو دے دیا جائے، اور وہ پھر مسجد و مدرسہ کے ذمہ داروں کو ہبہ کردے۔(۱)

(ج) زکوۃ کی رقم اصولی طور پر تعمیر میں نہیں لگائی جاسکتی۔(۲)

(ہ) اگر ان طلبہ کی تعلیم کے لئے کوئی اور صورت نہ ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے، کہ بطور وظیفہ ان کو دیدیا جائے، اور پھر وہ یہی رقم بطور فیس ادا کردیں۔

(۱) "وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم يكفن فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المساجد" (طحطاوی علی المراقي :ص:۳۹۳)

(۲) فتاوی رحیمیہ :۳۶۹/۷ ۔محشی۔

زکوۃ ادا کرنے کے احکام

زکوۃ ادا کرنے کے آداب

سوال:- {1045} زکوۃ ادا کرنے کے آداب کیا ہیں؟
تفصیل سے روشنی ڈالئے۔ (اظہار احمد، میسور)

جواب:- ۱) کسی کو زکوۃ دینے کے بعد اس پر احسان نہ جتلائے، نہ بے موقع اظہار یا طعن و تشنیع کے ذریعہ اس کو ایذا پہنچانے کا باعث بنے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس سے انفاق کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔(۱)

۲) زکوۃ ادا کرنے میں ریا اور نمائش نہ ہو، چھپا کر دینا زیادہ بہتر ہے،(۲) البتہ اگر کہیں اظہار سے ترغیب دینا مقصود ہو، یا اور کوئی دینی مصلحت مقصود ہو تو اظہار میں بھی قباحت نہیں۔(۳)

۳) زکوۃ و خیرات میں مال کا بہتر حصہ اللہ کی راہ میں دینا چاہئے۔(۴)

---

(۱) البقرۃ: ۲۶۷۔
(۲) البقرۃ: ۲۷۔
(۳) احیاء العلوم مع الاتحاف: ۴/۸۸۔
(۴) البقرۃ: ۲۶۷۔

۴) مال حلال ہونا چاہئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مال حرام میں سے صدقہ جائز نہیں، (۱) لیکن حلال مال اگر حرام مال کے ساتھ اس طرح مل گیا ہو کہ امتیاز وشناخت نہ رہے تو دونوں کے مجموعہ پر زکوۃ واجب ہوگی۔ (۲)

۵) جس قدر بہتر مصرف کا انتخاب کیا جائے، اسی درجہ اجر میں بھی اضافہ ہوگا، بہترین مصرف یہ ہیں، علماء اہل دین وتقوی خود دار اور غیرت مند، دینی مشغولیت کی وجہ سے کسب معاش سے معذور لوگ اور اقرباء وقرضدار۔ (۳)

زکوۃ کی ادائیگی

سوال:- {1046} زکوۃ ادا کرنا کب واجب ہے؟ اگر زکوۃ کا مال صدقہ کردے، یا ضائع ہوجائے تو کیا اس کی بھی زکوۃ واجب ہوگی ؟ کیا زکوۃ ادا کرنے کے لیے بھی نیت ضروری ہے اور نیت کا وقت کیا ہے؟ (شمس الحق، ناندیڑ)

جواب:- ۱) زکوۃ کے فرض ہونے پر اجماع واتفاق ہے، زکوۃ واجب ہونے کے بعد اسے بلا تاخیر اور بہ عجلت ممکنہ ادا کردینا چاہئے، بلاوجہ زکوۃ ادا کرنے میں تاخیر کرنا گناہ ہے۔ (۴)

۲) زکوۃ واجب ہونے کے بعد وہ مال جس پر زکوۃ ادا کرنی تھی اگر ضائع ہوجائے تو زکوۃ معاف ہوجاتی ہے، لیکن اگر زکوۃ کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر کی گئی تھی، تو اس تاخیر کا وبال بہرحال اس پر پڑے گا، قصداً مال زکوۃ ضائع کردے تو زکوۃ معاف نہیں ہوگی۔ (۵)

---

(۱) الجامع للترمذی: ۱/۳۔
(۲) رد المحتار: ۲/۲۸۔
(۳) دیکھئے: احیاء العلوم مع الاتحاف: ۴/۲۰۹-۲۱۶۔
(۴) فتح القدیر: ۲/۱۱۴۔
(۵) الفتاوی التاتار خانیة: ۲/۲۹۳۔

۳) اگر کوئی شخص اپنا پورا مال صدقہ کردے تو پورے مال کی اور نصاب کا کچھ حصہ صدقہ کردے تو اتنے حصہ کی زکوۃ اس سے معاف ہوجائے گی۔(۱)

۴) نصابِ زکوۃ کا کچھ حصہ ضائع ہوجائے تو اسی تناسب سے زکوۃ بھی معاف ہوجائے گی۔(۲)

۵) زکوۃ واجب ہونے کے بعد مالک نصاب کا انتقال ہوجائے اور زکوۃ ادا کرنے کی وصیت کرجائے تو اس کے متروکہ مال کے ایک تہائی حصہ سے زکوۃ ادا کی جائے گی، (۳) اگر متروکہ ایک تہائی اتنا نہ ہو کہ اس سے متوفی کے ذمہ واجب زکوۃ پوری ادا ہوسکتی ہو تو اب یہ ورثاء کی مرضی پر ہوگا کہ وہ اپنے حصۂ وراثت میں سے زکوۃ کا بقیہ ادا کردیں۔

۶) نصاب زکوۃ کا مالک ہونے کے بعد ایک یا کئی سال کی پیشگی زکوۃ ادا کی جاسکتی ہے۔(۴)

۷) زکوۃ ادا کرنے کے لیے نیت کرنا ضروری ہے، (۵) یا تو حقداروں کو زکوۃ دیتے وقت نیت کرے، یا زکوۃ کا مال الگ کرتے ہوئے نیت کرے، ایسی صورت میں اب دیتے ہوئے نیت ضروری نہیں۔(۶)

۸) زکوۃ اگر کسی شخص کے حوالہ کی جائے کہ وہ اسے فقراء میں تقسیم کردے تو اس تقسیم کرنے والے پر نیت کرنا ضروری نہیں۔(۷)

---

(۱) الهداية مع الفتح :۲/۲۶-۲۷۔
(۲) بدائع الصنائع :۲/۲۳۔
(۳) الفتاوى التاتار خانية:۲/۲۹۶۔
(۴) رد المحتار :۲/۲۷۔
(۵) بدائع الصنائع :۲/۴۰۔
(۶) المغنی :۲/۲۶۰۔
(۷) الهداية مع الفتح:۲/۱۲۵۔

۹) زکوۃ کی مد میں سے کچھ رقم کسی مستحق کو دی گئی، لیکن دیتے وقت نیت نہیں کی، بعد کو نیت کی، تو اگر نیت کرتے وقت وہ پیسے مستحق کے پاس موجود تھے، تو زکوۃ شمار ہوگی، لیکن اگر وہ شخص اس رقم کو خرچ کر چکا ہوتو وہ ادائیگی زکوۃ میں شمار نہیں ہوگی، بلکہ دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔(۱)

۱۰) کسی شخص کے ذمہ دَین باقی ہو، دَین کو معاف کردے اور زکوۃ کی نیت کرے، تو زکوۃ ادا نہ ہوگی اور نہ اس نیت کا اعتبار ہوگا، ہاں! اگر زکوۃ اسے دے دے اور پھر اس سے اپنا قرض وصول کرلے تو زکوۃ ادا ہوگئی۔(۲)

۱۱) زکوۃ ادا کرنے کے لیے نیت اور جس کو زکوۃ دے رہا ہو، اس کے مصرفِ زکوۃ ہونے کی تحقیق کافی ہے، یہ ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ زکوۃ دی جارہی ہے، اگر عیدی یا تحفہ کے نام سے دے دی جائے تب بھی زکوۃ ادا ہوجائے گی۔(۳)

۱۲) جس مال میں زکوۃ واجب ہوئی، خود اس مال کے ذریعہ بھی زکوۃ ادا کی جاسکتی ہے، اور اس کی قیمت کے ذریعہ بھی، یہی حکم صدقۃ الفطر، عشر، نذر اور کفارہ کا بھی ہے۔(۴)

۱۳) قیمت کے ذریعہ زکوۃ ادا کرنے میں اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، جب نصابِ زکوۃ پر سال گذرا اور زکوۃ واجب ہوئی، اسی پر فتوی ہے۔(۵)

۱۴) اور اس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہے جہاں مال ہے، نہ کہ مالک کے مقامِ سکونت کا۔(۶)

۱۵) زکوۃ سے بچنے کے لیے حیلہ جائز نہیں، گناہ ہے۔(۷)

---

(۱) المغنی :۲/۲۶۵۔
(۲) طحطاوی علی مراقی الفلاح :ص:۴۷۰۔
(۳) رد المحتار :۲/۸۶۔
(۴) الهداية مع الفتح :۲/۱۴۴۔
(۵) رد المحتار:۲/۲۴۔
(۶) رد المحتار:۲/۲۴۔
(۷) كتاب الخراج لأبي يوسف :ص:۸۰۔

رمضان المبارک میں زکوۃ کی ادائیگی

سوال:- {1047} ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں بھی عام طور پر لوگ رمضان میں زکوۃ نکالنے کا اہتمام کرتے ہیں، حالاں کہ قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں، اس سلسلہ میں وضاحت فرمائیں؟ (عبدالرشید، این ٹی آر نگر)

جواب:- یوں تو زکوۃ فرض ہونے کے بعد جلد سے جلد زکوۃ ادا کر دینی چاہئے، یا کم سے کم زکوۃ کے پیسے الگ کر دینا چاہئے لیکن اگر زکوۃ رمضان ہی میں فرض ہو یا پہلے فرض ہوئی لیکن ابھی تک ادا نہیں کیا تو بہتر ہے کہ رمضان میں ادا کرے، حدیث میں غالباً صراحتاً ماہ مبارک میں ادائیگی زکوۃ کا حکم نہیں آیا ہے، لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ ﷺ بھی زیادہ تر اس ماہ میں زکوۃ ادا کرنے کا اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے رمضان میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا'' تمہاری زکوۃ کا مہینہ آگیا ہے'' ''ألا إن شهر زكوتكم قد حضر ''(1) اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ ﷺ زیادہ تر اسی ماہ مبارک میں زکوۃ ادا فرمایا کرتے تھے۔

سال گزرنے سے قبل زکوۃ کی ادائیگی

سوال:-{1048} حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ایک شخص شوال کے مہینہ میں صاحب نصاب ہوا اور آئندہ رمضان میں جبکہ زکوۃ کے وجوب کے لئے ایک ماہ باقی ہے اگر زکوۃ ادا کردے، تو کیا اس کی زکوۃ ادا ہو جائے گی؟ (سید محمد مصطفیٰ)

(1) موطأ إمام مالك، حدیث نمبر: ۳۲۲۔

جواب:- زکوۃ تکمیل سال سے پہلے بھی ادا کی جاسکتی ہے، اس لئے اس کی زکوۃ ادا ہو جائے گی:

"و یجوز تعجیل الزکوۃ قبل الحول إذا ملك نصابا عندنا" (۱)

زکوۃ سے کیسٹ بنانا

سوال:- {1049} کیا زکوۃ یا صدقہ کی رقم سے اسلامی آڈیو ویڈیو کیسیٹ بنانا اور اسلامک پروگرام بنانا درست ہے؟

(محمد سراج الدین خان، اکبر باغ)

جواب:- زکوۃ اور صدقہ واجبہ کی ادائیگی کے لئے مالک بنانا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ وَآتُوا الزَّكٰوةَ ﴾(۲)عربی زبان میں" آتُوا " کا لفظ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس میں مالک بنانے کے طور پر کوئی شئ دینے کا حکم ہے، دوسرے زکوۃ کے مصارف بھی متعین ہیں، اور خود اللہ تعالیٰ نے بہ صراحت و وضاحت ان مدات کا ذکر فرمایا ہے، (۳) ان ہی مصارف میں زکوۃ کو خرچ کرنے کا اہتمام ضروری ہے، اس لئے آپ نے جو صورتیں لکھی ہیں، ان کے لئے نہ زکوۃ کی رقم دینا درست ہے، اور دی جائے تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

زکوۃ ادا کرنے کی ایک خاص صورت

سوال:- {1050} چند سال سے مجھ ناچیز نے زکوۃ ادا کرنے کا یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ میری جان پہچان کے

---

(۱) الفتاوی التاتار خانیة:۲/۲۵۳۔

(۲) البقرة :۴۳۔محشی۔

(۳) التوبة :۶۰۔محشی۔

کرانہ کی دوکان کے جو چھوٹے غریب بیوپاری ہیں، ان سے
رجوع ہوکر کہتا ہوں کہ میں آپ کی دوکان کی ترقی دینے کے
لئے میرے جیب سے خرچہ کرکے آپ کو حسب ذیل شرائط پر
کچھ سامان دلا دوں گا:

(الف) آپ وہ سامان ادھار فروخت نہ کریں۔

(ب) آپ وہ سامان کم قیمت پر فروخت نہ کریں، آپ نہ سمجھ لیں کہ وہ سامان آپ کو مفت میں مل گیا ہے، اس لئے کم قیمت پر دے دوں۔

(ج) اگر خدا آپ کو نواز دے اور کبھی آپ خود بڑے سیٹھ بن جائیں، تو جس طرح میں آج آپ کی مدد کر رہا ہوں، آپ بھی کسی غریب کی اسی طرح مدد کریں۔

مجھ ناچیز کی یہ اسکیم کامیاب رہی اور یہ غریب تاجر میرے بہت مشکور و ممنون ہیں، مگر ایک صاحب نے جن کو فقہ پر اچھا عبور ہے، مجھ سے کہا کہ آپ کی زکوۃ اس طریقہ سے ادا نہیں ہوتی، کیونکہ شرائط طے کرکے زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔

(محمد اقبال، بیدر)

جواب:- آپ اگر ان صاحب کو زکوۃ کی نیت سے رقم ادا کریں اور وہ واقعی زکوۃ کے مستحق ہوں تو زکوۃ ادا ہوگئی، آپ نے جو شرطیں لگائی ہیں اس کی حیثیت دراصل ترغیب کی ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ آپ نے جب انہیں رقم کا مالک بنادیا تو وہ جس طرح چاہیں رقم میں تصرف کرسکتے ہیں، لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور خود کفیل بنانے کی غرض سے اس انداز پر زکوۃ ادا کرنا بہتر ہے، تاکہ گداگری کا انسداد ہو، اور قوم میں اپنی آپ کفالت کا رجحان پیدا ہو، اس قسم کی اخلاقی شرائط زکوۃ ادا ہونے میں مانع نہیں ہے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ زکوۃ کی صراحت کے

ساتھ دیئے جائیں، اگر قرض، ہبہ، تحفہ یا عیدی وغیرہ کے نام سے زکوۃ ادا کی جائے، زکوۃ لینے والے پر یہ بات واضح نہ کی جائے کہ اسے زکوۃ کی رقم دی جارہی ہے، تب بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے۔ (۱)

اس طرح زکوۃ ادا کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ ایک تو خود دار لوگوں کو زکوۃ کے نام سے جو صدمہ ہوتا ہے، وہ اس سے دوچار نہ ہوں گے، دوسرے خود زکوۃ لینے والوں میں بھی حیا اور خودداری باقی رہے گی، کیوں کہ جب انسان ایک دفعہ زکوۃ سمجھ کر زکوۃ لے لیتا ہے تو پھر حیاء کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے، اور اسے دستِ سوال دراز کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے اور اگر کسی اور عنوان سے اسے تعاون حاصل ہوا تو خودداری کا عنصر باقی رہتا ہے، اور یہ بہت اہم بات ہے کہ اسی کے فقدان کی وجہ سے گداگری کا رجحان بڑھتا ہے۔

زکوۃ کی ادیگی میں وکیل زکوۃ کی کوتاہی

سوال:- {1051} میں نے ایک شخص کو زکوۃ کی رقم دی کہ یہ فلاں شخص کو جو مستحق زکوۃ ہے، ادا کر دو! مگر اس شخص نے پوری رقم مستحق تک نہیں پہونچائی، کچھ رقم خود لے لی، حالانکہ وہ مستحق زکوۃ نہیں ہے، تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

(فہیم اختر، گلشن باغ)

جواب:- جس شخص کو آپ نے زکوۃ کی رقم پہونچانے کو کہا تھا، وہ آپ کا وکیل ہے، اور وکیل سے جو کوتاہی ہو اس کی ذمہ داری مؤکل یعنی وکیل بنانے والے پر ہوتی ہے، (۲) لہذا جتنی رقم اس نے مستحق زکوۃ تک پہنچائی ہے، اتنی رقم زکوۃ کی ادا ہوئی، باقی جو رقم اس نے خرچ کر دی وہ

---

(۱) " و شرط صحة أدائها نية مقارنة له " (الدر المختار) " لو سماها هبة أو قرضا تجزيه في الأصح " (رد المحتار :۳/۱۸۷، کتاب الزکوة) محشی۔

(۲) الهداية :۳/۱۸۳-۱۸۲۔ محشی۔

دوبارہ ادا کرنی ہوگی، ہاں، اگر خود محتاج کی طرف سے کوئی زکوۃ وصول کرنے کا وکیل ہوتا، جیسا کہ مدرسہ کے سفراء کی طرف سے ہوتے ہیں، اور آپ نے اسے زکوۃ حوالہ کردی تو زکوۃ ادا ہوگئی؛ کیوں کہ وکیل کو دینا خود مؤکل کو دینا ہے۔

زکوۃ حساب سے زیادہ ادا کردی؟

سوال:- {1052} ایک شخص نے دس ہزار روپے بطور زکوۃ کے دیدئے، لیکن جب اس نے حساب کیا تو اس پر آٹھ ہزار روپے ہی زکوۃ کے واجب ہوتے تھے، تو کیا وہ آئندہ اپنی زکوۃ میں اس زائد رقم کا حساب کر سکتا ہے؟

(عبدالستار، ٹولی چوکی)

جواب:- جی ہاں! مالکِ نصاب ہونے کے بعد ایک سے زیادہ سالوں کی زکوۃ بھی قبل از وقت ادا کی جا سکتی ہے، پس گویا اس نے موجودہ سال کے ساتھ سالِ آئندہ کی زکوۃ کا بھی کچھ حصہ ادا کردیا ہے، اور یہ درست ہے۔

بیوی کیا خود زکوۃ ادا کرے؟

سوال:- {1053} کسی عورت کے پاس سات تولہ سے زیادہ (قریب آٹھ تولہ) سونے کا زیور ہے، کیا اس کی زکوۃ اس کے شوہر پر فرض ہوگی، یا بیوی پر؟ اگر عورت خود اس زیور کی زکوۃ نکالنا چاہے تو کہاں سے دے جبکہ اس کی الگ سے کوئی ملک نہیں ہے؟

(ڈاکٹر محمد اختر عادل گیلانی، عالم گنج، پٹنہ)

جواب:- اگر کوئی عورت نصاب کی مقدار سونا، یا چاندی کی مالک ہو، تو اس پر زکوۃ

فرض ہے؟ اس کی ادائیگی خود بیوی کی ذمہ داری ہے، اس لئے کہ اسلام نے معاشی اعتبار سے عورت کے وجود کو مستقل مانا ہے، وہ اپنی املاک میں ہر طرح کے تصرف کا پورا پورا حق رکھتی ہے، شوہر اس کی اذن واجازت کے بغیر اس کے مال میں کسی طرح کے تصرف کا مجاز نہیں، پس ظاہر ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی بھی خود بیوی ہی کی ذمہ داری ہوگی نہ کہ شوہر کی، چاہے اس کے لئے سونے کا کچھ حصہ فروخت کرنا پڑے، یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ سونا اور چاندی میں جو زکوۃ واجب ہوتی ہے، اس میں اصل تو یہ ہے کہ خود سونے، چاندی کے ذریعہ زکوۃ ادا کی جائے، روپیہ کی صورت میں زکوۃ ادا کرنے کی اجازت اس لئے دی جاتی ہے کہ اس کی حیثیت سونے، چاندی کے بدل کی ہے۔

البتہ ہندوستان میں زن وشو کے درمیان معاشی امور میں حد درجہ اشتراک ہوتا ہے، ان حالات میں بہتر ہے کہ شوہر بیوی کی طرف سے زکوۃ ادا کردے، اور دنیوی معاملات کی طرح دینی امور میں بھی شرکت ورفاقت کا حق ادا کرے۔

قسط وار زکوۃ کی ادائیگی

سوال:- {1054} ایک اوسط درجہ کا ملازم جو اپنی تنخواہ سے بال بچوں کی کفالت کرتا ہے اور سال بھر میں کچھ بھی نہیں بچا پاتا ہے، بلکہ اکثر قرض کی نوبت آجاتی ہے، تنخواہ کے علاوہ نصاب بھر دوسرے مال واسباب بھی نہیں ہے، لیکن اس شخص کی بیوی کے پاس آٹھ تولہ سونے کا زیور ہے، کیا اس پر زکوۃ فرض ہوگی؟ فرضیت کی صورت میں اس کی زکوۃ نکالنا بھی چاہتا ہے، لیکن تنخواہ سے یکمشت اس کا ادا کرنا مزید باعث پریشانی ہوگی، سوائے اس کے کہ زیور فروخت کر کے زکوۃ ادا کی

جائے، کیا باعث مجبوری زکوۃ کو ماہوار قسطوں میں ادا کیا جا سکتا ہے؟ اور یہ شرعا جائز ہوگا؟ جیسے مان لیا جائے کہ زکوۃ کی رقم بارہ سو روپے آتی ہے، تو کیا ہر مہینے اسے سو روپے کے حساب سے اگلے بارہ مہینوں میں ادا کر سکتا ہے۔

(ڈاکٹر محمد اختر عادل گیلانی، عالم گنج، پٹنہ)

جواب:- زکوۃ کی ادائیگی میں شریعت نے بڑی آسانی رکھی ہے، نصاب پر سال گزرنے سے پہلے بھی زکوۃ ادا کی جا سکتی ہے، سال گزرنے کے بعد بھی مہلت ہے کہ حسب مواقع وحالات تاخیر سے ادا کر سکتا ہے، البتہ کوشش کرنی چاہئے کہ حتی المقدور جلد سے جلد زکوۃ ادا کردے، اسی طرح زکوۃ یکمشت بھی دی جا سکتی ہے، اور قسطوں میں بھی، لہذا ماہانہ ایک سو روپے کے لحاظ سے زکوۃ ادا کر دینا کافی ہے۔

زکوۃ کی ماہ بہ ماہ ادائیگی

سوال:- {1055} زکاۃ کی رقم ایک مستحق کو زیادہ سے زیادہ کتنی دے سکتے ہیں؟ کیا اس رقم کو بطور امانت رکھ کر مستحق رشتہ دار کو اقساط پر ہر ماہ دے سکتے ہیں؟ کیوں کہ وہ ہر ماہ طلب کرتے ہیں، اور کوئی دوسری رقم نہیں ملتی؟

(کاظم علی، شاہ گنج)

جواب:- ایک شخص کو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کچھ کم ہی زکاۃ دینی چاہئے؟ ہاں! اگر وہ مقروض یا کسی ایسی پریشانی میں مبتلا ہو کہ اس سے اس کی ضرورت پوری نہ ہو پائے، یا کثیر العیال ہو کہ اگر اس کے زیر پرورش تمام لوگوں پر اسے تقسیم کر دیا جائے تو کافی نہ ہو، ایسی صورتوں میں اس سے زیادہ مقدار بھی اس کی ضرورت کی لحاظ سے دی جا سکتی ہے:

"وکره اعطاء فقير نصابا إلا إذا كان المدفوع
إليه مديونا أوصاحب عيال لوفرقة عليهم
لايخص كلا ... نصاب... فلا يكره " (۱)

یہ بات درست ہے کہ کسی مستحق کی ماہانہ ضرورت کو دیکھتے ہوئے ایک دفعہ پوری زکوۃ دینے کے بجائے اس کو ماہوار ایک متعین رقم باندھ کردے دی جائے۔

قرض میں زکوۃ

سوال:- {1056} میرا بھتیجا مجھ سے ۵۰/ ہزار روپیہ قرض لے کر کاروبار کر رہا ہے، اور ہر مہینہ مجھ کو بارہ سو روپیہ معاوضہ دیتا ہے، کیا اس پچاس ہزار روپے میں بھی زکوۃ فرض ہے؟ (روحی بیگم)

جواب:- اول تو قرض پر نفع لینا جائز نہیں، یہ سود ہے اور حرام ہے، اگر اسی پیسے کو آپ نفع ونقصان کی اساس پر ان کے کاروبار میں شریک کردیں، تو آپ کے حصہ میں جو نفع آئے، اس کا لینا درست ہوگا، دوسرے اس روپیہ میں آپ پر زکوۃ واجب ہوگی، کیوں کہ اس قرض کے وصول ہونے کی توقع ہے، اور جس قرض کے وصول ہونے کی امید ہو، اس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے۔(۲)

ادھار مال کی زکوۃ

سوال:- {1057} میری کرانہ دوکان ہے جس میں

---

(۱) الدر المختار علی ھامش الرد:۳/۴-۳۰۳۔
(۲) بدائع الصنائع :۲/۹۰۔محشی۔

تقریباً ۵۰، ہزار کا مال ہے اور بیس ہزار روپیہ کا مال ماہانہ لوگوں کو دیتا ہوں تو کیا ادھار دیے ہوئے مال پر بھی زکوۃ دینی چاہئے؟ (ایاز خان، محبوب نگر)

جواب:- جو مال آپ نے لوگوں کو ادھار دیا ہے اور اس کی قیمت ان لوگوں کے ذمہ باقی ہے، اس واجب الاداء رقم میں بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے، بہ شرطیکہ قیمت وصول ہونے کی توقع ہو، اگر کسی وجہ سے اس مال کے وصول ہونے کی امید نہ ہو، جیسے وہ فرار ہوگیا ہو، یا دیوالیہ ہوگیا ہو، یا سامان واپس کرنے سے انکار کرتا ہو، تو اس صورت میں ان پیسوں پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(۱)

واجب الاداء قرض میں زکوۃ کی نیت

سوال:- {1058} میری رقم بعض حضرات کے ذمہ واجب ہے اور ان سے قرض وصول ہونے کی امید نہیں، وہ مستحق زکوۃ بھی ہیں، مجھ پر جو زکوۃ واجب ہوتی ہے، کیا میں ان کے ذمہ واجب الاداء قرض کو اس کے حساب میں شامل کرسکتا ہوں؟ (ندیم منیر، حشمت پیٹ)

جواب:- زکوۃ ایک عبادت ہے اور عبادتوں کے سلسلہ میں یہ اصول ہے کہ اس کے لئے نیت ضروری ہے، اور نیت بھی اس فعل کی ابتداء میں، لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ جس وقت آپ نے وہ رقم دی تھی، اس وقت قرض کی نیت تھی، نہ کہ زکوۃ کی، اس لئے اب اس میں زکوۃ کی نیت نہیں کی جاسکتی، ہاں یہ بات درست ہے کہ آپ اسے زکوۃ دیدیں، اور پھر اس سے قرض وصول کرلیں۔

---

(۱) بدائع الصنائع:۲/۹۰۔ محشی۔

چٹھی کی اداشدہ رقم میں زکوۃ

سوال:- {1059} میں نے پچاس ہزار کی چٹھی ڈالی ہے، جو پچاس مہینوں کی ہے، ہر مرتبہ ایک ہزار ادا کرنا پڑتا ہے، میری چٹھی ابھی تک نہیں اٹھی ہے، ابھی اس چٹھی کے ۲۳/ مہینے ہو چکے ہیں، کیا مجھ پر زکوۃ واجب ہوگی، اور کتنی اور کس طرح؟ (مسکان، یاقوت پورہ)

جواب:- آپ جتنی رقم چٹھی میں ادا کر چکے ہیں، اتنی رقم پر زکوۃ واجب ہوگی، جو رقم ابھی ادا نہیں کی ہے، اس پر زکوۃ واجب نہیں، یہ زکوۃ آپ کے دوسرے مال زکوۃ کے ساتھ مل کر اسی تاریخ میں واجب ہوگی، جس میں آپ زکوۃ ادا کیا کرتے ہیں، یا جس تاریخ کو آپ صاحب نصاب ہوئے ہیں اور اس کی شرح ایک ہزار پر ۲۵/ روپے ہوگی۔

فکس ڈپازٹ کی گئی رقم پر زکوٰۃ

سوال:- {1060} زید کے پاس دو لاکھ روپے ہیں، جن کو زید نے فکس ڈپازٹ کرادیا ہے، ڈپازٹ زید ہی کے نام سے ہے، لیکن نام پیشن بچی کا ہے، اور اس کی شادی کی غرض سے رقم ڈپازٹ کی گئی ہے، یہ ڈپازٹ ایک سال کے لئے کروائی گئی ہے جس کی مدت ماہِ فروری سے دوسرے سال فروری ہوا کرتی ہے، خود زید پر بیس ہزار کا قرض ہے، اور کوئی نقد رقم موجود نہیں، جس سے زکوۃ ادا کر سکے، تو کیا زکوۃ اقساط میں ادا کی جاسکتی ہے؟ اور ادا کی جائے تو کتنی رقم پر کتنی ادا کی جائے؟ (محمد شفیع الدین، شاہ علی بنڈا)

جواب:- (الف) اگر آپ نے لڑکی کو اس مال کا مالک بنا دیا ہے، تو اب زکوۃ کے واجب ہونے کا اور نہ ہونے کا تعلق آپ کی لڑکی سے ہے، اگر لڑکی ابھی نابالغ ہے، تو جب تک بالغ نہ ہو جائے، زکوۃ واجب نہیں، کیونکہ زکوۃ ایک عبادت ہے، اور عبادت بالغوں پر ہی واجب ہوتی ہے: " فلا تجب علی مجنو ن وصبی : لانها عبادة محضة " (۱)

(ب) اگر آپ ابھی اس پر اپنی ملکیت باقی رکھتے ہیں، یا لڑکی بالغ ہے اور آپ نے اسے مالک بنا دیا ہے، تو ہر دو صورت میں اس مال میں زکوۃ واجب ہوگی، اگر ابھی زکوۃ ادا نہ کر سکیں، تو آئندہ حسب سہولت ایک ساتھ یا اقساط میں زکوۃ ادا کر سکتے ہیں، البتہ جس قدر ممکن ہو، جلد ادا کر دیں۔ " اقتراضها عمری ای علی التراخی " (۲)

(ج) زکوۃ میں قمری سال کا اعتبار ہے، اس لئے چاند کے مہینوں کا حساب رکھیں نہ کہ انگریزی مہینہ کا۔ "وحولها قمری لا شمسی " (۳)

(د) پیسوں میں زکوۃ ڈھائی فیصد یعنی ایک لاکھ پر ڈھائی ہزار کے حساب سے واجب ہوتی ہے۔

(ہ) یہ تو آپ کے سوال کا جواب ہے، لیکن یاد رکھیں کہ فکس ڈپازٹ میں جو زیادہ رقم ملتی ہے وہ سود ہے، اس لئے اولاً تو فکس ڈپازٹ کرانا ہی جائز نہیں، اور اگر کرا لیا ہو تو جو زائد رقم ملے، اس کو غرباء پر یا رفاہی کاموں میں خرچ کر دینا واجب ہے۔ (۴)

---

(۱) ردالمحتار :۳/۱۷۳۔

(۲) حوالہ سابق:۳/۱۹۱۔

(۳) حوالہ سابق :۳/۲۲۳۔

(۴) " لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه " (رد المحتار:۵/۲۷۳ كتاب الحظر و الإباحة ، فصل في البيع ، ط: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ پاکستان) " و يتصدق بلا نية الثواب إنما ينوى به براءة الذمة " (قواعد الفقه ، القواعد الفقهية :ص:۱۱۵) مرتب۔

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

سوال:- {1061} عموماً رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں زکوۃ نکالی جاتی ہے، زکوٰۃ نکالنے کے کچھ دنوں بعد (اگرچہ پوری زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو) پراویڈنٹ فنڈ سے کچھ رقم حاصل ہوئی ہو، تو ایسی صورت میں اس رقم پر زکوٰۃ ایک سال کے بعد یعنی آئندہ رمضان المبارک میں نکالنی اور ادا کرنی چاہئے یا ابھی اسی وقت اس رقم کا بھی حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟　　(محمد یوسف، سعید آباد)

جواب:- زکوۃ کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ جس تاریخ کو آپ پہلی مرتبہ صاحب نصاب ہوئے ہر سال وہی تاریخ آپ کے لئے معیار ہوگی، اس تاریخ کو جتنی رقم آپ کے پاس موجود ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، خواہ آپ اسی وقت زکوٰۃ ادا کریں یا اس کے بعد آنے والے رمضان المبارک میں، لہٰذا اگر اس تاریخ سے پہلے آپ کو پراویڈنٹ فنڈ کی کچھ رقم مل جائے تو ابھی آپ پر اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں، اس رقم کا جو حصہ اس تاریخ کو موجود رہے اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، تاہم اگر پہلے ہی زکوٰۃ ادا کریں تو یہ بھی درست ہے، جتنی رقم کی زکوٰۃ اس وقت آپ ادا کریں اس کا حساب ذہن میں رکھیں اور جو تاریخ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے معیار ہے، اس تاریخ کو جو رقم آپ کے پاس موجود رہے اس میں سے اتنی رقم منہا کر کے بقیہ کی زکوٰۃ ادا کر دیں۔

چار مینار بینک میں جمع شدہ رقم کی زکوۃ

سوال:- {1062} چار مینار بینک میں بہت سے لوگوں کی رقمیں ڈوب گئی ہیں، ان لوگوں کی رقم پر کیا زکوۃ

واجب ہوگی؟ (عبد الستار، ٹولی چوکی)

جواب:- چار مینار بینک کے دیوالیہ ہونے تک چوں کہ رقم کے وصول ہونے کی توقع تھی، اس لئے اس وقت تک کی زکوۃ واجب ہوگی، دیوالیہ ہونے کے بعد چوں کہ پھنسی ہوئی رقم کے وصول ہونے کی قوی امید نہیں اور اس کا حاصل ہونا موہوم ہے، اور جس پیسے کے وصول ہونے کی امید نہ ہو، اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی، (۱) اسی طرح اگر مال زکوۃ کی زکوۃ ادا نہیں کی، یہاں تک کہ وہ مال کسی طرح ضائع ہوگیا، تو گو وہ تاخیر کی وجہ سے گنہگار رہوگا، لیکن اب اس کی زکوۃ واجب نہیں رہی، اس لئے دیوالیہ ہونے کے بعد سے زکوۃ واجب نہیں۔

زکوۃ سے مقروض کی مدد

سوال:- {1063} قرض کے بوجھ میں زکوۃ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (محمد علاء الدین، تنالی)

جواب:- آپ کا سوال واضح نہیں، اگر آپ کی یہ مراد ہو کہ جو شخص کافی مقروض ہوگیا ہو اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اتنا قرض ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد بنیادی ضروری اشیاءِ زندگی کے علاوہ اس کے پاس نصابِ زکوۃ کے بقدر مال باقی نہیں رہا، تو اسے زکوۃ دی جاسکتی ہے، چنانچہ قرآن مجید میں مصارفِ زکوۃ میں ایک مستقل مصرف مقروض (غارمین) کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۲)

---

(۱) "لو كان الدين على مقر ملئ أو على معسر أو مفلس أى محكوما بافلاسه أو على جاحد عليه بينة و عن محمد" لا زكوة ، هو الصحيح : لأن البينة قولا تقبل أو علم به قاض ألخ فوصل إلى ملكه لزم زكوة ما مضىٰ " (الدر المختار على هامش رد المحتار : ۳/۱۸۴-۱۸۵،كتاب الزكوة) محشی۔

(۲) التوبة:۶۰۔ محشی۔

زکوۃ میں قرض سے متعلق احکام

سوال:- {1064} اگر کسی کے ذمہ میری رقم ایک سال سے زیادہ عرصہ سے باقی ہے اور اتنی ہی یا اس سے زیادہ رقم میری ایک دوسرے شخص کے ذمہ باقی ہے، کیا مجھے ایسی رقم پر زکوۃ دینی پڑے گی؟ (مخم سلمان نیوجرسی، امریکہ)

جواب:- قاعدہ یہ ہے کہ جو رقم دوسرے کے ذمہ باقی ہو اور وہ بطور قرض یا کسی بیچی ہوئی شئے کا عوض ہو، کرایہ، موروثی جائداد کا معاوضہ نہ ہو، نیز اس کے وصول ہونے کی توقع ہو تو اس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے، دوسرے کسی شخص کے ذمہ جو رقم باقی ہو وہ اس رقم کو منہا کر کے باقی پیسوں یا سونے چاندی وغیرہ میں زکوۃ کا حساب کرے گا، لہٰذا آپ کے ذمہ جو دوسروں کی رقم باقی ہے، اتنی رقم چھوڑ کر آپ زکوۃ کا حساب کریں، خواہ اس قرض سے زیادہ ہو جو آپ کا دوسروں کے ذمہ ہے، یا اس سے کم ہو، اور حساب میں آپ کی رقم جو دوسروں کے ذمہ ہے اور جس کے وصول ہونے سے آپ مایوس نہ ہوں، اس کو بھی شامل کریں۔ (۱)

زکوۃ کا اجتماعی نظام

سوال:- {1065} کیا زکوۃ کو بھی اجتماعی طور پر ادا کرنے کا حکم ہے؟ اجتماعی زکوۃ کس کو ادا کی جائے گی اور ہندوستان میں اس کی کیا صورت ہوگی؟ (محمد تنویر، گلبرگہ)

---

(۱) " فتجب زكاتها إذا تم نصابا و حال الحول ، لكن لا فورًا بل عند قبض أربعين درهما من الدين القوي كقرض و بدل مال تجارة (الدر المختار : على هامش رد المحتار : ۲۳۶/۳)" إذا تم نصابا ، الضمير في " تم " يعود للدين المفهوم من الديون ، و المراد إذا بلغ نصابا أو بما عنده مما يتم به النصاب " (رد المحتار : ۲۳۶/۳) محشی۔

جواب:- اسلام میں اس بات کو پسند کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی زکوۃ اجتماعی طور پر جمع ہو اور مستحقین میں تقسیم ہو، خود قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے، (۱) اسی پر عہد صحابہ ﷺ اور بعد کے زمانوں میں بھی عمل رہا، (۲) اس لیے:

(الف) جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو وہاں حکومت کو چاہئے کہ بیت المال قائم کرے، زکوۃ وصول کرے اور مدّات مقررہ پر صرف کرے۔ (۳)

(ب) ہندوستان میں بھی مسلمانوں پر نظام امارت قائم کرنا واجب ہے، (۴) جن صوبوں میں اس طرح کی امارت قائم ہو وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی زکوۃ اسی امارت کے بیت المال میں جمع کریں۔ (۵)

(د) جہاں اس طرح نظام قائم نہ ہو، وہاں بھی مسلمانوں کو کوئی ایسی اجتماعی شکل پیدا کرنی چاہئے، جو زکوۃ کی وصولی و تقسیم کا نظم سنبھالے۔

بہن کو زکوۃ

سوال:- {1066} ہمارے والد صاحب وظیفہ یاب ہیں، وظیفہ کی رقم ہمارے روزمرہ اخراجات کے لیے کافی نہیں

---

(۱) التوبة :۱۳۰۔

(۲) بدائع الصنائع :۲/۳۵۔

(۳) تفصیل کے لیے دیکھئے: المبسوط :۳/۱۷-۱۸، رد المحتار :۲/۵۷۔

(۴) فتح القدیر :۳/۳۶۵۔

(۵) دیکھئے: کتاب العشر و الزکوة، باب ولایة أخذ العشر و الزکوة :ص:۱۳۴تا۱۵۳۔

ہوتی، ہمارے بڑے بھائی جو غیر شادی شدہ ہیں اور گلف میں ملازمت کرتے ہیں، گھر کے تمام افراد، والدین، بھائی اور ہم تین غیر شادی شدہ بہنوں کی تمام ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں، بھائی صاحب نصاب ہیں اور ہر سال پابندی سے مستحق لوگوں کو بشمول رشتہ داروں اور پڑوسیوں وغیرہ کو زکوۃ دیتے ہیں، کیا ہم غیر شادی شدہ بہنیں بھی ہمارے غیر شادی شدہ بھائی کی زکوۃ میں مستحق ہوسکتی ہیں؟

(اسریٰ فاطمہ، یاقوت پورہ)

جواب:- ماں باپ اور ان سے اوپر کا سلسلہ، اولاد اور ان سے اوپر کا سلسلہ وہ ہے جن کو زکوۃ دینا جائز نہیں، باقی دوسرے رشتہ دار جن میں بھائی بہن بھی شامل ہیں، کو زکوۃ دی جاسکتی ہے:

" قیدبأصل وفرعه ، لأن من سواهم ، من القرابة يجوز الدفع لهم ... كالإخوان والأخوات " (۱)

اس لیے اگر آپ صاحب نصاب نہ ہوں اور ضرورت مند ہوں تو اپنے بھائی کی زکوۃ لے سکتی ہیں۔

صحت مند کی گداگری

سوال:- {1067} جو شخص صحت مند اور نوجوان ہو، معذور بھی نہ ہو اور لوگوں سے مانگتا رہتا ہو، کیا ایسے شخص کو صدقہ دینا چاہئے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

(۱) البحر الرائق :۲/۴۲۵، نیز دیکھئے: رد المحتار :۳/۲۹۳۔

جواب:- جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو، یا وہ صحت مند اور کمانے پر قادر ہو، اس کے لئے دست سوال پھیلانا جائز نہیں، اسی لئے پیشہ ور، صحت مند گداگروں کو ان کے احوال جاننے کے باوجود دینا درست نہیں، اس سے بے جا گداگری کو تقویت پہونچتی ہے، یہ گناہ پر تعاون ہے، اس لئے ایسے گداگروں کو دینا گناہ ہے:

" ولا یحل أن یسأل شیئًا من القوت ... و یأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم " (۱)

ہاں! جس آدمی کے معاشی حالات کے بارے میں واقفیت نہ ہو اور وہ سوال کرے تو اس کی مدد کی جاسکتی ہے، کیونکہ بعض اوقات ظاہری حالات سے انسان کی داخلی محتاجی اور ضرورتمندی کا اندازہ نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت حسین ؓ سے مروی ہے کہ سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوکر آیا ہو: ''للسائل حق وان جاء علی فرس ''(۲)

ٹی وی وغیرہ میں زکوٰۃ

سوال:- {1068} کیا ٹی وی، وی سی آر، انٹرنیٹ، سیل فون یا موبائل، گھر اور دوکان میں خوشنمائی کے لئے لگائے گئے جھومر اور گملے وغیرہ پر زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے؟

(محمد امین الدین، مانصاب ٹینک)

جواب:- ٹی وی، وی سی آر اور انٹرنیٹ اگر خود استفادہ کے لئے یا کرایہ پر لگانے کے لئے ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

" وأما آلات الصنائع وظروف أمتعة التجارة

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار:۳/۳۰۲۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۱۶۶۵۔

لاتكون مال التجارة لأنها لاتباع "(۱)

یہی حکم جھومر اور گملے وغیرہ کا بھی ہے، البتہ اگر کوئی شخص اس کی تجارت کرتا ہو، تو پھر مالِ تجارت ہونے کی وجہ سے زکوۃ واجب ہو جائے گی۔

کمیشن پر زکوۃ وصول کرنا

سوال:- {1069} زکوۃ کے محصلین کو رقم پر کمیشن مقرر کرنا، کیا جائز و درست ہے؟ (محمد عبدالوکیل، بازار سلیمان جاہ)

جواب:- اسلامک فقہ اکیڈمی ہندستان میں علماء اور اربابِ افتاء کا نہایت مستند ادارہ ہے، جس نے جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ میں احکام زکوۃ پر اپنا سمینار منعقد کیا تھا، اس سمینار میں علماء کا اس رائے پر اتفاق ہو چکا ہے کہ زکوۃ وصول کرنے کے لئے کمیشن پر محصل مقرر کرنے کی صورت درست نہیں، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے، بہتر صورت یہ ہے کہ کام کی اجرت مقرر کر دی جائے، مثلاً: رمضان میں تحصیلِ زکوۃ کا کام کرنے پر آپ کو اتنی تنخواہ دی جائے گی، اور ایک نشانہ بھی مقرر کر دی جائے کہ کم سے کم آپ اتنی رقم وصول کریں اور اگر آپ نے اس سے زیادہ وصول کیا تو اس پر مزید انعام دیا جائے گا، اس طرح تنخواہ بھی مقرر ہو جائے گی، اور انعام، کام میں مزید محنت اور سعی و کوشش کے لئے ترغیب و تحریک کا باعث ہوگا۔

صدقہ میں زیادتی سے مراد

سوال:- {1070} ایک کتاب میں حدیث کی عبارت اس طرح آئی ہے "زکوۃ اور صدقہ میں زیادتی کرنے والا اس کو نہ دینے والے کی طرح ہے" (گناہ میں) حوالہ: ابوداؤد،

---

(۱) بدائع الصنائع: ۹۵/۲۔

ترمذی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس حدیث کی رو سے اگر
ہم زکوٰۃ وصدقۂ فطر وغیرہ میں مقررہ حساب سے کچھ زیادہ
دیں یا ہم پر جواداشدنی ہے اس سے کچھ زیادہ کر کے دے
دیں، تو کیا یہ عمل گناہ کی تعریف میں آئیگا؟

(ایم، اے، وحید خاں، مرادنگر)

جواب:- اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: ''المعتدی فی الصدقة کمانعها'' یہ روایت حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے، (۱) اور اس حدیث میں ان عاملین سے خطاب ہے جو اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وصول کیا کرتے تھے، ارشاد نبوی ﷺ کا منشا یہ ہے کہ حکومت کو اپنی طاقت کا استعمال کر کے زکوٰۃ کی جو مقدار واجب ہے اس سے زیادہ یا جس نوعیت کی چیز واجب ہے اس سے عمدہ یا بہتر وصول کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے، کیونکہ ایسی حرکتوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اہل ثروت آئندہ اپنے مال عاملین سے چھپانے کی کوشش کریں گے، اور زکوٰۃ سے اپنا دامن بچائیں گے، جس کا نقصان بہر حال فقراء اور مستحقین ہی کو ہوگا، تو گویا یہی شخص بالواسطہ زکوٰۃ کو روکنے کا باعث بنا، ایسے شخص کو زکوٰۃ کی مقررہ حد سے زیادہ طلب کرنے سے منع کیا گیا ہے، البتہ جو زکوٰۃ ادا کر رہا ہو وہ خوش دلی سے جتنا زیادہ دے اتنا ہی باعث اجر ہے، اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا کہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کتنا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیں کہ جو کچھ بچ رہے ﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ (۲) یہی شریعت اسلامی کا اعتدال ہے کہ زکوٰۃ دینے والے سے کہا گیا کہ جتنا زیادہ دیں خوب ہے، اور زکوٰۃ سرکاری قوت سے وصول کرنے والوں سے کہا گیا کہ جتنا واجب ہے اس سے زیادہ کا مطالبہ نہ کریں۔

---

(۱) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۱۸۰۸، باب ما جاء في عمال الصدقة ۔ محشی۔
(۲) البقرة: ۲۱۹۔ محشی۔

جس کا انتقال ہو جائے اور زکوٰۃ ادا نہ کر پائے

سوال:- {1071} آج سے پچاس سال قبل ایک خاتون کو ان کے والد نے تیس تولہ سونا دیا تھا، اس وقت سونا ستر روپے تولہ تھا، ایک سال کی زکوٰۃ ادا کی گئی، اس کے بعد سے زکوٰۃ ادا نہ ہو سکی، یہاں تک کہ ۲۰۰۱ء میں اس کا انتقال ہو گیا، اب اس کے وارثوں کو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور وہ کس طرح زکوٰۃ ادا کر کے بری الذمہ ہوں گے؟ (محمد عبداللہ، کلکتوی)

جواب:- اگر کسی شخص کے ذمہ زکوٰۃ واجب تھی، نہ خود اس نے زکوٰۃ ادا کی اور نہ اس کے لئے وصیت کی تو اس کے ورثاء پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی: ''إن مات من عليه الزكوة سقطت الزكوة بموته ''(۱) ہاں! متوفی پر اس کوتاہی کا گناہ ہوگا، '' حتى أنه لو لم يؤدّ منه حتى مات يأثم ''(۲) اسی طرح حق اللہ کے طور پر جو دوسرے دیون واجب ہوتے ہیں وہ بھی موت کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں، یہ تو اس کا قانونی حکم ہے، لیکن اخلاقی اور احسانی حکم یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ورثہ اس کی طرف سے زکاۃ ادا کرنے کی کوشش کریں کہ ممکن ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں'' وما ذالك على الله بعزيز'' پھر غور کیجئے کہ اس میں لوگوں کے لئے کس قدر تنبیہ ہے کہ انسان اپنے واجبات خود ادا کرلے، ورنہ ہوگا یہ کہ لوگ اس کے ترکہ سے نفع اٹھائیں گے اور وہ اللہ کے یہاں مبتلاء عذاب رہے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۶۔

(۲) بدائع الصنائع: ۲/۷۸۔

شادی کے لئے جمع شدہ اسباب پر زکوۃ

سوال:- {1072} جہیز کی شکل میں نقدی یا سامان کا لینا دینا ناجائز ہے، لیکن موجودہ سماج میں بغیر جہیز کے لڑکیوں کی شادی ایک سنگین سماجی مسئلہ بن گیا ہے، بہ استثناء چند، ہر والدین کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اپنی دوسری ضروریات کو کم کر کے کسی طرح کاٹ چھانٹ کر اپنی لڑکی کی شادی کے لئے کچھ زیور اور دوسری اشیاء (دونوں ملا کر نصاب بھر) کا کسی طرح انتظام کرتے ہیں، تو کیا اس پر بھی زکوۃ فرض ہوگی؟

(اختر عادل گیلانی، عالم گنج، پٹنہ)

جواب:- شادی کی غرض سے روپے، سونا چاندی جمع کئے جائیں تو اس میں بھی زکوۃ واجب ہوگی، اس لئے کہ جہیز وغیرہ ایک خود پیدا کردہ بیماری ہے، اس کی وجہ سے غرباء کو ان کے حق سے محروم کرنا کسی طرح قرین انصاف نہیں، البتہ اگر والدین لڑکیوں کو ان زیورات کا مالک بنا دیں اور واقعی ان کو دے دیں، پھر خود ان میں مالکانہ تصرف نہ کریں، تو اگر لڑکیاں نابالغہ ہوں، یا بالغہ ہوں لیکن ان کے پاس مقدار نصاب سونا یا چاندی نہ ہو، تو ان زیورات پر زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

حرام مال میں زکوۃ

سوال:- {1073} زید کے پاس کچھ رقم ہے جس میں اس کی جائز آمدنی بھی ہے اور بینک انٹرسٹ کی رقم بھی، اس مال پر زکوۃ ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

(رئیس احمد، جگتیال)

جواب:- اگر بینک انٹرسٹ کی رقم کا حساب محفوظ ہو کہ کتنی رقم بینک انٹرسٹ کی ہے، اور کتنی اس کی حلال کمائی کی؟ تو بینک انٹرسٹ کی رقم پوری کی پوری بلانیت ثواب غرباء پر تقسیم کر دینا واجب ہے،(۱) اور باقی حلال و جائز رقم کی زکوۃ ادا کرے گا، اور اگر اس رقم کا حساب ممکن نہ ہو، تو پھر پورے مال کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔(۲)

نیت پر صدقہ کا ثواب

سوال:- {1074} اگر کوئی آدمی نیت رکھتا ہو کہ وہ امیر و دولت مند ہوتا تو غریبوں کی مدد کرتا، بیواؤں، یتیموں اور قرض داروں کے کام آتا، تو کیا اپنے اس پکّے ارادہ کی وجہ سے اسے ان نیکیوں کا اجر حاصل ہوگا؟ کیونکہ احقر نے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں قحط پڑنے پر ایک آدمی نے مٹی کے ٹیلہ کو دیکھ کر کہا کہ اگر اتنا اناج ہوتا تو میں غریبوں میں بانٹ دیتا، تو نبی کے ذریعہ اس کو اتنے ثواب کی خوش خبری سنائی گئی۔

(عبداللہ، ٹولی چوکی)

---

(۱) "لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه" (رد المحتار: ۲۷۳/۵ كتاب الحظر و الإباحة ، فصل في البيع ، ط: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ پاکستان) " و يتصدق بلا نية الثواب إنما ينوى به براءة الذمة " (قواعد الفقه ، القواعد الفقهية: ص: ۱۱۵) مرتب۔

(۲) " لو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه و يورث عنه ... و هذا إذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل عنه يوفي دينه و إلا فلا زكاة ، كما لو كان الكل خبيثا ، و في الشافي عن القنية : لو كان الخبيث نصابا لا يلزمه الزكاة ؛ لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه " (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۱۷/۳-۲۱۸) محشی۔

جواب:- اللہ تعالیٰ کی بے پایاں شفقتوں اور رحمتوں میں سے یہ ہے کہ برائی کے محض ارادہ پر عذاب نہیں دیا جائے گا، لیکن نیکی کا انسان صرف ارادہ کر لے تو اس ارادہ پر اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"من همّ بحسنة ولم يعملها كتبت له حسنة" (۱)

''جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہ کر پایا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی''

لیکن ظاہر ہے کہ صدقہ دینے کا ثواب سات سو گنا ہے، اور صدقہ کے ارادہ کا ثواب ایک درجہ ہے، اس لئے عام قواعد شرع کے مطابق صدقہ دینے والے کا ثواب صدقہ کا ارادہ کرنے کے مقابلہ میں زیادہ ہوگا، یوں اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں، اگر چاہے تو اس سے زیادہ بھی عطا فرمادیں، اور یہ بھی ممکن ہے اگر ایک شخص اپنے فقر پر صابر ہو تو صبر کا اجر صدقہ سے بھی زیادہ بڑھ جائے۔

جہاں تک اس روایت کی بات ہے جس کا آپ نے ذکر کیا ہے تو امام غزالیؒ نے اس کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"إنّ رجلا مرّ بكثبان من رمل في مجاعة فقال في نفسه: لوكان هذا الرّمل طعاماً لقسمته بين الناس، فأوحى الله تعالىٰ إلى نبيّهم أن قل له إن الله قد قبل صدقتك وقد شكر حسن نيتك واعطاك ثواب مالو كان طعاما فتصدقت به" (۲)

'' ایک شخص ریت کے ڈھیر کے پاس سے قحط کے زمانہ میں گزرا، اس نے اپنے دل میں کہا: اگر یہ ریت غلہ ہوتا تو میں

---

(۱) صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۶۴۹۱، بـاب من هم بحسنة أو بسيئة، كتاب الرقاق، صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۳۳۷، باب: إذا هم العبد ...، كتاب الإيمان ۔ محشی ۔

(۲) احياء العلوم: ۴/۳۶۳۔

اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کرتا، اللہ تعالی نے ان کے نبی کے پاس وحی کی کہ ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالی نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا ہے، تمہارے نیت کی قدر دانی کی ہے، اور تمہیں اگر یہ کھانا ہوتا اور اسے صدقہ کر دیتے، تو اس کے برابر ثواب عطا فرمایا"

لیکن یہ کوئی مستند اور معتبر روایت نہیں، امام غزالی نے اس کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے۔(۱)

شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کا مال خرچ کرنا

سوال:- {1075} آج کل بعض عورتیں بہت ہٹ دھرمی پر کمر بستہ ہیں، گھر میں رکھا ہوا پیسہ شوہر کی اجازت کے بغیر غیر مرد کو دے رہی ہیں، کیا عورتوں کا یہ عمل درست ہے؟

(عبدالرؤف، بشارت نگر)

جواب:- اگر وہ پیسہ شوہر کا ہو، تو عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی اور شخص کو خواہ کوئی اجنبی ہو یا اس کا رشتہ دار، اور خواہ وہ ضرورت مند ہو یا نہ ہو، دینا جائز نہیں، حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ نہیں کر سکتی، عرض کیا گیا: کھانا بھی نہیں؟ فرمایا: وہ تو ہمارے اموال میں سب سے بہتر مال ہے۔" ذلك افضل أموالنا "(۲)

---

(۱) احیاء العلوم:۴/۳۶۳۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۳۵۶۵۔

اگر عورت اتنی معمولی مقدار خیر کے کام میں خرچ کرے کہ اگر شوہر کو معلوم ہو تو اسے گراں نہ گزرے، گویا ایک طرح سے اس کی طرف سے اجازت ہو، تو یہ درست ہے بہ شرطیکہ شوہر نے صراحۃً خرچ کرنے سے منع نہ کیا ہو اور ایسی صورت میں عورت کو اس کی نیت کا اجر ملے گا اور شوہر کو اس کے مال کا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک روایت میں بہ صراحت رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے۔(۱)

کیا حرم شریف میں ایک روپیہ کا صدقہ ایک لاکھ کے برابر ہے؟

سوال:- {1076} چونکہ حرم شریف میں ایک نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہوتی ہے، اس لئے اگر ایک شخص حرم شریف میں بیٹھ کر ہندوستان کے کسی یتیم خانہ کو اپنی ہندوستانی بینک کی چیک بک ہی سے ایک ہزار روپے کا کراس چک بذریعہ پوسٹ روانہ کردے تو کیا 10,00,00x1000=10,00,00,000 (دس کرور) روپیہ کے ثواب کی امید رکھی جاسکتی ہے، یا اس شخص کو ایک ہزار روپیہ ہندوستان سے اپنے ساتھ لے جاکر سعودی بنک کا ڈرافٹ بنا کر ہندوستان یتیم خانہ روانہ کرنا ہوگا؟ یا یہ کہ ایک ہزار ہندوستانی سکہ ریال میں تبدیل کرا کر سعودی میں خیرات کرنا ہوگا؟ شاید سعودی میں غریب لوگ نہ ملیں۔

(مصطفیٰ، بیدر)

---

(۱) " قال النبي ﷺ إذا أطعمت المرأة من بيت زوجها غير مفسدة لها أجرها و له مثله و للخازن مثل ذلك ، له بما كسب و لها بما أنفقت " عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها ، (صحيح البخاري ، حدیث نمبر:۱۴۴۰، باب أجر المرأة إذا تصدقت أو أطعمت من بيت زوجها غير مفسدة) محشی۔

جواب:- جہاں تک میرے علم میں ہے حرم میں جو ثواب بتایا گیا ہے، وہ نماز سے متعلق ہے، یعنی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے ثواب کے برابر حاصل ہوگا، (۱) صدقہ اور دوسرے نیکیوں کے بارے میں غالباً ایسا ارشاد موجود نہیں، حدیث کی مشہور کتاب ''جمع الفوائد'' میں جس میں حدیث کی پندرہ اہم کتابوں کی احادیث کو امام محمد بن سلیمان مغربیؒ (متوفی: ۱۰۹۰ھ) نے جمع کر دیا ہے، جو دس ہزار ایک سو ستائیس احادیث کا مجموعہ ہے، اہل علم کا خیال ہے کہ مسائل وفضائل سے متعلق قریب قریب تمام ہی معلوم ومعتبر احادیث اس میں جمع ہوگئی ہیں، اس کتاب میں درج ذیل نمبرات کی حدیثیں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں نماز کے خصوصی اور زیادہ اجر سے متعلق ہیں:

''حدیث نمبر:۳۷۸۳،عن أبي هريرة ﷺ،۳۷۸۵، عن عبد الله بن زبير ﷺ،۳۷۸۷،عن عبد الله بن زبير ﷺ،۳۷۸۸،عن جابر ﷺ،۳۷۸۹، عن عائشة رضى اللّه تعالى عنها ،۳۷۹۰،عن أبي سعيد الخدرى ﷺ،۳۷۹۱،عن أرقم ﷺ،۳۷۹۲، عن نس ﷺ''

ان تمام روایتوں میں نماز کی فضیلت بہ صراحت موجود ہے، دوسرے نیکیوں کا ذکر نہیں۔

بینک کی رقوم اموال ظاہرہ میں ہیں

سوال:- {1077} کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان

(۱) "أن رسول اللّه ﷺ قال : صلاة في مسجدي أفضل من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام، و صلاة في المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلاة فيما سواه" عن جابر ﷺ، (سنن ابن ماجة ،حديث نمبر:۱۴۰۶، باب ما جاء في فضل الصلاة في المسجد الحرام و مسجد النبي ﷺ) محشی۔

شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ بینک میں جمع کی
ہوئی رقم اموال ظاہرہ میں ہے؟ یا اموال باطنہ میں؟ اور کونسے
مال اموال ظاہرہ میں شمار ہوں گے اور کون سے مال اموال
باطنہ میں؟　　　(امتیاز عالم، پھلواری شریف، پٹنہ)

جواب:- فقہاء نے اموال کی دو قسمیں کی ہیں: ''اموال ظاہرہ'' اور ''اموال باطنہ''، موجودہ دور میں کون سے اموال ''اموال ظاہرہ'' میں شامل ہوں گے اور کون سے اموال ''اموال باطنہ'' میں، یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔

اموال ظاہرہ کی تعریف فقہاء نے ان الفاظ میں کی ہے، وہ مال جس کو حکومت حاصل کرے، یعنی چوپائے، کھیتی اور تجارت، اور اموال باطنہ کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ وہ مال جس کی وصولی حکومت کا حق نہ ہو، جیسے نقود و سکے وغیرہ، (۱) علامہ ابن عابدینؒ نے ''اموال ظاہرہ'' کا مصداق مویشی یعنی گائے، بکری اور اونٹ وغیرہ کو بتایا ہے اور اموالِ باطنہ سونا، چاندی اور اموالِ تجارت کو شمار کرایا ہے۔ (۲) نوٹ اور سکوں کے بارے میں جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ وہ سونے اور چاندی کا متبادل ہے اور تعامل بھی، اسی طرح جاری ہے، گویا نوٹ اور سکے سونے اور چاندی کے بدل ہیں، لہذا اس پر بھی زکوۃ واجب ہوگی، اور اس کو سونے اور چاندی کے قائم مقام سمجھا جائے گا، اس پر ائمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے سوائے حنابلہ کے، بعض لوگوں نے ان کی طرف زکوۃ واجب نہ ہونے کی نسبت کی ہے۔ (۳)

فقہاء کے یہاں سونے، چاندی کی طرح یہ نوٹ اور سکے بھی اموال باطنہ میں سے ہیں، جب کہ آج کے دور میں رقوم کی حفاظت کا ایک بالکل نیا نظام بینکنگ نظام کی صورت میں روبہ عمل

---

(۱) لغة الفقهاء، ص: ۳۹۷۔
(۲) رد المحتار: ۲/۳۸-۳۹۔
(۳) الفقه على المذاهب الأبعة: ۱/۶۰۵۔

آچکا ہے، پس سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ حالات میں بھی یہ نوٹ اور سکے اموال باطنہ میں شمار کیے جائیں گے، اور اس کی زکوۃ اپنے تئیں ادا کی جائے گی، یا ان کا شمار اموال ظاہرہ میں ہوگا، اور اس کو وصول کرنے کا حق بیت المال کو ہوگا؟

یہاں اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ تقسیم کہ اموال ظاہرہ کی زکوۃ بیت المال میں ادا کی جائے گی اور اموال باطنہ کی بطور خود ادا کی جائے، ابتداءً نہیں تھی، جیسا کہ شمس الأئمہ نے تصریح کی ہے کہ اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ ایک ہی درجہ میں تھے، حضور ﷺ کے زمانہ میں اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت تک عامل زکوۃ ہی زکوۃ وصول کرتا تھا، (۱) مگر ہر طرح کے مال کی زکوۃ وصول کرنے میں مشقت تھی اس لیے لوگوں کو اندرون خانہ دولت کی تلاشی لینی پڑتی اور نجی معاملات میں مداخلت کی نوبت آتی، اس لیے اموال ظاہرہ مویشی وغیرہ جن کی بابت تحقیق مشکل نہ تھی، زکوۃ وصول کرنے کا حق عاملین کو دیا گیا، اور اموال باطنہ کی زکوۃ کی ادائیگی خود مالکین کو سپرد کر دی گئی، اس سلسلہ میں علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں، جو خاص طور پر قابل مطالعہ ہے

> ''مال تجارت کی زکوۃ کے مطالبہ کا حق بھی سلطان کو ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ اس کی زکوۃ بھی وصول کرتے تھے، آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور تک بھی یہی معمول تھا، جب حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مال کی زیادتی ہوگئی اور انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ اموال زکوۃ کی جستجو میں ارباب مال کے لیے مزید ضرر و نقصان ہے، تو تقاضائے مصلحت سمجھا کہ اداء زکوۃ کی ذمہ داری خود ارباب مال کو سپرد کر دی جائے اور اس پر صحابہؓ کا اجماع ہوگیا، گویا کہ مال والے

(۱) المبسوط: ۲/۱۷۰-۱۶۹۔

امام کی جانب سے وکلاء ہوگئے ، پس کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ
انہوں نے فرمایا جس شخص پر دین ہو تو اسے چاہئے کہ صاحب
مال اپنی زکوۃ خود ادا کرے اور بقیہ مال چھوڑ دے ، گویا یہ اداء
زکوۃ کا وکیل ہوا، پس اس کی وجہ سے امام کے زکوۃ وصول کرنے
کا حق ختم نہیں ہوتا'' (۱)

اس طرح غور کیا جائے کہ وہ اموال باطنہ جن کو تاجر ساتھ لے کر شہر کی چوکیوں سے گزرتا ہو، فقہاء نے ان کو اموال ظاہرہ کے حکم میں رکھ کر ان کی زکوۃ واجب قرار دی ہے ، فی زمانہ بینکنگ نظام قائم ہے، جہاں لوگوں کے سرمائے کا بڑا حصہ محفوظ رکھا جاتا ہے،اور روپے کی مقدار کا پتہ لگانا آسان ہوتا ہے، اس کے لیے نہ خانہ تلاشی کی ضرورت پڑتی ہے ، نہ نجی امور میں مداخلت کی ، اس لیے وہ رقوم جو بینکوں میں جمع ہوں یا تجارت گاہوں میں مصروف ہوں ، ان کا شمار اموالِ ظاہرہ میں ہونا چاہئے ،اس لیے کہ جس علت کی بناء پر اسے اموال باطنہ میں شمار کیا گیا تھا ، وہ علت ختم ہو چکی ہے ، لہذا مسلم ممالک میں جہاں سرکاری طور پر زکوۃ کی وصولی کا نظام اور بیت المال قائم ہے سرکاری عاملین کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ مویشیوں اور کھیت کی پیدا واروں کی طرح اموال تجارت اور بینک وغیرہ کی جمع دولت کی زکوۃ بھی وصول کیا کریں ۔ ھذا ما عندی ، واللہ اعلم باصواب ۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

---

(۱) بدائع الصنائع:۲/۷۔

جانوروں کی زکوۃ

بکریوں اور مرغیوں کی زکوۃ

سوال:- {1078} اگر کوئی شخص بکریوں یا مرغیوں کی تجارت کرتا ہو، تو کیا اسے مرغیوں اور بکریوں کی زکوۃ دینی ضروری ہے؟ (سید حفیظ الرحمٰن، نظام آباد)

جواب:- تجارت جس چیز کی بھی کی جائے اس میں زکوۃ واجب ہے، اس لئے تجارت کی بکریوں اور مرغیوں میں زکوۃ واجب ہوگی، (۱) البتہ یہ وضاحت مناسب ہوگی کہ اگر کسی نے

---

(۱) " أما شروط وجوبها ... و منها كون النصاب ناميا حقيقة بالتوالد و التناسل و التجارة ألخ " (الفتاوى الهندية : ۱/۱۷۴)۔

" هي الراعية المكتفية بالرعى في أكثر العام لقصد الدر و النسل و الزيادة و السمن ، لكن في البدائع : لو أسامها للحم فلا زكوة فيها كما لو أسامها للجمل و الركوب ، و لو للتجارة ففيها زكوة التجارة "(الدر المختار على هامش رد المحتار : ۳/۱۹۷، باب السائمة)محشی۔

بکریوں کا فارم قائم کیا ہو اور اس کی افزائش کرتا ہو، تب تو زکوۃ اس میں اس شرح سے واجب ہوگی جو جانوروں کے سلسلے میں مقرر کی گئی ہے، اور اگر خود بکریوں کی افزائش نہ کرتا ہو، بلکہ خرید وفرخت کرتا ہو تو اس میں زکوۃ مالِ تجارت کی شرح، یعنی ڈھائی فیصد کے حساب سے واجب ہوگی، خواہ یہ ڈھائی فیصد مرغیاں اور بکریاں ہی مستحقین کو دے دے، یا ان کی قیمت لگا کر قیمت میں سے ڈھائی فیصد ادا کر دے۔

عشر کا بیان

زرعی پیداوار میں عشر

سوال:- {1079} آج کل زرائی پیداوار میں عشر نکالنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا ، اس سلسلہ میں بتائیں کہ کن پیداواروں میں عشر واجب ہوتا ہے؟ ہندوستان کی زمینوں کا کیا حکم ہے؟ اور بٹائی پر لگی ہوئی زمین کا عشر کس پر واجب ہوگا؟ ـــــ امید کہ عشر سے متعلق ضروری مسائل کی رہنمائی فرمائیں گے۔ (سید سیف اللہ، گلشن اقبال کالونی، حیدرآباد)

جواب:- ١) زمین کی تمام پیداوار میں عشر واجب ہے، ایسی کاشت جس کی پیداوار انسانوں کے کھانے کے کام میں نہ آتی ہو یا ایسے درخت جن کے پھل نہ کھائے جاتے ہوں، لیکن معاشی نقطۂ نظر سے ان کی کاشت کی جاتی ہو، جیسے گھاس اور بانس، پیپر منٹ، کیوڑہ وغیرہ، تو ان میں بھی عشر واجب ہوگا۔(۱)

---

(۱) الفتاوی التاتار خانیة:۲/۳۲۴۔

۲) اس مقصد کے لیے روئی اور گلاب کے پودے لگائے جائیں تو ان کی فصل پر بھی عشر واجب ہے۔(۱)

۳) عشری زمینوں کے شہد میں بھی عشر واجب ہے،(۲) اگرچہ وہ تجارت کی غرض سے جمع کیا گیا ہو، البتہ اگر تجارت کی نیت سے خرید کیا ہو، تو پھر ڈھائی فیصد کے لحاظ سے زکوۃ واجب ہوگی۔

۴) ہندوستان کی زمینوں کے بارے میں علماء کا خیال ہے کہ یہ عشری ہیں اور ان کی پیداوار میں عشر ادا کیا جانا چاہئے۔(۳)

۵) جو زمین بٹائی پر لگی ہو تو مالکِ زمین اور کاشت کار اپنے اپنے حصۂ پیداوار کا عشر ادا کریں گے۔(۴)

۶) زمین کرائے پر لگائی گئی ہو، تو پیداوار اور پٹہ دار پر عشر واجب ہوگا۔(۵)

۷) پھل نکل آنے کے بعد اگر پیشگی عشر ادا کردے تو ایسا کرنا جائز ہے۔(۶)

۸) عشر نکالنے کے بعد ہی پیداوار استعمال کرنی چاہئے۔(۷)

۹) عشر واجب ہونے کے لیے پیداوار کا کوئی نصاب مقرر نہیں، کم وبیش جو بھی پیداوار ہو عشر واجب ہوگا۔(۸)

---

(۱) الفتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندية :۲/۲۷۶۔
(۲) دیکھئے: فتح القدير :۲/۱۹۱۔
(۳) كتاب العشر والزكوة :ص:۶۰-۱۰۹۔
(۴) بدائع الصنائع :۲/۵۶۔
(۵) رد المحتار :۲/۲۵۵۔
(۶) بدائع الصنائع :۲/۶۵۔
(۷) الدر المختار على هامش رد المحتار:۲/۲۵۳۔
(۸) الهداية مع الفتح:۲/۱۸۶۔

۱۰) جو زمین پورے سال یا سال کے اکثر حصہ میں قدرتی پانی سے سیراب ہوتی ہو تو اس میں دسواں حصہ عشر ہوگا، اور جس زمین کو پورے سال یا سال کے اکثر حصہ اپنی محنت سے سیراب کرنا پڑتا ہو اس میں بیسواں حصہ واجب ہوگا۔(۱)

۱۱) کھیتی پر جو دوسرے اخراجات ہل، بیل، مزدوری، نگرانی وغیرہ کے آئے ہوں وہ منہا نہیں کیے جائیں گے۔(۲)

۱۲) قرض اور دَین بھی عشر سے منہا نہیں کیا جائے گا،کل پیداوار پر عشر واجب ہوگا۔(۳)

انگور میں زکوۃ

سوال:- {1080} کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

انگور کا باغ جس کے تین حصہ دار ہیں اور یہ باغ جس کو باؤلی کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، اس کی زکوۃ کس طرح واجب ہوگی، ہر حصہ دار پر اپنے حصہ کی زکوۃ ہوگی یا کل فصل پر زکوۃ واجب ہوگی، جب کہ اس میں ایک حصہ دار غیر مسلم بھی ہے، براہ کرم اس معاملہ میں رہنمائی فرمایا جائے تو مناسب ہے، گزشتہ سال کی نکلی ہوئی کچھ رقم اگر زائد نکل گئی ہو تو کیا اس رقم کو اس سال کی زکوۃ میں شامل کیا جاسکتا ہے؟

(منیر الحق، کولکتہ)

جواب:- اگر قدرتی پانی سے انگور سیراب نہیں کیا گیا، بلکہ باؤلی وغیرہ سے سیراب کیا

(۱) سنن ابن ماجة :۱/۱۳۰۔

(۲) بدائع الصنائع :۲/۶۲۔

(۳) بدائع الصنائع :۲/۵۷۔

گیا اور اس میں اخراجات ہوئے تو بیسواں حصہ یعنی پانچ فیصد زکوۃ نکالی جائے گی، (۱) زکوۃ ہر حصہ دار پر اپنے حصہ میں واجب ہوگی، گزشتہ سال اگر عشر میں کچھ زیادہ نکل گیا تو اس سال اس کا حساب زکوۃ میں نہیں کیا جائے گا، (۲) البتہ اگر کھیتی کے علاوہ کوئی اور سامان، نقد روپیہ، یا سونا چاندی وغیرہ تھا، اس کی زکوۃ اس طرح سے دیدی، تو اس کا شمار زکوۃ ہی میں ہوگا، اور امسال زکوۃ نکالتے ہوئے اس کا حساب کیا جائے گا، (۳) غیر مسلموں پر عشر و زکوۃ واجب نہیں۔ واللہ أعلم بالصواب۔

(۱) "وماسقي بالدولاب والدالية ففيه نصف العشر" (الفتاوى الهندية:۱/۱۸۶)

(۲) "فلو عجل قبل الزرع لايجوز" (الفتاوى الهندية:۱/۱۸۶)

(۳) "ولو عجل ذو نصاب زكاته لسنين أو لنصب صح" (الدر المختار على هامش رد المحتار:۳/۲۲۰، باب زكاة الغنم) محشی۔

صدقۃ الفطر کے احکام

صدقۃ الفطر کا وجوب

سوال:- {1081} صدقۃ الفطر واجب ہے یا مستحب؟
قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔ (نصر عالم، ورنگل)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ کی گلی کوچوں میں اپنے منادی کے ذریعہ اعلان کرایا کہ صدقۃ الفطر ہر مسلمان پر واجب ہے، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، بالغ ہو یا نابالغ، (۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت منقول ہے، (۲) حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خطبۂ عید الاضحیٰ میں اس کی ہدایت فرمائی، (۳) بلکہ سعید بن مسیبؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کہا کرتے تھے کہ آیت قرآنی

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶، کتاب الزکوۃ، باب ماجاء في صدقة الفطر۔
(۲) حوالۂ سابق
(۳) بدائع الصنائع :۶۹/۲۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ (۱) میں ''تزکیٰ'' سے یہی صدقۃ الفطر مراد ہے۔ (۲)
چنانچہ عام فقہاء نے صدقۃ الفطر کو زکوۃ ہی کی طرح فرض قرار دیا ہے، بلکہ ابن قدامہؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، (۳) البتہ چوں کہ اس کی فرضیت قرآن یا متواتر حدیث سے ثابت نہیں، اس لیے احناف اس کو واجب قرار دیتے ہیں، نہ کہ فرض، (۴) غرض صدقۃ الفطر کے ضروری ہونے پر تمام ہی فقہاء و محدثین کا اتفاق ہے۔

ادائیگی کا وقت

سوال:- {1082} صدقۃ الفطر کب نکالا جائے؟ اگر عید کے دن نہ نکال پائے تو کیا بعد میں ادا کرنا واجب ہے؟

(حمید اللہ، چینئی)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عمرو ﷛ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید کے دن نماز کو جانے سے پہلے صدقۃ الفطر نکالنے کا حکم فرماتے تھے، (۵) اس بات کے مستحب ہونے پر سبھوں کا اتفاق ہے، لیکن صدقۃ الفطر کتنا پہلے نکالا جا سکتا ہے؟ اس میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک دو سال پہلے ادا کر دے تو بھی جائز ہے، (۶) حنابلہ کے یہاں ایک دو روز پہلے اور شوافع کے یہاں رمضان المبارک شروع ہونے کے بعد ادا کیا جا سکتا ہے۔ (۷)

---

(۱) الأعلى : ۱۴۔
(۲) المغنی : ۲/۳۵۱۔
(۳) حوالۂ سابق
(۴) بدائع الصنائع : ۲/۶۹۔
(۵) "أن رسول الله ﷺ كان يأمر بإخراج الزكاة قبل الغدو لصلاة يوم الفطر" عن ابن عمر ﷛ (الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۷۷، کتاب الزکوۃ)
(۶) عمدۃ القاری : ۹/۱۰۸۔
(۷) المغنی : ۲/۳۵۸۔

اگر عید کا دن گزر گیا اور صدقۃ ادا نہیں کیا تو صدقہ معاف نہیں ہوا، زندگی میں کبھی بھی ادا کرلے،(۱) البتہ جہاں تک ممکن ہو عجلت کرے۔

فطرہ کن لوگوں پر واجب ہے؟

سوال:- {1083} فطرہ کن لوگوں پر واجب ہے اور کن لوگوں کی طرف سے نکالنا چاہئے؟ کیا دو چار مہینہ کے بچہ کا بھی فطرہ دینا پڑے گا؟ (حافظ محمد نصیر بن سالم، نرمل)

جواب:- عاقل و بالغ مسلمان جو عید الفطر کے دن اپنی بنیادی ضروریات یعنی رہائشی مکان، استعمال کے کپڑے، گاڑی وغیرہ کے علاوہ چھ سو بارہ گرام چاندی کی قیمت کا مالک ہو، اس پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے،(۲) اور اپنے بچوں کی طرف سے بھی،(۳) عید کی صبح جو بچے رہے ہوں ان کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر نکالنا واجب ہے، چاہے وہ چند گھنٹے ہی کے کیوں نہ ہوں۔

مالدار ہونے کا معیار

سوال:- {1084} صدقۃ الفطر کن لوگوں پر واجب ہے؟ مالدار ہونے کا معیار کیا ہے؟ کسی کے ذمہ صدقۃ الفطر واجب ہونے کے بعد اگر کسی وجہ سے اس کی جائداد برباد ہوجائے تو کیا اس پر صدقۃ الفطر کا وجوب باقی رہتا ہے؟

(ام النساء پروین، فتح دروازہ، حیدرآباد)

---

(۱) بدائع الصنائع :۲/۶۹۔
(۲) الفتاوی الهندية :۱/۱۹۱۔ محشی۔
(۳) الفتاوی الهندية :۱/۱۹۲۔ محشی۔

جواب:- صدقۃ الفطر واجب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص مسلمان ہو، البتہ بالغ اور صحیح العقل ہونا ضروری نہیں، نابالغ یا فاتر العقل ہو لیکن صاحب ثروت ہو تو اس کا ولی اس کے پیسوں سے اس کا صدقہ ادا کرے گا، (۱) ہاں مالدار ہو، مالدار ہونے کا معیار کیا ہوگا؟ اس میں فقہاء کی رائیں مختلف ہیں، اکثر فقہاء کا خیال ہے کہ جس کے پاس ایک دن ورات کی خوراک کے علاوہ اتنی مقدار موجود ہو کہ صدقۃ الفطر ادا کر سکے، اسے صدقہ ادا کرنا ہوگا (۲) حنفیہ کی رائے ہے کہ جس کے پاس بنیادی ضروریات (حوائج اصلیہ) رہائشی مکان، سامان خورد ونوش، استعمالی کپڑے کے علاوہ کرایہ کے مکانات، زمین، رکھے ہوئے کپڑے، فاضل اجناس، سونا، چاندی یا رقم اتنی مقدار میں ہو کہ ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کو پہنچ جائے تو ان پر صدقۃ الفطر واجب ہوگا، (۳) اگر بروقت صدقہ ادا نہیں کیا اور بعد کو محتاج ہو گیا تو صدقہ معاف نہیں ہوگا بلکہ اس کے ذمہ باقی رہے گا۔ (۴)

بیوی کا صدقۃ الفطر کون نکالے گا؟

سوال:- {1085} صدقۃ الفطر کن کن لوگوں کی طرف سے نکالنا ضروری ہے؟ یتیم بچوں کا صدقۃ الفطر کس پر واجب ہوتا ہے؟ (آفرین محمود، امیر پیٹ)

جواب:- صدقۂ فطر ان تمام لوگوں کی طرف سے نکالنا ضروری ہے جو آدمی کے زیر پرورش ہوں اور اس پر اس کو پوری ''ولایت'' حاصل ہو، اس میں نابالغ محتاج لڑکے لڑکیاں دونوں داخل ہیں، صحیح العقل بالغ لڑکے، گو محتاج واپاہج ہوں، بے روزگار ہوں، باپ پر ان کا

---

(۱) بدائع الصنائع:۲/۶۹۔
(۲) المغنی:۲/۳۵۹۔
(۳) الفتاوی الهندیة :۱/۱۹۱۔
(۴) بدائع الصنائع:۲/۶۹۔

صدقہ نکالنا ضروری نہیں ،یتیم پوتے پوتیوں اور نواسے اور نواسیوں کا صدقہ بھی دادا، نانا کے ذمہ نہیں ہے،(۱) مگر بعض فقہاء نے باپ نہ ہوتو ان کو صدقۂ فطر ادا کرنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے، اس لیے احتیاط ان کی طرف سے بھی صدقہ ادا کرنے میں ہے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے ہاں شوہر کو بیوی کا صدقہ نکالنا چاہیے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیویاں اپنا صدقہ خود نکالیں گی، اس لیے کہ یہ بھی ایک طرح کی زکوۃ ہے اور عورتوں کو خود اپنی زکوۃ ادا کرنی ہوتی ہے،(۲) مگر میرا خیال ہے کہ ہندوستان کے موجودہ معاشرہ میں معاشی اعتبار سے زوجین جس طرح ایک دوسرے کی املاک میں تصرف کرتے ہیں اس کے تحت عام طور پر دونوں کی جائداد میں کوئی تشخص اور امتیاز نہیں رہتا، اس لیے ان حالات میں شوہروں کو بیویوں کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر ادا کر دینا چاہیے۔

صدقۃ الفطر کن پر اور کن کی طرف سے؟

سوال:- {1086} صدقۃ الفطر کن پر واجب ہے اور کن لوگوں کی طرف سے صدقہ دینا ہے؟ گھر میں جو کام کرنے والے خادم اور خادمہ ہوتے ہیں، کیا ان کی طرف سے بھی فطرہ ادا کرنا ہوگا؟ (عبدالرشید، سکندرآباد)

جواب:- جن لوگوں کے پاس اپنی بنیادی ضروریات (جس مین قرض بھی داخل ہے) کے علاوہ ۶۱۲/گرام چاندی، یا اس کی قیمت کا کوئی سامان موجود ہو، ان پر صدقۃ الفطر واجب ہے، زکوۃ اور صدقۃ الفطر میں یہی فرق ہے کہ زکوۃ سونا، چاندی، روپے، مالِ تجارت اور کچھ مخصوص اموال ہی میں واجب ہوتی ہے، کرایہ کے مکان، کرایہ کی گاڑی میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی، لیکن

---

(۱) بدائع الصنائع:۲/۷۰-۷۱۔

(۲) المغنی:۳/۵۹-۶۰۔

صدقۃ الفطر واجب ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں، رہائشی مکان کے علاوہ مکان، استعمالی گاڑی کے علاوہ گاڑی، ضرورت سے زیادہ ملبوسات اور ظروف وغیرہ اموال میں زکوۃ نہیں ہیں، لیکن اگر یہ ۶۱۲/ گرام چاندی کی قیمت کو پہونچ جائے تو صدقۃ الفطر واجب ہو جائے گا:

" تجب ... على كل حر مسلم ... ذي نصاب فاضل عن حاجته الأصلية كدينه وحوائج عياله ، وإن لم ينم " (۱)

صدقۃ الفطر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے، اگر بچے بالغ ہوں، لیکن فاتر العقل ہوں، تو ان کی طرف سے بھی فطرہ ادا کرنا واجب ہے، اگر بچے خود صاحبِ ثروت ہوں، تو ولی خود ان کے مال میں سے فطرہ ادا کر سکتا ہے، اور اگر وہ خود صاحبِ ثروت نہ ہوں تو ولی اپنے مال میں سے ادا کرے گا، بیوی اور بالغ صحیح العقل اولاد کی طرف سے فطرہ ادا کردے تو استحساناً ادا ہو جائے گا: " ولو أدى عنهما بلا إذن اجزأ استحسانا "(۲)

زرخرید غلام جو خدمت کے لئے لیا جائے، اس کی جانب سے فطرہ ادا کرنا واجب ہے، موجودہ زمانہ میں جو خدام کام کرتے ہیں وہ غلام نہیں، بلکہ اجیر و مزدور ہیں، اس لئے ان کی طرف سے فطرہ ادا کرنا واجب نہیں، تاہم اگر احتیاطاً ادا کر ہی دیا جائے تو کچھ حرج نہیں، بلکہ باعثِ اجر ہے۔

واجب ہونے کا وقت

سوال:- {1087} صدقۃ الفطر واجب ہونے کا وقت کیا ہے؟ اگر بچہ عید الفطر کی رات پیدا ہو یا کسی کا اسی رات

(۱) رد المحتار :۳/۳۱۲۔
(۲) الدر المختار على هامش الرد :۳/۳۱۷۔

انتقال ہو جائے تو صدقۃ الفطر واجب ہونے اور نہ ہونے میں کیا تفصیل ہے؟ (عبدالعزیز، سکندرآباد)

جواب:- صدقۃ الفطر واجب ہونے کے وقت میں بھی اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عید الفطر کی صبح صادق کے وقت جو موجود ہے اس کا صدقہ واجب ہوگا، رات میں بچہ پیدا ہو تو صدقۃ الفطر ادا کرے گا، رات میں انتقال ہوگیا تو اس کی طرف سے صدقہ ادا نہیں کرے گا، امام شافعیؒ نے اس کے لیے رمضان المبارک کی آخری تاریخ کے غروب آفتاب کے وقت کو معیار بنایا ہے، جو بچے اس وقت موجود رہے ہوں، ان کا صدقہ واجب ہے، اگر شب میں کسی کا انتقال ہو جائے تو ان کا صدقہ نکالا جائے، اور جو بچے رات میں پیدا ہوں، اس عید میں ان کا صدقۃ الفطر نہیں۔(۱)

صدقۃ الفطر کی مقدار

سوال:- {1088} اگر صدقۃ الفطر غلہ و اناج کے ذریعہ نکالنا ہو تو اس کی مقدار کیا ہونی چاہئے؟ اس سلسلہ میں کوئی اصول ہو تو اس کی طرف بھی رہنمائی فرمائیں۔

(محمد سعادت، سعیدآباد)

جواب:- کھجور، کشمش، جو یا گیہوں کے علاوہ کسی اور خوردنی شئی کے ذریعہ صدقۃ الفطر نکالا جائے تو ایک ''صاع'' نکالنا ہوگا، حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ تھے تو ہم ایک صاع غلہ کے ذریعہ صدقۃ الفطر نکالا کرتے تھے، (۲) اس حدیث

---

(۱) ملخصاً: بدائع الصنائع :۲/۷۴۔

(۲) "كنا نخرج زكوة الفطر إذا كان فينا رسول الله ﷺ صاعا من طعام ألخ" عن أبي سعيد الخدري ؓ ، (الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۶۷۳، کتاب الزکوة ، باب ماجاء في صدقة الفطر) محشی۔

میں جو عموم ہے اس کے تحت مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کا خیال ہے کہ گیہوں سے بھی ایک صاع صدقۃ الفطر ادا کیا جائے گا، (۱) حنفیہ کی رائے ہے کہ گیہوں نصف صاع اور دوسری اشیاء ایک صاع نکالی جائیں گی، اس لیے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷜ کی روایت میں ''دو مد'' گیہوں کو صدقہ قرار دیا گیا ہے، (۲) اور دو مد کا ماپ آدھا صاع ہوتا ہے، امام طحاویؒ نے بھی اسی مضمون کی حدیث ثعلبہ ﷜ سے نقل کی اور مختلف صحابہ ﷡ اور تابعینؒ کے آثار بھی اسی کے مطابق نقل کیے ہیں، (۳) البتہ کھجور، کشمش، اور جو یا پنیر (جن کا حدیث میں ذکر ملتا ہے) کے علاوہ جن اشیاء کے ذریعہ صدقہ نکالنا ہو، ان میں نصف صاع گیہوں کی قیمت کا لحاظ رکھا جائے، اور وہی قیمت یا اسی قیمت کا سامان صدقہ کیا جائے، (۴) گیہوں کے آٹا اور ستو میں بھی صدقہ کی مقدار نصف صاع ہے۔ (۵)

فطرہ کی مقدار —— حنفی اور شافعی نقطۂ نظر

سوال:- {1089} صدقۃ الفطر کی کیا مقدار ہے؟ مہربانی کرکے احناف کے ساتھ ساتھ شوافع کی رائے بھی بیان فرمائیں، کیونکہ حیدر آباد میں بہت سے لوگ شوافع مسلک کے بھی ہیں۔ (سالم بن علی، کنگ کوٹھی)

جواب:- حنفیہ کے نزدیک صدقۃ الفطر کی مقدار رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مروجہ اوزان کے اعتبار سے نصف صاع گیہوں ہے، نصف صاع گیہوں کی مقدار قدیم اوزان کے

---

(۱) بدائع الصنائع :۲/۷۲۔

(۲) حوالۂ سابق

(۳) شرح معاني الآثار ، باب مقدار صدقة الفطر :۱/۳۵۲-۳۵۳۔ مرتب۔

(۴) الفتاوی الهندية:۱/۱۹۱۔

(۵) الدر المختار علی هامش رد: ۲/۷۶۔

اعتبار سے مفتی محمد شفیعؒ نے ۱۳۶/تولہ ۶/ ماشہ بتائی ہے،(۱) میں نے بعض ماہرین ریاضی وزیور فروش تاجروں سے ربط قائم کیا تو ان حضرات نے جدید مروجہ اوزان میں اس کی مقدار کچھ ملی گرام کم ایک کیلو پانچ سونوے گرام بتائیں، اس لئے سمجھنا چاہئے کہ حنفیہ کی رائے پر ایک کیلو پانچ سونوے گرام گیہوں، یا اس کی قیمت صدقۃ الفطر کے طور پر واجب ہے، شوافع کے نزدیک صدقۃ الفطر ایک صاع واجب ہے، اور ان کے نزدیک حجازی اوزان کے لحاظ سے صاع کی مقدار معتبر ہے، جدید اوزان میں یہ مقدار دو کیلو سات سو اکاون گرام ہوتی ہے،(۲) اور یہ بات ذہن میں رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو گیہوں یا اس کی قیمت دونوں دیے جاسکتے ہیں، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک گیہوں ہی دینا واجب ہے، اس کی قیمت کا ادا کرنا کافی نہیں۔

گیہوں سے اوسط درجہ کا گیہوں مراد ہوتا ہے، جسے آدمی خود استعمال کرتا ہو، اور گیہوں کی قیمت میں کھلے بازار کی قیمت معتبر ہوگی، راشنگ قیمت کا اعتبار نہیں۔

فطرہ کی مقدار موجودہ اوزان میں

سوال:- {1090} صدقۃ الفطر کی صحیح مقدار موجودہ اوزان میں کیا ہے؟ اس سلسلہ میں تحقیقی جواب اور علماء ہند کی آراء مطلوب ہے۔ (محمد عامر، ٹولی چوکی)

جواب:- ''صاع'' کی فقہاء نے دو قسمیں ذکر کی ہیں، عراقی اور حجازی، صاع عراقی ۸/رطل اور حجازی ۱/۳-۵ رطل کا ہوتا ہے، احناف کے یہاں ''صاع عراقی'' اور مالکیہ کے یہاں ''صاع حجازی'' کا اعتبار ہے،(۳) گرچہ اختلاف بہت سی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے، مگر درحقیقت کوئی اختلاف نہیں اصل میں عراقی اور حجازی میں خود رطل کی مقدار میں فرق

(۱) جواہر الفقہ: ۱/۴۲۸۔
(۲) دیکھئے: الفقہ الإسلامی و أدلتہ: ۲/۹۱۱۔
(۳) رحمۃ الأمۃ: ص: ۱۱۰۔

ہے، حجاز میں رطل ۳۰ ؍استار کا ہوتا ہے، اور عراق میں ۲۰ ؍استار کا ہوتا ہے، علامہ شامیؒ کا بیان ہے کہ اس لحاظ سے ان دونوں پیمانوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا (۱) پس صحیح یہی ہے کہ محض تعبیر کا فرق ہے، کوئی حقیقی فرق نہیں۔

علامہ شامیؒ نے درہم، مثقال، استار، اور مد کے ذریعہ صاع کی جو مقدار ہونی چاہئے، اس کی تعیین فرمائی ہے، (۲) درہم کے اعتبار سے ایک صاع کی مقدار ایک ہزار چالیس درہم ہوتی ہے، (۳) درہم کی مقدار متعین کرنے میں علماء ہند کے درمیان جو اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس کا ذکر اس سے پہلے چاندی اور سونے کے نصاب میں کیا جا چکا ہے، مولانا مونگیری، مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ وغیرہ جن لوگوں نے چار جو کو ایک رتی مانا ہے، ان کے نزدیک صدقۃ الفطر کی مقدار یعنی آدھا صاع ۹۴ ؍تولہ ۹ ؍ماشہ اور ۴۳ ؍رتی قرار پاتا ہے۔ (۴)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مثقال اور درہم کے لحاظ سے صاع کی تعیین کی ہے، مثقال کے اعتبار سے نصف صاع ایک سو پینتیس (۱۳۵) تولہ اور درہم کے لحاظ سے ایک سو چھتیس (۱۳۶) تولہ چھ ماشہ ہوتا ہے، (۵) اس طرح درہم کے لحاظ سے صدقۃ الفطر کے لیے گیہوں کی مقدار اسی تولہ کے سیر سے ڈیڑھ سیر تین چھٹانگ ڈیڑھ تولہ ہوتی ہے، (۶) لیکن جیسا کہ نصاب زکوۃ کے سلسلہ میں گذر چکا ہے، یہ یا کسی حساب کو اس سلسلہ میں قطعی اور آخری قرار دینا صحیح نہ ہوگا، موجودہ دور کے علماء میں مفتی رشید احمدؒ صاحب نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ''بسط الباع'' کے نام سے لکھا ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس مسئلہ پر بحث کی ہے، مفتی صاحب کی

---

(۱) رد المحتار: ۷۶/۲۔

(۲) حوالہ سابق

(۳) حوالہ سابق

(۴) تحفة الصوفية: ص: ۴۴۔

(۵) جواہر الفقہ: ۴۲۶/۱۔

(۶) حوالۂ سابق: ۴۲۷/۱۔

تحقیق کے مطابق صاع کی مقدار مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی مقدار سے زیادہ ہوتی ہے، یعنی ایک سو بانوے (۱۹۲) تولے سے بھی کچھ زیادہ، اس طرح نصف صاع کی مقدار جدید اوزان میں اس طرح ہوتی ہے۔

مولانا فرنگی محلیؒ	۹۴ر تولہ ۹ر ماشہ ۴ر رتی	:۱۰۶،۱ کلوگرام (۱)
مفتی محمد شفیع صاحبؒ	۱۳۶ر تولہ ۶ر ماشہ (۲)	:۵۹۰،۱ کلوگرام (۳)
مفتی رشید احمد صاحب	۱۹۲ر تولہ سے زیادہ	:۲۵،۲ کلوگرام (۴)

ہندوستان کے اکثر ارباب افتاء کی رائے مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی رائے سے قریب ہے۔ (۴)

صدقۃ الفطر نماز عید کے پہلے یا بعد؟

سوال:- {1091} عید کی نماز سے پہلے فطرہ دینا افضل ہے یا نماز کے بعد؟ (سید حفیظ الرحمان، نظام آباد)

جواب:- فطرہ کا مقصد اپنے غریب بھائیوں کو عید کی خوشی میں شریک کرنا ہے، یہ مقصد اس وقت حاصل ہو سکتا ہے، جب عید سے پہلے بلکہ رمضان المبارک ہی میں فطرہ ادا کر دیا جائے، اس لئے نہ صرف نماز عید بلکہ عید کے دن سے بھی پہلے صدقۃ الفطر ادا کر دینا افضل ہے،

---

(۱) تحفة الصوفية: ص:۴۴۔

(۲) جواہر الفقہ: ۱/۴۲۸، رسالہ "اوزان شرعیہ"

(۳) راقم الحروف نے متعدد ماہرین ریاضی و زیور فروش تاجروں سے ربط قائم کیا، ان حضرات نے ۷۰۰، ۸۹-۵ر گرام بتایا، میں نے کسر کو پورا کر کے کل پانچ سو گرام لکھا ہے۔

(۴) احسن الفتاوی: ۴/۴۰۶۔

(۵) ملاحظہ ہو: فتاوی دار العلوم: ۶/۳۲۴، (مفتی عزیز الرحمن عثمانی)، فتاوی رضویہ: ۴/۴۹۴، (مولانا احمد رضا خاں صاحب) کفایت المفتی: ۴/۲۹۲، (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ)

اگر پہلے ادا نہ کر سکا ہو، تب بھی ذمہ میں واجب رہتا ہے، عید کے بعد ادا کر دینا ضروری ہے، البتہ ایسی صورت میں اجر کم ہوگا۔(۱)

عید اور رمضان المبارک سے پہلے صدقۃ الفطر

سوال:- {1092} کیا صدقۃ الفطر عید کے دن سے پہلے ہی دے سکتے ہیں، اور رمضان المبارک سے پہلے بھی ادا کیا جا سکتا ہے؟ (خواجہ معین الدین، پھول باغ)

جواب:- عید کے دن سے پہلے صدقۃ الفطر کی ادائیگی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عباس ﷺ (۲) اور بخاری میں حضرت ابن عمر ﷺ کی روایت (۳) اس سلسلہ میں صراحۃً موجود ہے، اس لئے اس پر تو اتفاق ہے کہ رمضان کے اندر صدقۃ الفطر ادا کیا جا سکتا ہے، اس میں اختلاف ہے کہ رمضان المبارک سے پہلے ہی صدقۃ الفطر ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ حنفیہ سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں، لیکن راجح یہ ہے کہ رمضان المبارک سے پہلے بھی ادا کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے۔

تاہم رمضان شروع ہونے کے بعد ادا کرنا بہتر ہے، تا کہ متفقہ طور پر صدقۃ الفطر ادا ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) بدائع الصنائع:۲/۱۹۹۔ محشی۔

(۲) "فرض رسول الله ﷺ زكوة الفطر طهرة للصيام من اللغو و الرفث و طعمة للمساكين من أداها قبل الصلاة فهي زكاة مقبولة ، و من أداها بعد الصلاة فهي صدقة من الصدقات" عن ابن عباس ﷺ (سنن أبو داؤد ، حدیث نمبر:۱۶۰۹، باب زكوة الفطر) نیز حدیث نمبر:۱۵۰۹، باب في تعجيل الزكوة ، أبواب الزكوة، عن علي ﷺ ۔ محشی۔

(۳) صحيح البخاري ، حدیث نمبر:۱۵۰۳، باب الصدقة قبل العيد ، أبواب صدقة الفطر ۔ محشی۔

عید کے بعد صدقۃ الفطر

سوال:- {1093} زید کہتا ہے کہ عید کا دن گزرنے کے بعد عید کی نماز نہیں پڑھی جاسکتی، اسی طرح صدقۃ الفطر کا مقصد عید میں غریب مسلمانوں کو سہولت پہونچانا ہے، اس لئے عید کا دن گزرنے کے بعد اب صدقۃ الفطر واجب نہیں رہا، اور فطرہ ادا نہیں ہوگا۔ (حمید الدین، نلگنڈہ)

جواب:- زید کا یہ دعوی غلط ہے، صدقۃ الفطر مالدار مسلمانوں پر واجب ہے، اور اس کا مقصد غریبوں کی مدد کرنا ہے اور رمضان المبارک کو پانے کا شکر ادا کرنا ہے، جب تک اسے ادا نہ کردیا جائے وہ اس کے ذمہ دَین رہے گا، خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’جس نے نماز عید سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کردیا، تو صدقہ مقبول ہے، اور جس نے نماز عید کے بعد ادا کیا، تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔

" ومن أداها بعد الصلاة فهي صدقة من الصدقات " (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عید کے بعد بھی صدقۂ فطر واجب ہی رہتا ہے، ادا کئے بغیر ساقط نہیں ہوتا، ہاں! عید سے پہلے صدقہ کرنے میں اجر زیادہ ہے اور عید کے بعد کم۔

چاول سے صدقۃ الفطر

سوال:- {1094} اگر گیہوں کے بجائے چاول سے فطرہ ادا کرنا چاہیں تو ادا کرسکتے ہیں، اور کتنی مقدار ادا کرنا

(۱) سنن أبي داؤد، عن ابن عباس ﷺ، حدیث نمبر:۱۶۰۹۔ باب زکوۃ الفطر۔

ہوگا؟ کیا گیہوں ہی کی مقدار میں؟

(حشمت اللہ خاں، نور خاں بازار)

جواب:- چاول سے بھی صدقۂ فطر ادا کیا جا سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے صدقۃ الفطر میں کچھ خاص چیزوں کا ذکر فرمایا ہے، جن میں ایک گیہوں بھی ہے، آپ ﷺ نے جن چیزوں کا ذکر فرمایا، وہی صدقۃ الفطر کے لئے معیار ہیں، لہذا فطرہ کے بقدر گیہوں میں جتنا چاول آ سکتا ہے، اتنا چاول نکالنا واجب ہوگا، فقہاء نے یہی لکھا ہے:

"وجواز ما ليس بمنصوص عليه لا يكون إلا بالقيمة" (۱)

اس حقیر کی رائے میں فی زمانہ پیسے یا کسی اور چیز کے بجائے گیہوں ہی سے صدقہ ادا کرنا بہتر ہے، کیونکہ جن خوردنی اشیاء کو رسول اللہ ﷺ نے صدقۃ الفطر کے لئے معیار بنایا ہے، ان کی قیمتوں میں فی زمانہ بہت تفاوت ہوگیا ہے، چنانچہ جو رقم یا چاول گیہوں کے نصاب کے مطابق ہوگا وہی کھجور اور کشمش کے نصاب کے مقابل کافی کم ہوگا، اس طرح ایک نصاب کی رعایت ہو جائے گی، اور دوسرے نصاب کے لحاظ سے صدقۃ الفطر پورا ادا نہیں ہو پائے گا، لہذا بعینہ گیہوں دیدینا بہتر ہے، تاکہ فطرہ کی ادائیگی میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

❁ ❁❁ ❁❁ ❁❁ ❁

---

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۷۳۔

صدقۂ فطر کے مصارف

مصارفِ صدقہ

سوال:- {1095} صدقۃ الفطر کے مصارف کیا ہیں؟
کیا صدقۃ الفطر میں بھی اجتماعی طور پر ادا کرنے کا حکم ہے؟
(مبین الحق، جے پور)

جواب:- جن لوگوں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے ان ہی کو صدقہ الفطر بھی دیا جاسکتا ہے، (۱) فرق صرف اتنا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں غیر مسلم (ذمی) کو بھی صدقہ الفطر ادا کیا جاسکتا ہے، دوسرے فقہاء کے ہاں نہیں دے سکتے (۲) صدقۃ الفطر میں بھی تملیک یعنی مالک بنا دینا ضروری ہے، ایسی تمام صورتیں کہ جن میں مالک بنانے کی صورت نہ پائی جاتی ہو صدقہ دینا اسی طرح درست نہ ہوگا، جیسے کہ زکوۃ، (۳) کم سے کم ایک آدمی کا صدقۃ الفطر ایک آدمی کو دینا چاہئے،

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۱۹۴۔
(۲) المغني: ۲/۳٦۵۔
(۳) بدائع الصنائع: ۲/۷۴۔

ایک صدقہ دو محتاجوں پر تقسیم کر دیا جائے، یہ بہتر نہیں، ہاں! ایک محتاج شخص کو ایک سے زیادہ صدقہ دیا جا سکتا ہے۔(۱)

صدقۃ الفطر کی وصولی کے لیے بہتر ہے کہ مختلف علاقوں میں اجتماعی نظام قائم کیا جائے، ضرورت مندوں کا سروے کر کے ان تک پہنچایا جائے، مولانا عبدالصمد رحمانیؒ نے چند روایات نقل کی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اوائل اسلام میں بھی ایسا نظم ہوا کرتا تھا، مؤطا امام محمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ

"دو تین دنوں پہلے وہ صدقۃ الفطر اس شخص کے پاس بھیج دیتے جو اس کو جمع کیا کرتے"(۲)

ابن خزیمہ نے بھی نقل کیا ہے کہ ابن عمرؓ جب عامل بیٹھتا، تو اس کے پاس صدقۃ الفطر جمع کرا دیتے اور یہ عامل عید سے ایک دو دن قبل بیٹھتا،(۳) علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو صدقہ جمع کرنے پر مامور فرمادیا تھا،(۴) پس معلوم ہوا کہ خود امیر تو اس کے لیے اپنے عامل نہ بھیجے گا، لیکن لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنا فطرہ بیت المال میں یا کسی اور نظم کے تحت اجتماعی طور پر جمع کریں۔

کہاں صرف کیا جائے؟

سوال:- {1096} صدقۃ الفطر جس شہر میں نکالا

---

(۱) رد المحتار :۷۸/۲، بعض فقہاء نے اس بات کو واجب اور صدقہ ادا کرنے کے لیے شرط قرار دیا ہے کہ ایک محتاج کو کم سے کم ایک مکمل صدقہ دیا جائے، (دیکھئے: الفتاوی الهندية :۱۹۳/۱) اس لیے اس پر عمل کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۲) المؤطأ لإمام محمد: ص:۱۸۰، باب زكاة الفطر۔ محشی۔

(۳) ملاحظہ ہو: كتاب العشر و الزكوة: ص:۲۳۰-۲۲۲۔

(۴) رد المحتار :۷۹/۲۔

جائے، کیا اسی شہر میں خرچ بھی کیا جانا چاہئے؟

(عبدالحمید، محبوب نگر)

جواب:- جس کی جانب سے صدقۃ الفطر نکالنا ہو، وہ جہاں اور جس شہر میں ہو وہیں صدقہ دینا بہتر ہے، اگر ایک شخص خود دور ہو، اور بال بچے گھر پر رہتے ہوں تو بچوں کا صدقہ وہاں ادا کرے جہاں وہ ہیں، اور اپنا صدقہ وہاں کے فقراء پر صرف کرے جہاں وہ خود مقیم ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ایسی بھی منقول ہے کہ وہ قرابت داروں تک صدقہ پہنچانے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر صدقہ کی منتقلی میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔(۱)

ملازمین اور غیر مسلموں کو صدقۃ الفطر

سوال:- {1097} صدقۃ الفطر کن لوگوں کو دیا جاسکتا ہے؟ کیا گھر میں کام کاج کرنے والے ملازمین کو بھی فطرہ دیا جاسکتا ہے؟ جب کہ بعض اوقات غیر مسلم ملازمین بھی ہوتے ہیں۔

(شیخ احمد، گولکنڈہ)

جواب:- جن لوگوں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے، ان کو صدقۃ الفطر بھی دیا جاسکتا ہے، گھر میں کام کرنے والے خادم اور خادمائیں اگر اپنے فقر و احتیاج کے اعتبار سے مستحق ہوں تو ان کو بھی فطرہ دیا جاسکتا ہے، بلکہ ممکن ہے کہ اس میں زیادہ اجر ہو، زکوۃ اور صدقۃ الفطر کے مصرف میں صرف یہ فرق ہے کہ زکوۃ مسلمانوں ہی کو دی جاسکتی ہے، غیر مسلم کو نہیں، اور صدقۃ الفطر غیر مسلم کو بھی دیا جاسکتا ہے۔

"وصدقة الفطر كالزكوة في المصارف و في كل حال إلا في جواز الدفع إلى الذمي" (۲)

(۱) بدائع الصنائع :۲/۷۵۔

(۲) الدر المختار علی هامش الرد:۳/۳۲۵۔

ایک فطرہ کئی آدمیوں پر؟

سوال:- {1098} ایک شخص کے لئے اپنا پورا فطرہ ایک ہی آدمی کوادا کرنا واجب ہے، یاایک فطرہ کئی لوگوں پر بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے؟ (محمد شرف الدین، اکبر باغ)

جواب:- ایک آدمی اپنا مکمل فطرہ ایک ضرورت مند شخص کو دیدے، یہ صورت بالاتفاق درست ہے، ایک آدمی اپنا صدقۃ الفطر ایک سے زیادہ لوگوں پر تقسیم کردے، اس سلسلہ میں اختلاف ہے، بعض فقہاء نے اس کو نادرست قرار دیا ہے، لیکن اکثر فقہاء کے نزدیک یہ صورت بھی درست ہے، علامہ حصکفیؒ نے اس کو اکثر علماء کی رائے قرار دیا ہے، اور اسی کو ترجیح دی ہے، (۱) لیکن احتیاط بہر حال اسی میں ہے کہ ضرورت مند کو کم سے کم پورا ایک فطرہ دیا جائے، تاکہ وہ دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچ سکے، یہ اس حدیث کے بھی مطابق ہے، جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ "أغنوهم عن طواف هذا اليوم" (۲) "فقراء کو اس دن مختلف دروازے جانے سے بچاؤ" اور یہ صورت متفق علیہ بھی ہے۔

چند ضروری مسائل

سوال:- {1099} (الف) جو لوگ روزہ نہیں رکھ پائیں، کیا ان پر بھی صدقۃ الفطر واجب ہے؟

(ب) اگر پورا مال ضائع ہوگیا، تو صدقہ کا کیا حکم ہے؟

(ج) کیا اولاد کی طرح والدین اور نابالغ بھائی بہن کا بھی صدقہ نکالنا چاہئے؟

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار :۳/۳۲۳۔محشی۔

(۲) بیهقي :۴/۲۹۲۔محشی۔

(د) اگر کوئی شخص صدقۃ الفطر نہیں نکال پایا، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(ہ) فطرہ گیہوں سے نکالنا بہتر ہے یا قیمت سے؟ اور قیمت میں کس جگہ کا اعتبار ہوگا؟ (حامد علی، دہلی)

جواب:- (الف) بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ جو لوگ روزہ رکھیں انہیں پر صدقۃ الفطر واجب ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، صدقہ مستقل واجب ہے، عذر کی وجہ سے یا بلا عذر کوئی شخص روزہ نہ رکھ پائے، پھر بھی اس کو صدقہ ادا کرنا ہے۔(۱)

(ب) اگر کسی انسان کا پورا مال ضائع ہو جائے تو زکوۃ واجب نہیں رہتی، مگر صدقہ واجب رہتا ہے۔(۲)

(ج) ماں باپ اور نابالغ بھائی بہنوں کا صدقہ نکالنا ضروری نہیں، گو وہ اس کے زیر پرورش ہوں، نکال دے تو اجر ہے۔(۳)

(د) کوئی شخص صدقہ نہ نکال پایا تو اس کی وصیت کرنی چاہئے، وصیت کر دے تو متروکہ کے ایک تہائی سے وصیت پوری کی جائے گی، وصیت نہ کی تو بھی ورثہ کا صدقہ نکال دینا بہتر ہے۔(۴)

(ہ) صدقۃ الفطر گیہوں کے ذریعہ نکالنا زیادہ بہتر ہے،(۵) قیمت کے ذریعہ فطرہ ادا کیا جائے تو جہاں ادا کر رہا ہے وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔(۶)

---

(۱) رد المحتار :۲/۷۴۔
(۲) بدائع الصنائع :۲/۷۵۔
(۳) الفتاوی الهندية:۱/۱۹۳۔
(۴) حوالۂ سابق
(۵) حوالۂ سابق
(۶) رد المحتار :۲/۷۸ ۔

بعض حضرات نے قیمت ادا کرنے کو افضل بتایا ہے، بعض نے عام حالات اور زمانۂ قحط میں فرق کیا ہے، بعض نے خود گیہوں ادا کرنے کو، میں نے اس کو اس لیے ترجیح دیا ہے کہ اس میں حدیث پر بعینہٖ عمل بھی ہے اور اس میں احتیاط بھی ہے، قیمت گیہوں کے لحاظ سے لگائی جائے تو کھجور کے لحاظ سے نامکمل رہ جاتی ہے۔

کتاب الفتاوی

تیسرا حصہ

کتاب الصوم

روزہ سے متعلق سوالات

رؤیت ہلال

کیا دہلی کی رؤیت حیدرآباد کے لیے معتبر ہوگی؟

سوال:- {1100} دہلی میں چاند نظر آنے پر کیا سارے ہندوستان میں عید الفطر نہیں منائی جاسکتی؟ ہر سال رؤیت کی کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہوا کرتی ہے، ایسے میں حیدرآباد کی رؤیت ہلال کمیٹی کو کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟

(قاری، ایم، ایس خان، ملک پیٹ)

جواب:- آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد رؤیت ہلال کے موضوع پر علماء کی مختلف کانفرنسیں ہوچکی ہیں، اور قریب قریب ان سب کا فیصلہ یہی ہے کہ پورے ہندوستان کا مطلع ایک ہے اس لئے دہلی کی رؤیت حیدرآباد میں معتبر ہے، اور میری ذاتی رائے میں اگر دہلی میں شرعی طریقہ پر رؤیت ہلال کا ثبوت مل جاتا ہے، تو حیدرآباد کی رؤیت ہلال کمیٹی کو اسے قبول کرنا چاہئے، لیکن عام مسلمانوں کو چاہئے اپنی مقامی رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان پر عمل کریں، تاکہ انتشار کی صورت نہ پیدا ہو، اور دوسروں کو ہم پر مذاق اڑانے کا موقع نہ ملے، شرعی حکم بھی یہی

ہے، کیونکہ رؤیت ہلال کمیٹی کا جو دائرہ ہے، اس میں کمیٹی کا فیصلہ ہر شخص کے لئے واجب العمل ہے، اور اعلان سلطان کے درجہ میں ہے، اور ان حدود سے باہر کے لوگوں کے لئے محض ایک خبر اور اطلاع ہے، لہذا دہلی کی رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان حیدرآباد کے مسلمانوں کے لئے محض خبر ہے، اور مقامی رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان سلطان کے درجہ میں ہے، بہر حال ہر قیمت پر انتشار سے بچنا چاہئے، اور لوگوں کو شریعت پر ہنسنے کا موقع فراہم نہ کرنا چاہئے۔

فون اور ٹی وی سے رؤیت ہلال کی خبر

سوال:- {1101} بعض علماء کی جانب سے ٹیلیفون اور ٹی وی کی خبروں کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے، اور بعض نے ایسی خبروں کو رؤیت ہلال میں معتبر مانا ہے، تو کیا ٹیلیفون کے ذریعہ خبر معتبر نہیں؟ جبکہ آج کل ٹیلیفون پر نکاح بھی ہوتا ہے، تو کیا ٹیلیفون پر نکاح کا ایجاب وقبول درست ہے؟

(اقبال احمد، کوہیر)

جواب:- اگر مطلع صاف ہو خواہ مسئلہ عید کے چاند کا ہو یا رمضان کا، رؤیت ثابت ہونے کے لئے خبر مستفیض یعنی اتنے لوگوں کی خبر مطلوب ہے کہ عادۃً ان کا جھوٹ پر متفق ہو جانا ناقابل تصور ہو، اور اگر مطلع ابر آلود ہو، اور مسئلہ رمضان کے چاند کا ہو تو ایک معتبر آدمی کی خبر چاند کے ثبوت کے لئے کافی ہے، گویا ان دونوں صورتوں میں چاند ثابت ہونے کا مدار خبر پر ہے، اگر مطلع ابر آلود ہو، اور مسئلہ عید کے چاند کا ہو تو دو آدمی کی گواہی سے چاند کی رؤیت ثابت ہوتی ہے، چاند کے ثبوت کے لئے حنفیہ کے یہاں یہ بنیادی اصول ہیں، نیز فقہاء کے یہاں یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ گواہی اسی وقت معتبر ہوگی جب کہ گواہ قاضی یا ذمہ دار کے سامنے گواہی دے، لیکن خبر کے معتبر ہونے کے لئے خبر دہندہ کا سامنے ہونا ضروری نہیں۔

رؤیت ہلال کی پہلی دونوں صورتوں میں چونکہ خبر مطلوب ہے، اور خبر غائبانہ بھی دی جاسکتی ہے، اس لئے اگر ان صورتوں میں ٹیلیفون پر خبر دی جائے اور اطمینان ہو جائے کہ خبر دہندہ اپنا جو تعارف کرا رہا ہے، وہ صحیح ہے، اور یہ شخص معتبر ہے تو ٹیلیفون کی ایسی خبروں کو قبول کیا جاسکتا ہے، تیسری صورت جس میں گواہی مطلوب ہے، اگر چاند دیکھنے والا خود فون پر گواہی دے کہ میں نے چاند دیکھا ہے، تو اس کا اعتبار نہیں، کیونکہ گواہی کے معتبر ہونے کے لئے قاضی یا ذمہ دار کی مجلس میں حاضر ہو کر گواہی دینا ضروری ہے، البتہ اگر کوئی مقامی ذمہ دار گواہان کے بیان کو سن کر اور ان کے بیان سے مطمئن ہو کر مرکزی ذمہ دار ادارہ کو فون پر اطلاع کرے تو یہ صورت جائز اور معتبر ہوگی، کیونکہ یہ فون پر گواہی نہیں بلکہ جو بات گواہوں کے بیانات سے ثابت ہو چکی ہے، اس کے بارے میں اطلاع دینا ہے۔

ٹی وی کی مبہم خبر جو کسی ذمہ دار شخصیت یا ادارہ کی طرف سے منسوب نہ ہو، جیسے کہا جائے کہ دلی اور پٹنہ میں چاند دیکھا گیا تو اس کا اعتبار نہیں، لیکن اگر کسی ذمہ دار ادارہ یا شخصیت کے حوالہ سے اعلان کیا جائے، تو اس کی حیثیت سلطان کے اعلان کی ہے، جو لوگ اس علاقہ کے ہوں، ان کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہے، جیسے حیدرآباد کا اعلان آندھرا پردیش کے لئے، لکھنو کا اتر پردیش اور پٹنہ کا بہار والوں کے لئے، دوسرے علاقہ کے لوگوں کے لئے اس کی حیثیت محض ایک خبر کی ہے، اگر وہاں کے ذمہ دار اس کو قبول کر لیں تو اس علاقہ کے عام مسلمانوں کے لئے بھی اس پر عمل کرنا واجب ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

ٹیلیفون پر ایجاب وقبول درست نہیں، اس لئے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہونا ضروری ہے، البتہ یہ جائز ہے کہ ٹیلیفون پر کسی کو نکاح کا وکیل بنا دیا جائے اور وہ اس کی جانب سے دوسرے فریق کے ساتھ ایجاب وقبول کر لے، جیسے: رشید، عشرت سے کہے کہ چونکہ میرے دوست عبدالحمید نے مجھے وکیل بنایا ہے کہ میں پانچ تولہ مہر کے عوض اس کا نکاح تم سے کر دوں، اس لئے میں اس کی طرف سے نکاح کی پیشکش کرتا ہوں، عشرت خود یا اس کا وکیل یا اس کا ولی

اس نکاح کو قبول کرلے، نکاح منعقد ہوجائے گا، یہ فون پر ایجاب وقبول نہیں، بلکہ فون پر نکاح کا وکیل بنانا ہے۔

مطلع ایک ہونے کے باوجود چاند کا کہیں دیکھا جانا اور کہیں نہ دیکھا جانا

سوال:- {1102} اس سال شمالی ہند کے اکثر مقامات پر چاند دیکھا گیا، اور جنوبی ہند کی پوری پٹی میں چاند نظر نہیں آیا، حالانکہ آزادی سے پہلے بھی اور آزادی کے بعد بھی علماء ہند اس بات کا متفقہ فیصلہ کرچکے ہیں کہ پورے ہندوستان بلکہ موجودہ پاکستان اور بنگلہ دیش کا بھی مطلع ایک ہی ہے، اس کے باوجود ایسا کیوں ہوا کہ ایک علاقہ میں رؤیت ہوئی اور دوسرے علاقے میں نہیں، کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ان دونوں علاقوں کا مطلع الگ الگ ہے؟

(سید اشرف قادری، بیدر)

جواب:- فلکیاتی اعتبار سے چاند کا نظر آنا دو باتوں سے متعلق ہے، اول یہ کہ چاند کی پیدائش پر اتنے گھنٹے گزر چکے ہوں کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے دیکھنے کے لائق ہوجائے، مہینے کی آخری تاریخوں میں جب چاند نظر نہیں آتا، اس کے بعد چاند کے طلوع ہونے کو فلکیات کی اصطلاح میں چاند کی پیدائش کہتے ہیں، اور چاند کے قابلِ دید ہونے کو "بالغ" ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے، گویا چاند نظر آنے کے لئے پہلی ضروری شرط یہ ہے کہ چاند اپنی پیدائش کے بعد بلوغ کو پہنچ جائے، دوسری چیز جس سے چاند کے نظر آنے کا تعلق ہے وہ سورج کا ڈوبنا اور اس کی کرنوں کا چھپ جانا ہے، چاند فلکیاتی اعتبار سے بالغ ہوگیا، لیکن سورج ابھی غروب نہیں ہوا ہے،

تو چاند نظر نہیں آ سکتا۔

اب فرض کیجئے کہ چاند اپنی پیدائش کے بعد شام کے پانچ بجے قابلِ دید ہوتا ہے، اور پانچ بج کر پچاس منٹ تک افق پر رہتا ہے، تو جتنے علاقوں کا مطلع ایک ہے وہاں پر چاند دیکھا جا سکے گا، لیکن سورج غروب ہونے کے وقت کے اعتبار سے کہیں زیادہ دیر تک نظر آئے گا، اور کہیں بہت مختصر وقت کے لئے، مثلاً: فرض کیجئے کہ دہلی میں اس روز آفتاب پانچ بجے ڈوبتا ہو، تو وہاں پچاس منٹ چاند دیکھا جا سکے گا، اور حیدرآباد میں اس روز پانچ پیتالیس پر سورج ڈوبتا ہو، تو پانچ ہی منٹ چاند نظر آئے گا، عام طور پر لوگ افطار کر کے بلکہ اکثر اوقات نماز مغرب ادا کر کے چاند دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس میں بیس پچیس منٹ کا وقت لگ جاتا ہے، تو اگر حیدرآباد میں اس دن سورج اور چاند کے ڈوبنے کے درمیان پانچ ہی منٹ کا وقفہ ہو تو ہوسکتا ہے کہ اس دن چاند طلوع ہونے کے باوجود لوگ اس دن نہ دیکھ پائیں، پس جن علاقوں کا مطلع ایک ہو، وہاں چاند تو ایک ہی مطلع پر ہوتا ہے، لیکن یہ ممکن ہے کہ کہیں کافی دیر تک نظر آئے اور کہیں لمحہ دو لمحہ میں ڈوب جائے، اس لئے وہاں چاند دیکھا نہ جا سکے۔

روزہ کے مفسدات ومکروہات

روزہ دار کے حلق میں دھواں

سوال:- {1103} روزہ دار حضرات قرآن مجید کی تلاوت کریں اور تلاوت کے دوران اگربتی جلائیں اور دھواں منھ اور ناک میں جائے ،تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (عبدالحسن ،ٹولی چوکی)

جواب:- اگربتی کا دھواں منھ یا ناک میں نہیں لیا جائے ، بلکہ دور رکھا جائے اور بلا ارادہ دھواں منھ یا ناک میں داخل ہو جائے ،تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر قصداً دھواں لیا جائے ،ناک سے کھینچا جائے ،جیسا کہ عود وغیرہ کی دھونی لی جاتی ہے،تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

(۱) " دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان و لو ذاكرًا استحسانًا لعدم امكان التحرز عنه ، و مفاده أنه لو ادخل حلقه الدخان أفطر أى دخان كان و لو عودًا أو عنبرًا لو ذاكرًا لامكان التحرز عنه " (الدر المختار على هامش رد المحتار : ۳۶۶/۳)محشی۔

عورت کا اپنی اندام نہانی میں روئی کا پھاہا رکھنا

سوال:- {1104} اگر عورت کے جسم کے اندرونی حصہ میں روئی کے پھاہے کے ساتھ کوئی دوا افطار کے بعد رکھی جائے اور روزہ کی حالت میں وہ برقرار رہے، تو کیا روزہ درست ہو جائے گا۔ (شائستہ جبیں، جگتیال)

جواب:- اگر روزہ کی حالت میں دوا رکھی جائے، تب تو روزہ ٹوٹ جائے گا، فقہاء کے یہاں اس کی صراحت موجود ہے، (۱) لیکن اگر پہلے سے دوا رکھی گئی ہو اور روزہ کی حالت میں باقی رہے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص رات کے وقت غذا یا دوا کھائے اور روزہ شروع ہونے کے بعد بھی وہ معدہ میں موجود رہے۔

روزہ کی حالت میں دانت سے خون نکل آئے

سوال:- {1105} مجھے اکثر وضو میں کلی کرتے وقت دانت سے خون نکلتا ہے، اگر روزہ کی حالت میں بھی اسی طرح خون نکلے، تو روزہ رہے گا، یا ٹوٹ جائے گا؟

(محمد واحد، آصف نگر)

جواب:- روزہ کسی چیز کے جسم میں داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے نہ کہ کسی چیز کے خارج ہونے سے، لہذا خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، رسول اللہ ﷺ سے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوانا ثابت ہے، (۲) "پچھنا" سے مراد یہ ہے کہ نشتر لگا کر نلکی کے ذریعہ جسم سے فاسد خون کھینچ

---

(۱) "الاقطار في اقبال النساء يفسد بلا خلاف و هو الصحيح" (الفتاوی الهندية: ۱/۲۰۴، نیز دیکھئے: الدر المختار على هامش رد المحتار: ۳/۳۶۹) محشی۔

(۲) "أن النبي ﷺ احتجم و هو محرم و احتجم و هو صائم" عن ابن عباس ؓ، (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۱۹۳۸، باب الحجامة و القيئ للصائم) محشی۔

لیا جاتا تھا، البتہ اگر دانت سے نکلنے والا خون حلق سے نیچے چلا جائے، تو اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگر خون کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر ذائقہ محسوس نہ ہو لیکن خون اور تھوک برابر ہو یا خون غالب ہو جب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تھوک غالب ہو خون کی مقدار کم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، مشہور فقیہ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

" أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد ، وإلا لا ، إلا إذا وجد طعمه "(۱)

روزہ میں ٹی وی دیکھنا

سوال:- {1106} رمضان شریف میں روزہ کی حالت میں وقت گذارنے کے لئے ٹی وی دیکھنے کا کیا حکم ہے؟　　(حکیم واسع موہانی، حیدرآباد)

جواب:- رمضان کا مقصد اصل میں تقویٰ کی تربیت ہے، یہ کیفیت اس وقت حاصل ہوگی جب انسان کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے رکنے کے علاوہ زبان، کان اور نگاہ کی بھی گناہوں سے حفاظت کرے، اسی لئے آپ ﷺ نے خاص طور پر روزہ کی حالت میں غیبت اور جھوٹ وغیرہ سے اجتناب کی تلقین فرمائی ہے،(۲) ٹی وی میں ایک تو تصویریں آتی ہیں، اور تصویروں کی حدیثوں میں سخت ممانعت آئی ہے،(۳) دوسرے فحش مناظر بکثرت آیا کرتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ ان کا دیکھنا سخت گناہ ہے، اس لئے یوں تو عام حالات میں بھی ٹی وی دیکھنے سے اجتناب کرنا واجب ہے، لیکن روزہ کی حالت میں اس کا خصوصی اہتمام کرنا ضروری ہے۔

---

(۱) الدر المختار علی هامش الرد :۳/۳۶۸۔

(۲) سنن أبي داؤد ،حدیث نمبر:۲۳۶۲۔ محشی۔

(۳) " قال النبي ﷺ : لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب و لا تصاوير " عن أبي طلحة ﷺ، (صحيح البخاري ،حدیث نمبر:۵۹۴۹،باب التصاوير ، نیز دیکھئے:سنن نسائي :۲/۳۰۰)محشی۔

روزہ میں منی خارج ہوجائے

سوال:- {1107} اگر روزہ کی حالت میں مذی اور منی خارج ہوجائے تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(معین احمد، مغلپورہ)

جواب:- محض مذی کے نکلنے سے (جو بوس و کنار کے موقعہ پر پیش آتا ہے) روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح اگر محض دیکھنے یا برے خیالات کے ہجوم کی وجہ سے انزال ہوجائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا:

" أو انـزل بـنظر إلى فرج امراة لم يفسد أو فكر و إن ادام النظر والفكر حتى انزل " (۱)

روزہ کی حالت میں ناخن کاٹے یا خون نکل آئے؟

سوال:- {1108} بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزے کی حالت میں ناخن نہیں نکالنا چاہئے، اور یہ کہ جسم کے کسی حصہ پر زخم لگنے سے خون نکل آئے تو اس سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے۔

(محمد کلیم الدین موسی، رام باغ)

جواب:- روزہ کی حالت میں ناخن نکالنے میں کچھ حرج نہیں، ہاں جس شخص پر غسل واجب ہو اس کو غسل کرنے سے پہلے ناخن یا بال کاٹنا مکروہ ہے، (۲) روزہ کی حالت میں اگر چوٹ لگ جائے، اور خون نکل آئے تو اس سے روزہ میں کراہت نہیں آتی۔

---

(۱) طحطاوی: ص:۳۶۱۔

(۲) " حلق الشعر حالة الجنابة مكروه و كذا قص الأظافير "(الفتاوى الهندية: ۳۵۸/۵، الباب التاسع عشر في الختان و الخصاء و قلم الأظفار ألخ ، كتاب الكراهية) محشی۔

روزہ کی حالت میں بال، ناخن کاٹنا اور مسواک وسرمہ کا استعمال

سوال:- {1109} کیا روزہ کی حالت میں بال کٹوانا، ناخن کاٹنا، سرمہ لگانا، مسواک کرنا درست ہے، یا اس سے روزہ مکروہ ہوتا ہے؟ (باسط عظیم صدیقی، ظہیر آباد)

جواب:- ایسے افعال جن کا اثر جسم کے ظاہری سطح تک محدود رہتا ہے، روزہ پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا، بال کٹوانا، اور ناخن کاٹنا ایسی صورتوں ہی میں داخل ہے، مسواک کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک روزہ دار کسی بھی وقت مسواک کرسکتا ہے، (۱) حضرت عامر بن ربیعہ ؓ سے مروی ہے کہ میں نے روزہ کی حالت میں بے شمار دفعہ رسول اللہ ﷺ کو مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (۲)

البتہ ائمہ اربعہ میں امام شافعیؒ کے نزدیک زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے، کیونکہ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور مسواک سے یہ بدبو دور ہوجاتی ہے، (۳) امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو سے وہ بو مراد ہے جو معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے، نہ کہ وہ بو جو دانتوں کے صاف نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہے، خواہ کتنا بھی مسواک کیا جائے خلو معدہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی بو بہر حال باقی رہے گی اور یہی بو بارگاہ ربانی میں مُشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

---

(۱) " لا بأس بالسواك الرطب و اليابس في الغداة و العشي عندنا " (الفتاوى الهندية:۱/۱۹۹، الباب الثالث فيما يكره للصائم و ما لا يكره) محشی۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۲۳۶۴۔ محشی۔

(۳) كتاب الفقه :۱/۵۱۹۔ محشی۔

روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا بھی حدیث سے ثابت ہے، حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ:

"ایک صاحب خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری آنکھ میں تکلیف ہے، کیا میں روزہ کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں" (۱)

اسی لئے احناف اور اکثر فقہاء کے نزدیک روز کی حالت میں سرمہ لگانا درست ہے۔

روزہ میں کن باتوں سے پرہیز ضروری ہے؟

سوال:- {1110} روزہ میں کن کن باتوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- روزہ میں تین طرح کی باتوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے:

اول: یہ کہ جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جیسے: کھانا پینا، بیوی سے ہمبستری وغیرہ۔

دوسرے: ان چیزوں سے بچنا چاہئے جن سے روزہ ٹوٹتا تو نہیں، لیکن روزہ کی حالت میں ان کا کرنا مکروہ ہے، جیسے: کھانے کی چیز کا صرف ذائقہ چکھنا، اسے صرف چبا کر پھینک دینا، بیوی کے ساتھ ایسا عمل کرنا کہ بے قابو ہوجانے کا اندیشہ ہو، منہ میں خاص طور سے تھوک جمع کرنا اور پھر اسے نگل جانا، ایسے افعال کا مرتکب ہونا کہ جس سے بہت زیادہ کمزوری ہوجاتی ہے اور اندیشہ ہے کہ تاب نہ لاکر روزہ توڑ دے گا۔ (۲)

تیسرے وہ باتیں جو روزہ میں آداب کے درجہ میں ہیں، اگر ان کا لحاظ نہ کیا جائے تو

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۲۶۔

(۲) طحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۳۷۱۔

قانونی اعتبار سے تو روزہ ہو جائے گا، لیکن اندیشہ ہے کہ اللہ تعالی کے یہاں روزہ مقبول نہ ہو، اور اس پر اجر وثواب حاصل نہ ہو سکے، جیسے: روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا، یا غیبت کرنا وغیرہ کہ اس سے جھوٹ اور غیبت کا گناہ تو ہوگا ہی، اندیشہ ہے کہ روزہ بھی اللہ کے یہاں مقبول نہ ہو۔

روزہ کی نیت

سوال:- {1111} ماہ رمضان میں علماء اور عوام روزہ کی نیت اس طرح کرتے ہیں: ''نویت أن أصوم غدا لِلّٰہ تعالی من صوم رمضان'' حالانکہ یہ نیت اسی دن کے روزہ کی ہوتی ہے، نہ کہ اگلے دن کے روزہ کی، کیا نیت کے یہ الفاظ حدیث سے ثابت ہیں؟ اگر نہیں تو حدیث سے جو الفاظ ثابت ہوں وہ تحریر کریں۔

(سید حسین بن عثمان جیلانی، نواب صاحب کنٹہ)

جواب:- نیت دل کے ارادہ کا نام ہے نہ کہ زبان سے کہے ہوئے الفاظ کا، زبان سے مزید اطمینان اور ذہن کے استحضار کے لئے نیت کے الفاظ کہے جاتے ہیں، مثلاً: روزہ رکھنے کے ارادہ سے سحری کھانا خود نیت ہے، نیت کے الفاظ قرآن یا حدیث میں منقول نہیں ہیں، رہ گئی یہ بات کہ ''غـدا'' کے معنی کل کے ہیں، جب کہ قمری تاریخ غروب آفتاب سے بدلتی ہے، اور اس اعتبار سے صبح میں رکھا جانے والا روزہ ''آج'' ہی کا روزہ ہے، نیز بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ صبح کے بعد نیت کی، تو عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے ''یوم'' (آج) کے بجائے ''غدا'' (کل) کا لفظ لوگ استعمال کرتے ہیں، تو اس سے نیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ عرف میں صبح کے طلوع ہونے سے آج اور کل کی تعبیر بدلتی ہے، اس لئے رات میں یہ کہنا کہ میں کل کے روزہ کی نیت کرتا ہوں، اسی صبح کے بارے میں نیت ہے، نیز نیت تو آج ہی روزہ رکھنے کی ہو، لیکن

ناواقفیت کی وجہ سے لفظ'' غـــذا '' (کل) کا استعمال کرلے تو اس سے بھی روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ اعتبار دل کے ارادہ کا ہے، اگر زبان سے الفاظ غلط بول دئے جائیں پھر بھی نیت ہی کا اعتبار ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص ظہر کے ارادہ سے نماز پڑھ رہا ہے، لیکن غلطی سے زبان سے عصر کی نماز کی نیت کا اظہار کرلے تو یہ ظہر ہی کی نیت سمجھی جائے گی، نہ کہ عصر کی۔

روزہ میں مسواک اور سرمہ وغیرہ

سوال:- {1112} مجھے پہلے دہے میں رمضان المبارک میں ناندیڑ جانے کا اتفاق ہوا، وہاں مسجد میں ماہ صیام کی تقویم کی تقسیم عمل میں آئی، جو ناندیڑ ہی کے ایک مدرسہ کی شائع کی ہوئی ہے، اس تقویم میں لکھا ہے کہ ان چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: مسواک کرنا، سرمہ لگانا، آنکھ میں دوا ڈالنا، بھول کر کھانا پینا اور جماع کرنا، مجھے بڑی تشویش ہے کہ یہ کہاں تک صحیح ہے؟ (ایم، اے، حسینی، صلالہ اسکول، بارکس)

جواب:- آپ نے جو بات پڑھی ہے وہ درست ہے، مسواک چاہے خشک ہو یا تر، اور صبح میں کی جائے یا دوپہر میں، کوئی حرج نہیں:

" لا بأس بالسواك الرطب واليابس والغداة والعشي عندنا" (۱)

سرمہ لگانا بھی بلا کراہت جائز ہے، (۲) روزہ کی حالت میں اس کا جائز ہونا حدیث سے بھی ثابت ہے، (۳) احناف کے نزدیک روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالی جائے تو

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/۱۹۹۔

(۲) حوالۂ سابق۔ نیز دیکھئے: الهداية: ۱/۹۷، كتاب الفقه: ۱/۵۱۷۔ محشی۔

(۳) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۷۲۲۔ محشی۔

روزہ نہیں ٹوٹتا، (۱) بھول کر کھانے پینے یا جماع کرنے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، (۲) حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ بھول کر کھانا پینا روزہ کے لئے باعث فساد نہیں۔ (۳)

روزہ کی حالت میں بوس وکنار

سوال:- {1113} کیا روزہ کی حالت میں کوئی شخص اپنی شریک حیات سے بوس وکنار کرسکتا ہے؟

(امین اسلام، دبیر پورہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ سے روزہ کی حالت میں ازواج مطہرات کا بوسہ لینا ثابت ہے (۴) حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ

"ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ چمٹنے کے بارے میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے اسے اجازت دیدی، دوسرے صاحب آئے انہوں نے بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان کو منع فرمادیا، جن صاحب کو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی وہ سن رسیدہ آدمی تھے، اور جن کو منع فرمایا وہ جوان تھے" (۵)

اس بنیاد پر فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کے بارے میں مطمئن ہو کہ وہ بوس وکنار ہی پر قانع رہ سکتا ہے، تو اس کے لئے روزہ کی حالت میں اس کی گنجائش ہے، اور جس شخص کو

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۲۰۳۔
(۲) حوالۂ سابق: ۱/۲۰۲۔
(۳) البحر الرائق: ۲/۴۸۳۔ محشی۔
(۴) مسند أحمد بن حنبل: ۶/۱۳، ۲۳۴۔ محشی۔
(۵) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۳۸۷۔ محشی۔

اس کے بارے میں اطمینان نہ ہو، اس کے لئے روزہ کی حالت میں بوس وکنار مکروہ ہے:

"کرہ قبلة ومس ومعانقة ... إن لم يأمن المفسد وإن أمن لا بأس " (۱)

عام طور پر سن رسیدہ حضرات کے بارے میں امید ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ پر قابو رکھ سکیں گے، اور نوجوان کے بارے میں روزہ ٹوٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے، اس لئے اس کی رعایت ملحوظ رکھنا مناسب ہے۔

روزہ میں قئے

سوال:- {1114} اگر روزہ کی حالت میں قئے یا منہ بھر کر پانی آجائے، تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

(سید حفیظ الرحمان، نظام آباد)

جواب:- اگر بلا ارادہ از خود منہ بھر کر قے آجائے، یا پانی آجائے جو قے ہی کی ایک صورت ہے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر انسان قصداً قے کو نگل جائے، یا جان بوجھ کر قے کرے اور وہ منہ بھر ہو، تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۲)

روزہ میں انجکشن اور گلوکوز

سوال:- {1115} کیا روزہ کی حالت میں انجکشن لیا جاسکتا ہے؟ اور گلوکوز چڑھایا جاسکتا ہے: جبکہ انجکشن اور گلوکوز کا اثر انسان کے معدہ تک بھی پہونچتا ہے؟ (علاء الدین، تنالی)

جواب:- اصل میں قرآن وحدیث میں جس چیز سے روزہ کی حالت میں منع کیا گیا

---

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۲۶۹۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: الفتاوی الهندية: ۱/۲۰۴۔

ہے وہ کھانا اور پینا ہے، جب انسان کوئی چیز کھاتا، پیتا ہے تو حلق کے فطری راستہ سے یہ چیز انسان کے معدہ تک پہونچتی ہے، فقہاء نے بطور احتیاط کھانے اور پینے پر ایسی تمام صورتوں کو قیاس کیا ہے، جس میں کوئی چیز انسان کے پیٹ یا دماغ تک براہ راست پہونچائی جائے، اسی لئے ایسے زخم جو پیٹ اور سر میں ہوں، اور معدہ اور دماغ تک زخم کے ذریعہ راستہ بن گیا ہو، ان میں دوا ڈالنے کو روزہ ٹوٹ جانے کا باعث قرار دیا گیا، کیونکہ اس طرح دوا براہ راست دماغ اور معدہ تک پہنچ جاتی ہے، ایسے زخم کو ''آمة'' اور ''جائفه'' کہتے ہیں۔(۱)

اب غور کیجئے تو انجکشن اور گلوکوز کے ذریعہ معدے تک کوئی چیز براہ راست نہیں پہنچتی، بلکہ دوائیں رگوں میں پہونچتی ہیں، اور رگوں کے ذریعہ پورے جسم میں پھیل جاتی ہیں، اسی لئے انجکشن اور گلوکوز کو دوا کھانا یا پینا نہیں کہا جاتا، اس لئے انجکشن اور گلوکوز کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، روزہ اصل شئی کے پہنچنے سے ٹوٹتا ہے، نہ کہ کسی شئی کا اثر پہنچنے کی وجہ سے، غور کیجئے کہ پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جائیگا، لیکن روزے کی حالت میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کیا جائے، یا حلق خشک ہو رہا ہو، تھوک تک نہیں آرہا ہو، اور تراوٹ پیدا کرنے کے لئے کلی کی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ حلق میں پانی نہیں پہنچا ہے، بلکہ پانی کا اثر پہنچا ہے۔

البتہ میرا خیال ہے کہ جس شخص کو بیماری کی وجہ سے گلوکوز چڑھانا ضروری نہ ہو، محض تقویت کے لئے روزہ کی حالت میں گلوکوز چڑھانا ایک درجہ کی کراہت سے خالی نہیں، کیونکہ روزہ کا رکن اپنے آپ کو غذا سے محروم رکھنا ہے، اور گلوکوز چونکہ غذا کی ضرورت ہی کو پورا کرتا ہے، اس لئے گلوکوز چڑھانا گویا جسم کی غذائی ضرورت کو پورا کردیتا ہے، اس لئے محض تقویت کے لئے روزہ کی حالت میں گلوکوز چڑھانے سے بچنا چاہئے۔

روزہ میں تیل، سرمہ اور خوشبو

سوال:- {1116} (الف) کیا روزہ کی حالت میں

---

(۱) الهداية :۱/۲۰۰۔ محشی۔

سر پر تیل لگا سکتے ہیں؟

(ب) کیا خوشبو اور سرمہ لگا سکتے ہیں؟

(ج) کیا روزہ کی حالت میں غسل کر سکتے ہیں؟

(محمد نصیر خاں، بیگم پیٹ)

جواب:- (الف) روزہ ایسی چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو فطری راستہ سے جسم کے اندر پہونچتی ہوں، تیل اولاً تو دماغ کے اندر نہیں جاتا اور اگر اس کا کچھ اثر جاتا ہو تو وہ بالوں کے مسامات کے ذریعہ کھوپڑی کی ہڈیوں تک پہونچتا ہے، اس لئے روزہ کی حالت میں سر میں یا جسم میں تیل لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

(ب) خوشبو سونگھنے میں بعینہ خوشبودار چیز جسم کے اندر داخل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لطیف اثرات جسم میں داخل ہوتے ہیں، اس لئے اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ داروں کی میزبانی کا طریقہ یہی بتایا ہے کہ انہیں خوشبو پیش کی جائے، (۱) روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت بھی حدیث سے ثابت ہے، (۲) اس لئے سرمہ لگانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(ج) روزہ کی حالت میں زوال سے پہلے بھی اور زوال کے بعد بھی غسل کیا جا سکتا ہے، یہی امام ابوحنیفہؒ اور اکثر فقہاء کی رائے ہے، اور حدیث سے بھی ثابت ہے۔ (۳)

روزہ میں دمہ کے مریض کا انہیلر استعمال کرنا

سوال:- {1117} زید کی عمر ۶۷ برس ہے، دمہ کا

---

(۱) "تحفة الصائم الزائر أن تغلف لحيته، و تجمر ثيابه و يذرر، و تحفة المرأة الصائمة أن تمشط رأسها و تجمر ثيابها و تذرر" (سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۴/۲۷۴، حدیث نمبر: ۱۷۸۹) محشی۔

(۲) الجامع الترمذي، حدیث نمبر: ۷۲۲۔ محشی۔

(۳) بدائع الصنائع: ۲/۲۷۰۔ محشی۔

شدید مریض ہے، دن میں تین مرتبہ انہیلر لینے کی ضرورت پیش آتی ہے، رمضان المبارک کی آمد سے پہلے بہت کوشش کی کہ دن میں دو مرتبہ پر اکتفا کروں، لیکن بجائے فائدہ کے نقصان ہو گیا، اور ڈاکٹر نے کہا کہ آپ دو کے بجائے چار دفعہ لیا کریں، ایسی حالت میں میرے لئے روزہ کا کیا حکم ہے؟

(محمد عزیز الدین، حسینی علم)

ایک شخص کو دمہ کی شکایت ہے، انہیلر دینے سے پھیپھڑوں کو سکون ملتا ہے، گیس اندر جا کر پھیپھڑوں کو کھولتی ہے، ہر دو گھنٹہ پر انہیلر لینا پڑتا ہے، یہ ناک کے ذریعہ بھی لی جاسکتی ہے، تو کیا روزہ کی حالت میں انہیلر لیا جاسکتا ہے؟

(عبداللہ صدیقی، مقام غیر مذکور)

جواب:- انہیلر کے ذریعہ دواء کے اجزاء حلق کے نیچے پہونچتے ہیں، یا یہ گیس میں تبدیل ہو کر حلق سے نیچے جاتی ہے، اس سلسلہ میں مجھے کماحقہ تحقیق نہیں ہے، اور بعض ڈاکٹروں سے گفتگو پر بھی یہ بات واضح نہیں ہو سکی، اس لئے راقم الحروف یہ رائے دیا کرتا ہے کہ انہیلر لیتے ہوئے روزہ رکھ لیا جائے، کہ اپنی طاقت وصلاحیت کے مطابق حکم خداوندی کی اطاعت ہو جائے، اور جو لوگ صاحب استطاعت ہوں وہ فدیہ بھی ادا کردیں، کہ اگر روزہ کافی نہ ہو، تو فدیہ سے اس کمی کی تلافی ہو جائے، جیسے منھ کے راستہ سے کسی چیز کا حلق سے نیچے پہونچانا روزہ کو توڑ دیتا ہے، اسی طرح ناک کے ذریعہ بھی کسی چیز کا پہونچانا روزہ کے لئے مفسد ہے، اس لئے انہیلر کی دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی ہے۔ واللہ اعلم

روزہ میں انہیلر اور انجکشن

سوال:- {1118} میں دمہ کا مریض ہوں، کیا روزہ

کی حالت میں انہیلر کا استعمال کر سکتے ہیں،اور کیا انجکشن لے سکتے ہیں؟ انہیلر منہ میں رکھ کر دبانے سے دوا گیس کے طور پر راست پھیپھڑوں میں چلی جاتی ہے،اور چند لحوں میں آرام ہو جاتا ہے۔ (شیخ عابد علی،کوہیر)

جواب:- روزہ کی حالت میں ایسا انجکشن لینے میں کوئی حرج نہیں جس کی دوا براہِ راست معدہ میں نہیں پہونچتی ، بلکہ رگوں یا گوشت کے واسطہ سے جسم کے اندر داخل ہوتی ہے، انہیلر کے بارے میں مجھے جہاں تک علم ہے اس میں دوا سیال صورت میں موجود ہوتی ہے، حلق میں اس دوا کا ذائقہ بھی محسوس ہوتا ہے، ممکن ہے کہ پھیپھڑے میں پہنچ کر وہ گیس بن جاتی ہے، فقہاء کی تصریحات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت روزہ کو فاسد کر دیتی ہے، البتہ مجھے اس مسئلہ میں کسی قدر تامل ہے، اس لئے کہ حلق میں ایک نالی نظام تنفس سے متعلق ہے، اور دوسری غذائی نالی ہے، جس سے انسان کھاتا پیتا ہے، تو اگر انہیلر کا اثر تنفس کی نالی سے متعلق ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص انہیلر لئے بغیر دن بھر نہیں رہ سکتا ہو، تو وہ انہیلر لیتے ہوئے روزہ رکھ لے اور احتیاطاً ہر روزہ کا فدیہ بھی ادا کرتا جائے ، ایک روزہ کا فدیہ ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔ واللہ اعلم۔

روزہ میں دھواں لینا

سوال:- {1119} روزہ کی حالت میں اگر بتی ، عود ، لوبان اور عود کا دھواں لے سکتے ہیں یا نہیں؟ (ایم ،ایس خان حیدرآباد، جیلانی بانو، رائچور)

جواب:- روزہ کی حالت میں قصداً اگر بتی وغیرہ کا دھواں لینا درست نہیں، اور اگر بتی کا بالارادہ دھواں لے اور حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا:

"حتی لو تبخر بخورا فاواه إلی نفسه و شمه ذاکرًا الصوم افطر" (۱)

روزہ کی حالت میں زنڈو بام

سوال:- {1120} روزہ کی حالت میں زنڈو بام یا اس طرح کی دوسری دوائیں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ ایسی دواؤں کا اثر بظاہر دماغ تک پہونچتا ہے۔

(شبیر احمد حقی، عنبر پیٹ)

جواب:- روزہ اسی وقت ٹوٹتا ہے، جب کوئی چیز بعینہ فطری منفس کے ذریعہ پیٹ یا دماغ تک پہونچے، اگر کوئی چیز مسامات بدن کے ذریعہ جسم میں داخل ہو، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

"وما یدخل في مسامات البدن من الدهن لا یفطر" (۲)

نیز اگر اصلی شئ کے بجائے صرف اس کا اثر جسم کے اندر پہونچے، تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، بام وغیرہ لگانے سے جسم کے اندر صرف اس کا اثر پہونچتا ہے، نہ کہ اصلی شی، نیز وہ بھی جسم کے مسامات کے ذریعہ اندر جاتا ہے، اس لئے اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

روزہ میں احتلام

سوال:- {1121} روزہ دار کو نیند کی حالت میں احتلام ہوجائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ (محمد خان، سعید آباد)

---

(۱) ردالمحتار :۲/۳۶۶۔

(۲) الفتاوی الهندیة:۱/۲۰۳۔

جواب:- احتلام میں چونکہ آدمی کے ارادے کو کوئی دخل نہیں ہے، اس لئے احتلام کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا "... أو احتلم ... فلم يفطر "(۱)

کیا گیس سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

سوال:- {1122} کھانا پکانے کے درمیان بعض اوقات سلینڈر سے گیس خارج ہوتی ہے، اور غیر اختیاری طور پر آدمی کی ناک تک پہونچتی ہے، اس کے علاوہ کیمسٹری کی تعلیم میں بعض اوقات مختلف گیسوں کو سونگھنا پڑتا ہے، یہ تعلیم و تحقیق کا ایک حصہ ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سونگھنا بالارادہ ہے، تو کیا اس کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟ (محمد رضی حیدر، دلسکھ نگر)

جواب:- غیر ارادی طور پر جو بو آدمی تک پہونچ جائے، اس سے تو روزہ ٹوٹنے کا سوال ہی نہیں، اس لئے روزہ تو اختیاری افعال سے ٹوٹتا ہے، نیز قصداً گیس کو سونگھنے کی وجہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، رسول اللہ ﷺ نے خوشبو سے روزہ دار کی ضیافت کرنے کی تلقین فرمائی ہے، (۲) جس میں ظاہر ہے کہ روزہ دار کا سونگھنا پایا جاتا ہے، فقہاء نے بھی روزہ میں خوشبو سونگھنے کی اجازت دی ہے، (۳) اس لئے راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ واللہ اعلم۔

روزہ کی حالت میں کان میں پانی چلا جائے؟

سوال:- {1123} روزہ دار غسل کر رہا تھا کہ کان میں

(۱) الدر المختار مع الرد:۲/۳۶۶۔
(۲) دیکھئے: سلسة الأحاديث الضعيفة :۴/۲۷۴۔ حدیث نمبر:۱۷۸۹۔ محشی۔
(۳) "إذا دخل الدخان أو الغبار أو ريح العطر أو الذباب حلقه ، لا يفسد صومه"(الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى الهندية :۱/۳۰۸) محشی۔

پانی چلا گیا، تو کیا اس کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

(محمد فیض الدین، ٹانڈور)

جواب:- اگر کان میں بلا اختیار پانی چلا جائے، تب تو بالاتفاق اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اگر کوئی شخص جان بوجھ کر پانی ڈال لے، تب بھی راجح اور صحیح قول یہی ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ کان میں پانی کا ڈالنا ایسی چیز نہیں، جس سے بدن کی صلاح اور اس کا نفع متعلق ہو، بلکہ یہ نقصان دہ ہے، اور غیر فطری راستہ سے ایسی ہی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے جس سے جسم کا صلاح متعلق ہو، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ولو اقطر فی أذنه الماء لا یفسد صومه کذا فی الهدایة و هو الصحیح" (۱)

روزہ میں ہونٹ پر سرخی لگانا

سوال:- {1124} خواتین زیبائش کے لئے ہونٹ پر سرخی لگایا کرتی ہیں، کیا روزہ کی حالت میں اس کا لگانا درست ہوگا؟ (شاکرہ نسرین، نظام آباد)

جواب:- اگر سرخی ہونٹ تک پانی کے پہونچنے میں رکاوٹ نہ ہو، تو روزہ کی حالت میں بھی اس کا لگانا جائز ہے، کیونکہ ہونٹ جسم کا خارجی حصہ ہے، ہاں اگر منہ کے اندر چلے جانے کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے۔

اگر مسوڑھوں کا خون پیٹ میں چلا جائے؟

سوال:- {1125} میرے مسوڑھوں سے اپنے آپ

---

(۱) الفتاوی الهندیة: ۱/۲۰۴۔

بھی خون نکلنے لگتا ہے، اور اگر غفلت یا نیند کی حالت ہو تو تھوک
کے ساتھ پیٹ میں بھی چلا جاتا ہے، کیا ایسی صورت میں روزہ
ٹوٹ جائے گا؟ (سعید الرحمان، شولا پور)

جواب:- خون اگر حلق میں نہیں گیا، اور اس سے پہلے آپ نے تھوک دیا، یا کلی کرلی، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ حلق سے نیچے کسی چیز کا جانا ناقض صوم ہے، اگر خون حلق سے نیچے چلا گیا، لیکن تھوک غالب اور خون مغلوب تھا، یعنی تھوک کی مقدار زیادہ اور خون کی مقدار کم تھی، تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ وہ تھوک ہی کے حکم میں ہے، اگر خون کی مقدار زیادہ تھی اور تھوک کی کم، اور یہ حلق سے نیچے چلا گیا، تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا، بعد میں اس کی قضاء کرلینی چاہئے، البتہ مشہور فقیہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر مسوڑھوں سے خون نکلنے کی کیفیت ایسی ہو کہ اس کے حلق میں جانے سے اجتناب بظاہر ممکن نہ ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جیسا کہ کسی شخص کو قے آئی اور بلا ارادہ لوٹ گئی تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

" إلا أن يفرق بعدم إمكان الحترزعنه فيكون
كالقئى الذى عاد بنفسه " (۱)

روزہ کی حالت میں دانت نکلوانا

سوال:- {1126} جو شخص دانت کی تکلیف میں مبتلا
ہو، اس کے لئے روزہ کی حالت میں کیا دانت نکالنے کی
اجازت ہوگی، اور دانت نکالے تو روزہ باقی رہے گا یا ٹوٹ
جائے گا؟ (ڈاکٹر سعید الرحمان، شولا پور)

جواب:- روزہ کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا تعلق ایسی چیزوں سے ہے، جو حلق کے نیچے پہونچتی ہو، دانت چونکہ حلق سے اوپر ہے، اس لئے بذات خود دانت نکالنے میں کچھ حرج نہیں،

(۱) ردالمحتار :۳/۳۶۸۔

لیکن عام طور پر دانت نکالتے ہوئے، مسوڑھوں سے کافی خون آتا ہے، اور یہ بھی امکان رہتا ہے کہ خون حلق سے نیچے چلا جائے، اور ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے اگر شدید مجبوری نہ ہو، تو بہتر ہے کہ رمضان میں دانت نہ نکلوائے، شدید عذر کے بغیر رمضان میں دانت نکلوانا مکروہ ہے، کیونکہ یہ روزہ کے فاسد ہونے کا سبب بن سکتا ہے، اور جو باتیں روزہ کے ٹوٹنے کا باعث بن سکتی ہیں، وہ کم سے کم کراہت سے خالی نہیں۔

لفافہ کا گوند تھوک سے تر کرنا

سوال:- {1127} پوسٹل لفافوں میں، ہلکی گوند لگی رہتی ہے، لوگ اسے تھوک سے تر کر کے، چپکایا کرتے ہیں، کیا اس طرح چپکانا درست ہے؟ (محمد مبین، گلبرگہ)

جواب:- روزہ کی حالت میں گوند کو اپنی زبان سے تر کرنا کراہت سے خالی نہیں، کیونکہ اگر گوند کے اجزاء حلق سے نیچے چلے گئے، تب تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر اس کے اجزاء حلق سے نیچے نہیں گئے، تب بھی کم سے کم چکھنے کی کیفیت پائی گئی، جو مکروہ ہے، ہاں اگر انگلی میں تھوک لے کر اس سے گوند کو تر کر لے، تو کوئی حرج نہیں۔

روزہ کی حالت میں خون دینا

سوال:- {1128} اگر روزہ کی حالت میں مریض کے لئے یا خود اپنے ٹسٹ کے لئے خون دیا جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟ (عبدالمجید، ناندیڑ)

جواب:- روزہ ایسی چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو جسم میں داخل ہو، نہ کہ ایسی چیزوں سے جو جسم سے خارج ہو، اس سے صرف قے کی صورت مستثنیٰ ہے، جس کی بعض صورتیں ناقض صوم ہیں، اس لئے خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، رسول اللہ ﷺ سے خود روزہ کی حالت میں فصد

لگوانا ثابت ہے،(۱) فصد ایک طبی عمل تھا، جس کے ذریعہ جسم کا فاسد خون باہر نکالا جاتا تھا، اس لئے خون دینے میں کچھ حرج نہیں خواہ ٹسٹ کے لئے، یا کسی مریض کے لئے، البتہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ خون دینے کی وجہ سے روزہ کو قائم نہیں رکھ سکے گا، اور اضطرار و مجبوری کی حالت نہ ہو، تو خون دینا مکروہ ہے، اسی احتیاط کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے روزہ کی حالت میں فصد لگوانے کو پسند نہیں فرمایا، (۲) اس لئے کہ تمام لوگوں میں اس کی قوت برداشت نہیں ہوتی، اور خطرہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے روزہ کو قائم نہیں رکھ سکیں۔

روزہ میں ٹوتھ پیسٹ

سوال:- {1129} افطار کرنے سے پانچ منٹ پہلے کیا ہم پیسٹ سے منہ دھو سکتے ہیں؟

(جیلانی بانو، رائچور)

جواب:- پیسٹ میں ذائقہ ہوتا ہے، اور روزہ کی حالت میں کسی بھی چیز کے ذائقہ کو چکھنا مکروہ ہے، اس لئے روزہ کی حالت میں پیسٹ کرنے سے بچنا چاہئے، یہ کراہت سے خالی نہیں۔ "کرہ ذوق شیئ و مضغه بلا عذر" (۳)

کھارے پانی سے کلّی

سوال:- {1130} روزے کی حالت میں اگر کھارے

---

(۱) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۱۹۳۸، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۰۶، سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۳۷۲۔ محشی۔

(۲) "سئل أنس بن مالك ﷺ أكنتم تكرهون الحجامة للصائم ؟ قال : لا إلا من أجل الضعف" (صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۱۹۴۰، باب الحجامة و القيئ للصائم) محشی

(۳) البحر الرائق : ۲/۲۷۹۔

پانی سے وضو یا کلی کی جائے، تو کیا اس میں کوئی مضائقہ ہے،
جب کہ اس پانی میں نمک کا جز ہوتا ہے؟

(صبیح الدین، اننتا پورم)

جواب:- پانی خواہ میٹھا ہو یا کھارا، اس سے وضو کرنے یا یوں ہی کلی کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ پانی کا ذائقہ روزہ کے لئے چنداں مضر نہیں، ورنہ روزے کی حالت میں کلی کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہوتی، بالخصوص ان حالات میں کہ حجاز کا علاقہ سمندر کے ساحل پر واقع ہے اور وہاں بہت سے کنویں کھارے پانی کے ہوتے تھے، اگر کھارے پانی سے وضو اور کلی کی ممانعت ہوتی تو ضرور آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہوتا۔

جن اعذار کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے

سفر میں روزہ

سوال:- {1131} سفر میں روزہ معاف ہے، کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دور میں سفر پیدل ہوا کرتے تھے جس سے پریشانی اور تھکاوٹ ہوتی تھی، تو معافی اس وقت کے لحاظ سے ہوئی ہوگی، اس دور میں تو سفر کی سہولتیں میسر ہیں اس لئے وہ رخصت اب نہیں ملنی چاہئے۔ (نعمت اللہ، مادھو پور، بہار)

جواب:- قرآن مجید نے جہاں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے، وہاں مشقت کو معیار نہیں بتایا ہے، بلکہ سفر چونکہ عموماً کچھ نہ کچھ مشقت سے خالی نہیں ہوتا، اس لئے خود سفر کو افطار کی اجازت کے لئے کافی سمجھا گیا، لہذا آج کل کے آرام دہ سفر میں بھی افطار کرنا جائز ہے، اور اگر روزہ رکھ لے تو زیادہ بہتر ہے۔(۱)

(۱) "و يندب لمسافر الصوم : لآية : ﴿ و أن تصوموا خير لكم ﴾ الدر المختار مع الرد :۳/۴۰۵)

اگر سحری نہ کھا سکے

سوال:- {1132} کسی نے سحری نہیں کھائی، تو اسے روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟

(محمد جہانگیر الدین امجد، باغ امجد الدولہ)

جواب:- سحری کھانا مستحب ہے، واجب نہیں اس لئے بغیر سحری کے روزہ رکھا جا سکتا ہے، روزہ درست ہو جائے گا، البتہ مسنون فعل کا ترک ہوگا، حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہے،، (۱) حضرت عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہمارے روزے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے،، (۲) اسی لئے حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ سحری کئی پہلوؤں سے باعث برکت ہے، اس سے ایک سنت کی اتباع ہوتی ہے، اہل کتاب کی مخالفت ہوتی ہے، عبادت میں تقویت کا باعث بنتی ہے اگر پہلے سے روزہ کی نیت نہ ہو تو نیت کا استحضار ہو جاتا ہے، آخر شب دعاء کی قبولیت کا وقت ہے اور سحری میں بیدار ہو جانے کی وجہ سے اس وقت دعاء کی توفیق میسر ہوتی ہے، (۳) لیکن بہر حال سحری کھانا واجب نہیں، اس لئے اگر کوئی شخص رات میں سحری نہ کھا سکا تو اس کے لئے روزہ کا توڑ دینا قطعاً جائز نہیں، سخت گناہ ہے۔

روزہ کے لئے مانع حیض ادویہ کا استعمال

سوال:- {1133} سنا ہے کہ بعض خواتین رمضان

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۰۸۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۰۹،

(۳) فتح الباری: ۴/۱۳۰، باب برکة السحور الخ۔

المبارک کے روزے مکمل کرنے کے لئے میڈیکل گولیاں کھا لیتی ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- خواتین کو ماہواری کا آنا قانون فطرت کے مطابق ہے، اور اسے مصنوعی طریقہ پر روکنا غیر فطری امر ہے، اور جو چیزیں فطرت کے عام اصول کے خلاف کی جاتی ہیں وہ عام طور پر صحت کے لئے نقصاندہ ہوتی ہیں، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے اور بعد میں روزہ کی قضا کرلینی چاہئے، عورتیں چونکہ اس معاملہ میں معذور ہیں، اس لئے امید ہے کہ رمضان کے بعد روزہ رکھنے کا ان کو اسی قدر ثواب ہوگا جو رمضان میں رکھنے کا ہوتا ہے، بلکہ ممکن ہے کہ وہ زیادہ اجر کی مستحق ہوں، کیوں کہ رمضان المبارک کے ماحول میں سبھوں کے ساتھ مل کر روزہ رکھنا آسان ہوتا ہے، اور عام دنوں میں تنہا روزہ رکھنا نسبتاً دشوار، اور جو کام اللہ کے حکم سے ادا کیا جائے اور اس میں زیادہ مشقت ہو، اس میں زیادہ اجر وثواب کی توقع ہے۔

تاہم اگر کوئی عورت ماہواری شروع ہونے سے پہلے ہی سے دواء کا استعمال شروع کردے اور خون جاری ہی نہ ہو تو اس نے جن دنوں روزہ رکھا ہے، وہ درست ہوجائے گا؛ اگر خون شروع ہوچکا اور پھر اس نے دوا کھا کر خون کو روک لیا تو میرا خیال ہے کہ اس دن سے اس کے معمول کے ایام تک، اور کوئی عادت مقرر نہ ہو، تو تین دنوں تک جو حیض کی کم سے کم مدت ہے، وہ حائضہ ہی تصور کی جائے گی اور ان دنوں کا روزہ درست نہیں ہوگا، نیز اس کی قضا واجب ہوگی:

"والحائض إذا احبست الدم عن الورد لایخرج من أن یکون حائضا بخلاف صاحب الجرح" (۱)

---

(۱) خلاصة الفتاوی: ۱/۲۳۱، کتاب الحیض۔

حالت حیض میں روزہ داروں کی مشابہت

سوال:- {1134} کیا عورتیں رمضان المبارک میں خاص ایام میں کھانا کھاسکتی ہیں، یا روزہ داروں کی مشابہت اختیار کریں گی؟　　(س، ج، سنتوش نگر)

جواب:- اگر حیض یا نفاس کی حالت ہو، تو روزہ داروں کی مشابہت اختیار کرنا اور بھوکے رہنا درست نہیں، کیونکہ حالت حیض میں روزہ رکھنا حرام ہے، تو کھانے پینے سے رکا رہنا گویا ایک فعل حرام کی مشابہت اختیار کرنا ہے اور یہ جائز نہیں، طحطاویؒ فرماتے ہیں:

"وأما فی حالة تحقق الحیض و النفاس فیحرم الامساك؛ لأن الصوم منهما حرام والتشبه بالحرام حرام" (۱)

البتہ اگر دن کا کچھ حصہ گذرنے کے بعد پاک ہوگئیں تو اب دن کے بقیہ حصہ میں کھانے پینے سے رکا رہنا چاہئے:

"یجب علی الصحیح و قیل یستحب الامساك ... وعلی حائض و نفساء طهرتا بعد طلوع الفجر" (۲)

ہاں! رمضان المبارک کے احترام کی رعایت کرتے ہوئے برسرعام کھانے پینے سے گریز کرنا چاہئے کہ ایک تو اس میں رمضان کا احترام ہے، دوسرے یہ حیا کا تقاضہ بھی ہے، ورنہ کھانے پینے سے حالت ناپاکی کا اظہار و اعلان ہوگا۔

---

(۱) طحطاوی علی المراقی ص:۳۷۰۔
(۲) مراقی الفلاح ص:۳۷۰۔

روزہ میں ماہواری شروع ہوجائے

سوال:- {1135} اگر کسی عورت نے صبح سے روزہ رکھا اور دوپہر میں اسے ماہواری شروع ہوگئی تو اس دن کا روزہ ہوگا یا نہیں؟ اور دن کے بقیہ حصہ میں اسے کھانا پینا چاہئے، یا کھانے پینے سے رکا رہنا چاہئے؟

(فاطمہ سلمان، مہدی پٹنم)

جواب:- افطار کے وقت سے پہلے کبھی حیض آجائے، تو اس دن کا روزہ جاتا رہے گا، اور اس کے بدلہ قضاء کرنا واجب ہوگی، جو عورت حیض و نفاس کی حالت میں ہو اسے کھانا پینا چاہئے، کھانے پینے سے رکنا نہیں چاہئے، فقہاء نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس خاتون کے لئے روزہ رکھنا حرام ہے، اور کھانے پینے سے رک جانا حرام کی مشابہت ہے، اور حرام کی مشابہت اختیار کرنا بھی حرام ہے، البتہ کھلے عام نہیں کھانا چاہئے، لوگوں کی نگاہ سے چھپ کر کھائے، کہ یہی تقاضۂ حیاء ہے۔

" و اما فی حالة تحقق الحیض والنفاس فیحرم الامساك لان الصوم منها حرام والتشبه بالحرام حرام ... و لکن لا یأکلن جهرا بل سرا " (۱)

بیماری کی وجہ سے روزہ کی قضا

سوال:- {1136} کس قسم کے امراض کی بناء پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے؟ اگر ایک شخص چند روز روزہ رکھ سکتا ہو، لیکن چند دنوں کے بعد مسلسل روزہ رکھنے کی صورت میں اس کے

(۱) طحطاوی : ص: ۳۷۱۔

مرض میں اضافہ ہو جاتا ہے، تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

(شیخ داؤد، محبوب آباد)

جواب:- شریعت میں انسانی حرج اور ضرورت کی قدم قدم پر رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ مرض کی بناء پر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، اس کی چند صورتیں ہیں:

(الف) پہلے سے مریض ہو، اور روزہ رکھنے کی وجہ سے ہلاک ہو جانے یا کسی عضو کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

(ب) پہلے سے مریض ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔

(ج) پہلے سے مریض ہو، روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض میں اضافہ کا اندیشہ نہ ہو، لیکن خطرہ ہو کہ یہ صحت میں تاخیر اور بیماری میں طول کا باعث ہوگا۔

(د) ابھی بیمار نہ ہو، یعنی بیماری ظاہر نہ ہو، لیکن معتبر و دیانت دار مسلمان ماہر معالج کی رائے ہو کہ روزہ رکھنے کی صورت میں وہ مریض ہو جائے گا۔

ان چاروں صورتوں میں رمضان المبارک کا روزہ نہ رکھنے اور بعد میں قضا کر لینے کی گنجائش ہے، (۱) البتہ محض بیماری کے وہم کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز نہیں، شرعی احکام کی بنیاد غالب گمان پر ہوتی ہے نہ کہ محض اوہام پر۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس قدر ممکن ہو اللہ کا حکم بجالاؤ، (۲) لہٰذا اگر کوئی شخص مسلسل روزہ نہیں رکھ سکتا، چند دنوں روزہ رکھنے کے بعد چند دن روزہ توڑنا اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے، تو جتنے دن روزہ رکھ سکتا ہو رکھ لے، جب تکلیف شروع ہو جائے یا اس کا اندیشہ پیدا ہو جائے، تو روزہ نہ رکھے اور بعد میں قضا کر لے۔

---

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۲۵۰، البحر الرائق: ۲/۴۹۲۔ محشی۔

(۲) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۷۲۰۲، باب : کیف یبایع الإمام الناس۔ محشی۔

شدید مرض کے باوجود روزہ

سوال:- {1137} اعصابی کمزوری کا دائم المریض ہمت کر کے رمضان کے روزے رہتا ہے، دس، بیس روزوں کے بعد قوی وہمت جواب دے جاتی ہے جبکہ مریض کی عین تمنا یہی ہے کہ حالت روزہ میں اس کا انتقال ہو، ایسے مریض و روزہ دار کے لئے کیا احکامات ہیں؟

(ایم، ایس خان، اکبر باغ)

جواب:- اگر دس بارہ روزوں کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی اور معالج روزہ رکھنے سے منع کرتا ہو، تو روزہ توڑ دینا چاہئے، روزہ رکھ کر جان دے دینا درست نہیں، کیونکہ بیماری کی وجہ سے روزہ توڑنے کی اجازت اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے، اور اللہ کی دی ہوئی سہولتوں سے فائدہ اٹھانا اللہ کے سامنے اپنے عجز اور ضعف وناطاقتی کا اظہار ہے، اور یہی عبدیت وبندگی کی اصل روح ہے، ایسی سہولتوں سے فائدہ نہ اٹھا کر اپنی جان دے دینا کوئی محمود اور پسندیدہ عمل نہیں کہ اسلام کی خصوصیت عدل اور اعتدال ہے، وہ عبادات میں بھی اعتدال کا قائل ہے اور غلو سے منع کرتا ہے۔

روزہ اور جسمانی نقاہت

سوال:- {1138} کسی شخص کی روزہ رکھنے کی نیت ہے، لیکن اپنی جسمانی کمزوری جیسے نقاہت وغیرہ کی وجہ سے عاجز ہے، اور سمجھتا ہے کہ روزہ رکھوں گا تو پورے نہ کرسکوں گا، ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے؟

(مقصود حسین خاں، نظام آباد)

جواب:- اگر واقعی کوئی شخص اتنا کمزور ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتا اور یہ اس کی عارضی بیماری ہو تو اسے وقتی طور پر روزہ نہیں رکھنے اور بعد میں روزہ قضا کر لینے کی گنجائش ہے، لیکن یہ محض وہم کے درجہ کا نہ ہو بلکہ یہ کسی معتبر مسلمان ڈاکٹر کی رائے کی روشنی میں ہو، یا کم سے کم خود روزہ رکھ کر دیکھے اگر تجربہ سے ثابت ہو کہ واقعی وہ روزہ پورا نہیں کر سکتا تو پھر اس کے لئے آئندہ دنوں میں روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

روزہ کا کفارہ اور فدیہ

غسل واجب سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:- {1139} اگر روزہ کی حالت میں غسل جاتا رہے تو کیا غسل کرنے سے روزہ باقی رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

(محمد واحد، آصف نگر)

جواب:- اگر روزہ کی حالت میں کوئی شخص روزہ کی کیفیت کو یاد رکھتے ہوئے بیوی سے ہم بستر ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہوگا، اگر بیوی سے صحبت تو نہ کرے، لیکن غسل واجب ہونے میں اس کو دخل ہو تو قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا۔

"أو جامع فيما دون الفرج ولم ينزل وكذا الاستمناء بالكف" (۱)

اگر غسل واجب ہونے میں براہ راست اس کے عمل کو دخل نہ ہو بلکہ احتلام ہو جائے یا

(۱) الدر المختار مع الرد : ۳/۷۱-۳۷۰۔

محض بدنگاہی اور ناشائستہ خیالات کی وجہ سے غسل واجب ہونے کی نوبت آجائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

"أو احتلم أو انزل بنظر ولو إلى فرجها مرارا أو بفكر وإن طال" (۱)

روزہ کا کفارہ کیا اور کب؟

سوال:- {1140} اگر کوئی شخص کسی وجہ سے ایک یا کئی روزہ توڑ دے، تو اس سے کیا کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟

(محمد جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر کسی شخص نے روزہ رکھنے کی نیت ہی نہیں کی تھی تو یہ بہت بڑا گناہ ہے، اسے توبہ کرنا چاہئے اور ایک روزہ کی قضا کر لینی چاہئے اور اگر روزہ کی نیت کر چکا تھا پھر بلا عذر جان بوجھ کر روزہ توڑ دے، تو اب کفارہ یہ ہے کہ ایک روزہ کے بدلہ مسلسل ساٹھ روزے رکھے جائیں اور اگر روزے نہیں رکھ سکتا تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا ایسا کھانا کھلائے کہ وہ آسودہ ہو جائیں، حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں اس کفارہ کی صراحت آئی ہے اور اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش آیا تھا۔ (۲)

رمضان کے روزہ کے بجائے نفل روزہ

سوال:- {1141} اگر رمضان کا ایک روزہ چھوٹ جائے تو بعد میں نفل روزے رکھنے سے اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

---

(۱) الدر المختار مع الرد : ۳/۳۶۷۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۷۲۴، صحیح البخاری، حدیث نمبر:۹۸۴۔

جواب:- اگر کسی شخص نے طبعی عذر کی بناء پر رمضان میں روزہ نہیں رکھا جیسے: عورتیں حیض ونفاس کی وجہ سے، یا کوئی مریض اپنی سخت بیماری کی وجہ سے اور اس نے بعد میں قضاء کرلی تو امید ہے کہ اسے اتنا ہی ثواب ملے گا، جتنا رمضان میں روزہ رکھنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے، لیکن اگر بلا عذر روزہ توڑ دے، تو قضاء اور بعد میں نفل روزے اس کمی کو پورا نہ کرسکیں گے، جو رمضان المبارک جیسے مہینے میں روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اگر رمضان میں روزہ نہ رکھے اور پھر عمر بھر بھی روزہ رکھے تو یہ رمضان کے روزہ کے برابر نہیں ہوسکتا" (۱)

اللہ تعالی ایسی محرومی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

اگر ۲۸ رہی روزے رکھے؟

سوال:- {1142} رمضان المبارک کے روزوں کی تعداد انتیس یا تیس ہوتی ہے، سعودی عرب میں روزے دو روز قبل اور انڈیا میں عموما دو روز بعد شروع ہوتے ہیں، چنانچہ حیدرآباد میں دو روز بعد روزے شروع کر کے سعودی عرب جانے والے عازمین عمرہ نے وہاں کے چاند کے لحاظ سے دو روز قبل رمضان کے روزے ختم کئے اور عید منائی، اسی طرح سال ۱۹۹۹ء میں ان عازمین عمرہ کو ۲۸ ر روزے رکھنے پڑے، جب کہ یہاں ، اور وہاں پر بھی تیس روزوں کا مہینہ تھا، گویا یہاں پر چاند دیکھ کر روزہ شروع کیا اور وہاں پر چاند دیکھ کر روزے ختم کئے اور عید منائی، اس سلسلہ میں دو روزوں کی کمی پر

(۱) سنن أبي داؤد ، حدیث نمبر: ۲۳۹۶۔ محشی۔

شرعی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

(محمد حسین خان، سالار جنگ کالونی)

جواب:- قرآن مجید نے ایک ماہ روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے(۱) اور ایک ماہ سے کیا مراد ہے؟ اس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات کے ذریعہ واضح فرمایا، انتیس یا تیس دن، (۲) لہذا اس سے کم روزہ رکھنا کافی نہیں ہوگا، جب ہندوستان اور سعودی عرب دونوں جگہ اس سال پورے تیس دن کا روزہ ہوا اور آپ کے روزے اٹھائیس ہی ہوئے تو اب مزید دو روزے مکمل کرنے ہوں گے، تاکہ تیس دن پورے ہو جائیں، یہ جو بات حدیث میں فرمائی گئی ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ شروع کیا جائے اور چاند دیکھ کر روزہ ختم کیا جائے، (۳) یعنی جب عید کا چاند دیکھ لیا جائے تو اس کے بعد رمضان کا روزہ نہیں، یہ حکم اس شخص سے متعلق ہے جو ایک ہی مقام پر رمضان کا چاند بھی دیکھے اور عید الفطر کا بھی۔

۲۹ / روزے

سوال:- {1143} ہندہ نے اس سال رمضان شریف کا آغاز ہندوستان میں کیا اور درمیان میں شارجہ چلی گئی اور روزوں کا اختتام وہیں ہوا، جب کہ وہاں ایک دن قبل ہی چاند

---

(۱) ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ﴾ (البقرة:۱۸۵)۔ محشی۔

(۲) "عن النبي ﷺ قال : إنا أمة أمية لا نكتب و لا نحسب الشهر هكذا هكذا يعني مرة تسعة وعشرين و مرة ثلاثين" عن ابن عمر ؓ (صحيح البخاري ، حدیث نمبر:۱۹۱۳، باب قول النبي ﷺ لا نكتب و لا نحسب)محشی۔

(۳) "أن رسول الله ﷺ ذكر رمضان فقال :لا تصوموا حتى تروا الهلال و لا تفطروا حتى تروه فإن غم عليكم فاقدروا له" عن ابن عمر ؓ ،(صحيح البخاري ،حدیث نمبر:۱۹۰۶،باب قول النبي ﷺ إذا رأيتم الهلال فصوموا و إذا رأيتموه فافطروا)محشی۔

نظر آ گیا اور ہندوستان میں ۳۰؍رمضان بعد عید ہوئی، اس طرح ہندہ نے ۲۹؍روزے رکھے، جب کہ ہندوستان والوں نے ۳۰؍روزے رکھے، کیا ہندہ کو ایک روزہ کی قضاء لازم ہوگی؟ (نفیس احمد، خنیل پیٹ)

جواب:- اس سال ہندوستان اور متحدہ عرب امارات میں ایک ساتھ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوا، لیکن عید کا چاند امارات میں ایک دن پہلے اور ہندوستان میں ایک دن بعد نکلا، چوں کہ ماہِ رمضان کے اختتام پر ہندہ امارات میں تھی اور وہیں عید کا چاند نکلا، تو اختتام کے سلسلہ میں اس پر وہیں کے احکام جاری ہوں گے، اور ۲۹/ تاریخ کو اس کا رمضان مکمل سمجھا جائے گا، اب اسے ایک روزہ قضاء کرنے کی ضرورت نہیں۔

روزہ میں جلق

سوال:-{1144} روزہ کی حالت میں مشت زنی کا کیا حکم ہے؟ کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(خالد، قلعہ گولکنڈہ)

جواب:- یہ فعل ہر حال میں گناہ ہے، سوائے اس کے کہ زنا سے بچنے کے لئے اضطرار کی کیفیت ہو جائے، اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ کفارہ واجب نہیں ہوتا، صرف روزہ کی قضا کرنی ہوگی۔(۱)

ایک شخص کوئی روزوں کا فدیہ

سوال:-{1145} زید روزے نہیں رکھ سکتا، وہ فدیہ

---

(۱) " استمنی بکفه ... قضی " (الدر المختار مع رد المحتار :۳/۳۷۹، نیز دیکھئے: ص:۳۷۱، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسد) محشی۔

ادا کرتا ہے، اور کھانا کھلانے کے بجائے گیہوں دے دینا چاہتا ہے، کیا وہ ایک مسکین کو کئی روزوں کا فدیہ ادا کرسکتا ہے؟

(فخر الدین سلیم، ورنگل)

جواب:- اس صورت میں بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ ایک مسکین کو ایک دن کا فدیہ ادا کرے، یا ایک ہی مسکین کو روزآنہ ایک ایک دن کا فدیہ ادا کرتا چلا جائے، اس صورت کے درست ہونے میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں، لیکن اگر ایک ہی دفعہ ایک محتاج شخص کو ایک سے زیادہ دنوں کا فدیہ ادا کرے، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک، یہ صورت بھی درست ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔

" للشیخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر و یفدی وجوبا و لو أول الشهر و بلا تعدد فقیر" (۱)

کیا قضاء کے ساتھ فدیہ بھی ادا کرے؟

سوال:- {1146} جو لوگ بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ کر بعد میں افطار کرنے والے ہوں، کیا ان کو بھی فدیہ ادا کرنا ہوگا، نیز کیا دودھ پلانے والی عورت کو بھی فدیہ دینا لازمی ہے؟

(عبداللہ صدیقی)

جواب:- جو لوگ وقتی بیماری کی وجہ سے روزہ قضاء کررہے ہوں، ان کو آئندہ صرف قضاء کرنا ہوگا، فدیہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں، جو عورت بچہ کو دودھ پلاتی ہو، روزہ رکھنے کی صورت میں بچہ کا دودھ متاثر ہوسکتا ہو، یا خود اس کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو، تو فی الحال روزہ نہ رکھنے اور بعد میں اس کی قضاء کرنے کی گنجائش ہے، اور آئندہ قضاء کرنا ہی ضروری ہے، فدیہ ادا کرنا نہ ضروری ہے اور نہ کافی۔ (۲)

---

(۱) الدر المختار مع الرد: ۳/۴۴۰۔
(۲) بدائع الصنائع: ۲/۲۵۲۔ محشی۔

حالت حیض کے روزوں کی قضاء

سوال:- {1147} اگر عورت سے حالتِ حیض میں روزے چھوٹ جائیں، تو کیا اس کی قضاء رکھنا کافی ہے، یا کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- صرف قضاء کرنا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں، (۱) اس لئے کہ ان دنوں روزہ ترک کرنے میں عورت کے فعل کو دخل نہیں، بلکہ طبعی مجبوری اور شریعت کی طرف سے اس حالت میں روزہ رکھنے کی ممانعت کی وجہ سے اس کے روزے قضاء ہوئے ہیں۔

حائضہ کا کھانے پینے سے رکا رہنا

سوال:- {1148} اگر کسی عورت کو آدھا روزہ رکھنے کے بعد حیض آئے تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر نفلی روزہ ہے تو کیا اس کی قضا بھی کرنی ہوگی؟ نیز کیا ایسی عورت کو کھانے پینے سے رکا رہنا چاہئے؟ (ایک بہن، جگتیال)

جواب:- اگر روزہ شروع کرنے کے بعد حیض آجائے، تب بھی روزہ فاسد ہوجائیگا اور اس دن کی قضا واجب ہوگی، اگر نفل روزہ تھا، تو چوں کہ شروع کرنے کی وجہ سے وہ واجب ہو چکا، اس لیے اس کی قضا بھی ضروری ہوگی، جو عورتیں نفاس کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتیں ان کو کھانا پینا چاہئے، کھانے پینے سے رک جانا جائز نہیں، علامہ طحطاوی نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ

---

(۱) "إنما يكفر إن نوى ليلا و لم يكن مكرها و لم يطرأ مسقط كمرض و حيض" (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۳/۳۹۰) محشی۔

اس حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے اور کھانے پینے سے رک جانا روزہ رکھنے کی مشابہت اختیار کرنا ہے اور حرام کی مشابہت اختیار کرنا بھی حرام ہے۔(۱)

---

(۱) طحطاوی علی المراقی :ص:۴۴۷،فصل یجب الإمساك ۔محشی۔

روزہ — مختلف مسائل

رمضان المبارک اور غیر مسلم بھائی

سوال:- {1149} ماہ رمضان المبارک میں غیر مسلم اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کس طرح تعاون کر سکتے ہیں، تا کہ مبارک ماہ کے برکات سے مستفید ہوں؟

(کے راما راؤ، حیدرآباد)

جواب:- غیر مسلم بھائیوں کے لئے روزہ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے تعاون کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں:

(الف) مسلمان دوستوں اور غریب مسلمان پڑوسیوں کے لئے افطار وغیرہ کا نظم کرنا۔

(ب) جو مسلمان ان کی دوکانوں یا کارخانوں میں کام کریں ان کو وقت کے معاملہ میں ممکن حد تک رعایت دینا تا کہ وہ رمضان میں اپنے مذہبی فرائض ادا کر سکیں۔

(ج) جو کام ان سے متعلق ہے اگر اس کو کچھ ہلکا کرنا ممکن ہو تو ہلکا کر دینا، تا کہ ان کو روزہ رکھنے میں سہولت ہو۔

(د) رمضان اصل میں نزول قرآن کا جشن ہے، رمضان کا سب سے بڑا حق غیر مسلم بھائیوں پر بھی یہ ہے کہ وہ ترجمہ اور تفسیر کی مدد سے اس ماہ میں قرآن کی دعوت کو جاننے اور سمجھنے نیز کھلے دل سے اس کا مطالعہ کرنے کا خصوصی اہتمام کریں۔

رمضان المبارک کے ہر دن ورات کی فضیلت

سوال:- {1150} شب قدر کی برکت وخصوصیت تو رمضان المبارک کی ایک مخصوص رات کی خصوصیت ہے، مگر رمضان المبارک کے ہر دن اور ہر رات کی کیا فضیلت ہے؟

(محمد غوث الدین قدیر، سلاخ پوری، کریم نگر)

جواب:- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب ماہِ رمضان کی پہلی شب ہوتی ہے، تو شیاطین اور سرکش جنات باندھ دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں، اور اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا، جنت کے تمام دروازے کھول دئے جاتے ہیں، کوئی دروازہ بند نہیں رہتا اور ایک پکارنے والا ندا لگاتا ہے: ''اے طلب گار خیر! آگے بڑھ، اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے! رک جا، اللہ کے لئے جہنم سے بہت سے لوگ آزاد کئے جاتے ہیں، اور یہ ہر شب ہوتا ہے۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ پورا رمضان المبارک اس کے دن بھی رات بھی برکتوں اور سعادتوں کے لمحات ہیں، اور ہر آن اللہ تعالی کا در رحمت بندوں کی طرف وا رہتا ہے۔

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۶۸۲، باب ماجاء في فضل شهر رمضان۔

آخری عشرہ میں ممسکِ حیض دوائیں

سوال:- {1151} رمضان المبارک کے پہلے اور دوسرے دہے میں روزہ چھوٹ بھی جائے، تو ان شاء اللہ بعد میں قضاء کرلی جائے گی، لیکن آخری عشرہ میں روزہ کے ساتھ مقدس رات چھوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے، تو کیا اس سے بچنے کے لئے خواتین اس آخری عشرہ میں ممسکِ حیض دوائیں استعمال کرسکتی ہیں؟ اور دوا کے استعمال کی وجہ سے خون نہ آئے، تو کیا اس کا روزہ درست ہوجائے گا؟

(شمع، یاقوت پورہ)

جواب:- (الف) جب شریعت نے حالتِ حیض میں روزہ توڑنے کا حکم دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ بات شارع کے علم میں تھی کہ بہت سی خواتین کو آخری عشرہ میں بھی حیض کی نوبت آسکتی ہے، تو بہتر یہی ہے کہ ممسکِ حیض ادویہ استعمال نہ کی جائیں، جو صحت کے لئے مضر ہیں کہ شریعت کی رخصتوں سے گریز اور اس کے لئے تکلف اختیار کرنا دین میں ایک طرح کا غلو ہے، اور دین میں غلو کو منع فرمایا گیا ہے، (۱) جہاں اخیر عشرہ کی طاق راتوں کے اعمال کی بات ہے، تو ان راتوں کے افعال میں سے دعاء اور ذکر بھی ہے، اور دعاء و ذکر حالتِ حیض میں بھی کیا جاسکتا ہے، نیز نیت کی بنیاد پر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نماز اور تلاوت کا اجر بھی عطا فرمادے۔

(ب) تاہم اگر کسی عورت نے ایسی دواء استعمال کرلی، خون نہیں آیا اور روزہ رکھ لیا، تو روزہ ادا ہوجائے گا۔

---

(۱) "قال رسول اللہ ﷺ : يا أيها الناس إياكم و الغلو في الدين ، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين" عن ابن عباس ؓ ، (سنن ابن ماجة ، حدیث نمبر:۳۰۲۹، باب قدر حصى الرمي) محشی۔

جمعۃ الوداع

سوال:- {1152} ماہ رمضان المبارک میں جمعہ تو آتا ہے، مگر جمعۃ الوداع کی کیا اہمیت وفضیلت ہے؟

(محمد غوث الدین قدیر، سلاخ پوری، کریم نگر)

جواب:- جمعہ کے دن کی خصوصی فضیلتیں ہیں، جو احادیث سے ثابت ہیں، (۱) رمضان المبارک چونکہ خود بھی برکت اور دعاء کی قبولیت کا مہینہ ہے، اس لئے اس ماہ کے جمعہ میں برکت اور قبولیت کی توقع زیادہ ہے، لیکن اس اعتبار سے رمضان کے تمام جمعہ برابر ہیں، آخری جمعہ کی خصوصیت نہیں، اور خاص اس جمعہ کی مستقل طور پر فضیلت ثابت نہیں۔

رمضان المبارک میں نظام الاوقات کی طباعت

سوال:- {1153} رمضان المبارک میں لوگ نظام الاوقات طبع کرا کر تقسیم کرتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رمضان گزرنے کے بعد ادھر ادھر نالیوں میں یہ نظام الاوقات ڈال دیے جاتے ہیں، کیا یہ گناہ نہیں،؟ اور اس کا گناہ کس پر ہوگا؟ چھاپنے والے پر یا پھینکنے والے پر؟ (فوزیہ جبین، جگتیال)

جواب:- نظام الاوقات طبع کرانے سے روزہ داروں کو سہولت بہم پہنچتی ہے، اور سحر وافطار کا وقت معلوم ہوتا ہے، بعض لوگ اس میں افطار کی دعاء اور روزہ کی نیت بھی طبع کرتے ہیں، اس سے بھی آسانی ہوتی ہے، اس لئے طبع کرنے والوں کو تو بہر حال اس کا اجر وثواب حاصل ہوگا، جو لوگ بے احتیاطی سے اسے گندی جگہوں پر ڈال دیتے ہیں، وہ یقیناً غلطی کرتے ہیں، انہیں چاہئے کہ یا تو وہ اسے محفوظ کردیں، یا کسی پاک جگہ پر دفن کردیں۔

---

(۱) سنن أبي داؤد ،حدیث نمبر:۱۰۵۲، سنن ابن ماجة ،حدیث نمبر:۱۱۲۶، الجامع للترمذي ،حدیث نمبر:۱۰۵۲۔ محشی۔

روزہ رکھائی

سوال:- {1154} آج کل لوگ روزہ رکھائی بڑی دھوم دھام سے کرتے ہیں، کیا یہ عمل درست ہے؟

(رشید احمد خاں، بھینسہ)

جواب:- روزہ رکھائی کے لئے کوئی تقریب منعقد کرنا حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ایسی چیزوں میں اسراف وفضول خرچی جائز ہے، البتہ اگر کسی بچہ نے پہلی بار روزہ رکھا ہو، اس کی حوصلہ افزائی اور اس کے اس عمل پر خوشی کے اظہار کے لئے کسی دوست احباب کو افطار پر مدعو کرلیا جائے تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ لوگ اسے دینی کام سمجھ کر عام طور پر نہیں کرتے، بلکہ اس کا مقصد محض مسرت کا اظہار ہے، تاہم ضروری ہے کہ فضول خرچی سے بچتے ہوئے اور تقریب کی شکل دئے بغیر دعوت کا اہتمام کیا جائے، آج کل تو لوگ اخبار میں اس کا اشتہار بھی دیتے ہیں، اور تصویریں بھی شائع کرائی جاتی ہیں، یہ عبادت کی تشہیر ہے، جو عبادت کی روح کے خلاف ہے اور تصویر شائع کرنا تو نیکی کے ایک کام کو گناہ کی گندگی سے آلودہ کرنا ہے، اللہ تعالی ہم سبھوں کو ایسی خلاف شرع باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بچوں سے روزہ رکھوانا

سوال:- {1155} بچوں کو روزہ کتنے سال کی عمر میں رکھنا ہوگا؟ آج کل بعض بچے چار تا پانچ سال کی عمر میں روزہ رکھتے ہیں، یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟

(سید زاہد فردین، یاقوت پورہ)

جواب:- روزہ دوسری عبادتوں کی طرح بالغ ہونے کے بعد ہی فرض ہوتا ہے، لیکن جسمانی عبادتوں کا اچانک شروع کرنا اور اس پر کاربند رہنا دشوار ہوتا ہے، اسی لئے بلوغ سے

پہلے ہی ان عبادتوں کی عادت ڈالنی چاہئے تاکہ عبادت فرض ہونے کے بعد اس کی ادائیگی میں دشواری نہ ہو، نماز کے بارے میں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا باضابطہ حکم دیا کہ بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کو کہا جائے اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر سرزنش بھی کی جائے،(۱) روزہ کے بارے میں غالباً ایسی کوئی صراحت منقول نہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ نماز سے زیادہ روزہ کی عادت ڈالنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے بدرجۂ اولی بالغ ہونے سے پہلے اس کی عادت ڈالنی چاہئے، اور نماز پر قیاس کرتے ہوئے سات تا دس سال کی عمر سے کچھ روزے رکھوانے چاہئیں، بچوں کے روزہ کے لئے کسی خاص عمر کی تحدید نہیں، اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس میں روزہ کو برداشت کرنے کی قوت پیدا ہوگئی ہو اور وہ روزہ کا شعور رکھتا ہو، تاکہ اس کی نیت کر سکے۔

اکتیسواں روزہ

سوال:- {1156} آج کل اس کی نوبت آتی رہتی ہے کہ ایک شخص سعودی عرب میں رمضان کے پورے تیس روزے رکھ کر ہندوستان واپس آتا ہے، اور یہاں ایک روزہ باقی رہتا ہے، ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے؟

(معین الاسلام قاسمی، بمبئی)

جواب:- ایسے شخص کو ہندوستان میں مزید ایک روزہ مکمل کرنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ "جو ماہ رمضان کو پائے وہ روزہ رکھے، ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾(۲)

---

(۱) قال رسول الله ﷺ :مروا أولادكم بالصلاة و هم ابناء سبع سنين و اضربو هم عليها و هم أبناء عشر سنين " عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده ، (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۴۹۵، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة) محشی۔

(۲) البقرة :۱۸۵۔

یہی رائے علماء عرب میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی (۱) کی اور علماء ہند پاک میں مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ اور مفتی تقی عثمانی کی رائے ہے۔ واللہ اعلم۔

بغیر نماز کے روزہ

سوال:- {1157} ایک صاحب نے اپنے خطبات میں کہا کہ روزوں کے ساتھ نمازوں کی پابندی بھی ضروری ہے، ورنہ روزے فاقہ مار ہوں گے، حالانکہ روزہ اور نماز دو الگ الگ ارکان ہیں۔ کیا خطیب صاحب کی یہ بات درست ہے؟

(ملک حبیب اللہ خاں، قلعہ گولکنڈہ)

جواب:- فقہی اور قانونی اعتبار سے تو روزہ اس کا درست ہو جائے گا، کیوں کہ روزہ طلوع صبح سے غروب آفتاب تک کھانے پینے وغیرہ سے رکے رہنے کا نام ہے، اور وہ اس سے رکا رہا ہے، لیکن کیا یہ روزہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول بھی ہوگا؟ اگر دوسرے واجبات وفرائض کے انجام دینے اور محرمات وممنوعات سے بچنے کا اہتمام نہ ہو؟ اس سلسلہ میں تو اللہ ہی کو علم ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ داروں کے حصہ میں صرف بھوک اور پیاس ہی آتی ہے، (۲) اس پس منظر میں اگر خطیب صاحب کا منشا یہ ہو کہ جو لوگ روزہ رکھتے ہیں اور اس حالت میں بھی نمازوں کا اہتمام نہیں کرتے، اندیشہ ہے کہ ان کے روزے مقبول نہ ہوں، تو یہ کوئی بے جا بات نہ ہوگی، لیکن چوں کہ صراحتاً یہ مضمون قرآن وحدیث میں نہیں آیا ہے، اس لیے یقین کے الفاظ میں یہ بات نہیں کہنی چاہیے، کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کسی بات کو منسوب کرنے میں احتیاط ضروری ہے۔

---

(۱) الفقه الإسلامي و أدلته ۲/۶۰۷۔ مرتب۔

(۲) "عن أبي هريرة ﷺ أنه سمع رسول الله ﷺ يقول : رب قائم حظه من قيامه السهر و رب صائم حظه من صيامه الجوع و العطش" (بيهقي ۴/۴۴۹، باب الصائم ينزه صيامه عن اللغط و الشماتة) محشی۔

سحر وافطار کے احکام

سحری کا آخری وقت

سوال:- {1158} سحری کا آخری وقت کب تک رہتا ہے؟ کس وقت سحری چھوڑ دینا چاہئے؟

(محمد واصف، مرادنگر)

جواب:- صبح صادق طلوع ہونے سے روزہ کا وقت شروع ہوتا ہے، جو وقت ابتداء فجر کا ہے وہی وقت انتہاء سحر کا ہے، دونوں اوقات کے درمیان کوئی حدِ فاصل نہیں ہے، سحری کو تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے،(۱) لیکن اتنی تاخیر بھی نہ ہونی چاہئے کہ رات کا باقی رہنا ہی مشکوک ہو جائے۔

"یکرہ تأخیر السحر إلی وقت یقع فیه الشك"(۲)

---

(۱) صحيح مسلم، حدیث نمبر:۲۵۵۲، محشی۔

(۲) الفتاوی الهندية:۱/۲۰۰۔

مچھلی، انڈا وغیرہ سحری میں کھانا

سوال:- {1159} رمضان شریف میں مرغی، مچھلی، انڈا، جھینگا، پیٹ کا سامان یعنی اوجھڑی وغیرہ، کیا یہ سب چیزیں سحر میں کھانے کی ممانعت ہے، یا اس سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے؟ (شاہدہ سراج، خلوت)

جواب:- جب تک صبح طلوع نہ ہوجائے، اللہ تعالیٰ نے تمام حلال چیزوں کے کھانے کی اجازت دی ہے، کھانے کی اشیاء میں کوئی تفریق نہیں کی گئی کہ کچھ چیزیں کھانے کی اجازت ہو اور کچھ چیزیں کھانے کی اجازت نہ ہو، عوام میں جو اس طرح کی بات مشہور ہوگئی ہے کہ سحری میں انڈا نہیں کھانا چاہئے، اس کی کوئی اصل نہیں۔

سحر سعودی عرب میں اور افطار ہندوستان میں

سوال:- {1160} اگر کسی نے سعودی عرب میں سحر کیا ہو اور وہاں سے سفر کر کے ہندوستان آیا ہو تو اسے افطار کس وقت کرنا چاہئے؟ جبکہ ہمارے ملک اور سعودی عرب میں دو گھنٹے کا فرق ہوتا ہے اور بعض ممالک سے تو چار پانچ گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے۔ (محمد بن سالم، نرل)

جواب:- سحر و افطار اور دوسری عبادات میں بھی اس جگہ کا وقت معتبر ہوتا ہے جہاں وہ عبادت انجام دی جارہی ہو، پس جب افطار ہندوستان میں کر رہے ہیں تو ہندوستان کے وقت کے لحاظ سے ہی افطار کرنا ہوگا چاہے روزہ کے مجموعی اوقات بڑھ جائیں یا کم ہوجائیں۔

صحبت کے بعد بغیر غسل کے سحری

سوال:- {1161} بیوی سے مباشرت کے بعد سحری کھانا درست ہے، یا غسل کے بعد ہی سحری کھانا ہے؟

(کلیم اللہ خاں، جگتیال)

جواب:- صحبت کرنے کے بعد افضل طریقہ یہ ہے کہ کھانا اور دوسرے کام کرنے سے پہلے غسل کرلے، لیکن یہ ضروری نہیں، بغیر غسل کئے بھی کھا سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ سے دونوں باتیں ثابت ہیں، (۱) اس لئے غسل کئے بغیر بھی سحری کھا سکتا ہے۔

غسل کریں یا سحری کھائیں؟

سوال:- {1162} اگر کسی شخص کو رات میں احتلام ہوگیا اور فجر کا وقت بھی قریب ہے، اگر غسل کریں تو سحر نہیں کرسکتے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(بی، ایم، حسین، مشیرآباد)

جواب:- ایسی صورت میں بہتر ہے کہ سحری کھالیں، پھر غسل کرلیں، تاکہ سحری کی سنت بھی ادا ہوجائے اور نماز فجر سے پہلے پاکی بھی حاصل ہوجائے، فقہاء نے لکھا ہے کہ حالتِ جنابت میں کھانے پینے میں کچھ حرج نہیں، البتہ بہتر ہے کہ کھانے پینے سے پہلے کلی کرلیں اور ہاتھ دھولیں۔

"وإن أراد أن يأكل أو يشرب فينبغي أى يتمضمض ويغسل يديه ثم يأكل و يشرب" (۲)

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۵۹۲۔ محشی۔

(۲) بدائع الصنائع :۱/۱۵۱۔

افطار کے وقت اجتماعی دعاء

سوال:- {1163} جامع مسجد قاضی پیٹ کے مصلیان میں اس بات پر دو گروپ ہوگیا کہ افطار سے پہلے کس طرح دعاء کی جائے، ایک گروہ اجتماعی دعا کرنا چاہتا تھا اور ایک گروہ انفرادی دعاء کو ترجیح دیتا تھا، اس سلسلے میں حکم شرعی کی رہنمائی کیجئے؟ (اقبال احمد صوفی، قاضی پیٹ)

دعاء اصل میں انفرادی عمل ہے، یہ خدا اور بندے کے درمیان راز و نیاز اور سرگوشی کا درجہ رکھتی ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ہر چیز خدا سے مانگنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر ایک کی ضرورتیں الگ ہوتی ہیں، بعض ایسی بھی ضرورتیں ہوتی ہیں جن کا بندہ اپنے مالک کے سامنے ذکر کرتا ہے، وہ کسی اور کے سامنے ان کا ذکر نہیں کرسکتا، اسی لئے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ؓ کا عام معمول انفرادی دعاء کا تھا، خاص خاص مواقع پر اجتماعی دعا کی جاتی تھی، جیسے قنوت نازلہ، بارش کے لئے دعا استسقاء، یا مسلمان کسی خاص آزمائش سے گزر رہے ہوں تو ان کے لئے دعاء، اس لئے اگر افطار سے پہلے معمول بنائے اور لازم سمجھے بغیر کبھی کبھی اجتماعی دعاء کرلی جائے، تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اس کو روزانہ کا معمول نہ بنایا جائے، اور اس پر اصرار نہ کیا جائے اور اسے ضروری نہ سمجھا جائے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایسے مسائل پر باہم نزاع پیدا نہ ہونے دی جائے، دعاء اجتماعی ہو یا انفرادی، زیادہ سے زیادہ مستحب ہے اور اختلاف و انتشار سے بچنا واجب ہے۔ وباللہ التوفیق۔

مسجد میں افطار

سوال:- {1164} شہر کی بہت سی مسجدوں میں افطار کا نظم ہے، لوگ مسجد میں افطار کرتے ہیں اور مختصر افطار کے

ساتھ ہی مغرب کی نماز ادا کی جاتی ہے، کیا یہ بات آداب مسجد
کے خلاف نہیں ہے؟		(احمد حسن، نظام آباد)

جواب:- افطار میں عجلت مسنون ہے اور نماز مغرب میں بھی عجلت کا حکم دیا گیا ہے، اسی لیے مغرب کی اذان اور جماعت میں زیادہ فصل رکھنا مناسب نہیں، لہٰذا جماعت پانے کی غرض سے مسجد میں افطار کر لینے کی گنجائش ہے، البتہ دو باتوں کی رعایت کی جائے: اول یہ کہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اعتکاف کی نیت کر لی جائے، کیوں کہ اعتکاف نفل امام محمدؒ کے قول پر تھوڑی دیر کا بھی ہوسکتا ہے اور معتکف کے لیے مسجد میں کھانے کی بالاتفاق اجازت ہے دوسرے مسجد کو آلودگی سے بچایا جائے، مثلاً چادر وغیرہ بچھالی جائے، مولانا ظفر احمد عثمانی نے ملا علی قاریؒ کی "مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح "(۱) کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں کھانے پینے کی کراہت سے افطار کی صورت مستثنیٰ ہے، (۲) اس سے مزید گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

سوال:- آج کل بڑے شہروں میں مسجدوں میں افطار
کا رواج ہے، کیا یہ عمل مناسب ہے؟ (عبد المجید، سعید آباد)

جواب:- مسجد عبادت اور ذکر کی جگہ ہے، کھانا پینا اور سونا عام حالات میں مسجد کے اندر کراہت سے خالی نہیں ہے، اس لئے جو لوگ مسجد کے قریب ہوں اور افطار کر کے بسہولت جماعت میں شریک ہو سکتے ہوں، ان کے لئے بہتر طریقہ یہی ہے کہ گھر میں افطار کریں اور مسجد میں آکر نماز پڑھیں، تاہم چوں کہ افطار بھی ایک طرح کی عبادت ہے، اور مسجد میں افطار کرنے کی ایک مصلحت یہ ہے کہ مغرب کی جماعت فوت نہیں ہوتی، اس لئے مسجد میں بھی افطار کرنے کی گنجائش ہے، البتہ دو باتوں کا لحاظ رکھیں، مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اعتکاف نفل کی نیت

---
(۱) مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح : ۵۱۳/۲۔
(۲) [illegible] ۱۰۳:۳۔

کرلیں، کیونکہ معتکف مسجد میں خورد ونوش کرسکتا ہے، دوسرے مسجد کو آلودگی سے بچانے کا پورا اہتمام کریں، اور اس کی صورت یہ ہے کہ افطار مختصر ہو، اور کوئی کپڑا بچھا کر اس پر افطار کا نظم کرلیا جائے، تاکہ مسجد کے اندر آلودہ ہونے کا کوئی خطرہ نہ رہے۔

غیر مسلم کی اور بینک کی دعوتِ افطار

سوال:- {1165} رمضان شریف میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ غیر مسلم سیاسی قائدین، تجار، بینک وغیرہ افطار پارٹی کرتے ہیں، جس میں بعض علماء بھی شریک ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ غیر مسلم سیاسی قائدین اور بینک کا پیسہ مشکوک ہے، افطار میں لگائے جانے والے پیسوں کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حلال ہیں، تو اس طرح کی افطار پارٹیوں میں شریک ہونا کہاں تک درست ہے؟

(احمد جابری، نظام آباد)

جواب:- دعوت غیر مسلم کی بھی قبول کی جاسکتی ہے، اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی غیر مسلموں کی دعوت اور ان کا تحفہ قبول کیا ہے، (۱) پھر یہ کہ غیر مسلم جب تک مسلمان نہ ہوجائے احکام شرعیہ کی تفصیلات کا مکلف نہیں، تجارت اور حلال وحرام کے جو احکام ہیں، ایمان لانے کے بعد انسان اس کا مخاطب بنتا ہے، جب تک ایمان نہ لے آئے یہ احکام اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اس لئے غیر مسلموں کی دعوت کے بارے میں ذریعۂ معاش کی تحقیق وتفتیش ضروری نہیں، ہاں کوئی ایسی چیز نہیں کھائی جاسکتی جو بذاتِ خود حرام ہو، اس کی حرمت محض ذریعۂ

---

(۱) "أن يهودية أتت النبي ﷺ بشاة مسمومة فأكل منها، فجيئ بها فقيل: ألا نقتلها؟ قال: لا، قال: فما زلت أعرفها في لهوات رسول الله ﷺ" عن أنس بن مالك ؓ، (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۲۶۱۷، باب قبول الهدية من المشركين) محشی۔

کسب کی وجہ سے نہ ہو، جیسے : مردار یا غیر مسلم کا ذبیحہ، البتہ جس مسلمان کا ذریعۂ آمدنی حرام ہو، اس کی دعوت قبول کرنے میں احتیاط ضروری ہے، کیونکہ وہ مسلمان ہونے کے بعد تمام شرعی احکام کا مکلّف ہے۔

بینک والوں کی دعوت قبول کرنا درست نہیں، کیونکہ ایک تو بینک کا ذریعۂ آمدنی یقیناً سود پر مبنی ہے، اور سود کی حرمت وشناعت ظاہر ہے، دوسرے اس سے ایک ایسے ادارہ کا تعاون ہوتا ہے جو سود کا داعی اور نقیب ہے، اور گناہ میں تعاون حرام ہے۔

افطار میں اسراف

سوال:- {1166} دعوتِ افطار میں عموماً ان لوگوں کو ہی دعوت دی جاتی ہے جو متمول اور دوسروں کو افطار وطعام کرانے کے لائق ہوتے ہیں، غریبوں محتاجوں کو نہیں، یہ رویہ کیسا ہے؟ دوسرے افطار میں جو اسراف نظر آتی ہیں اس کے بارے میں شرعی نقطۂ نظر کیا ہے؟

(شہاب الدین دوگھروی، سویٹوالان، نئی دہلی)

جواب:- اسلام کا مزاج یہ ہے کہ ایسے مواقع پر غرباء کو ضرور ہی یاد رکھا جائے، محض متمول لوگوں کو کھلانا اور تمول کی نمائش کرنا اور غریب مسلمانوں کو نظر انداز کر دینا اخوت ایمانی کے خلاف ہے، اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے ولیمہ کو بدترین ولیمہ قرار دیا ہے جس میں غریب بھائیوں کو نہ پوچھا جائے، (۱) اسراف کے مذموم ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ خود قرآن مجید نے ایک سے زیادہ مواقع پر اس سے منع فرمایا ہے، (۲) اس لئے افطار میں بھی اسراف مناسب نہیں، البتہ شریعت نے اعتدال اور اسراف کے لئے کوئی پیمانہ مقرر

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۳۷۵۶۔ الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۲۹۲۔ محشی۔
(۲) الانعام :۱۴۱، الاعراف :۳۱، الغافر :۲۶، یونس :۸۳،۱۲۔ محشی۔

نہیں کیا ہے اور نہ ہی ایسا کیا جانا ممکن ہے، اس لئے ہر زمانہ کے حالات سوسائٹی کے خورد ونوش کے معیار اور اس کے مروجہ طریقوں کو سامنے رکھ کر احتیاط کے ساتھ کسی چیز پر اسراف کا حکم لگانا چاہئے۔

اگر بس میں افطار کا سامان نہ ہو

سوال:- {1167} حالتِ سفر میں بس میں افطار کا وقت ہوگیا، روزہ افطار کرنے کے لئے نہ کھجور ہے اور نہ پانی، تو کیا کیا جائے؟ (عبداللہ صدیقی)

جواب:- اصل میں تو روزہ دار کو پہلے سے اہتمام کرنا چاہئے کہ اس کے پاس افطار کے لئے کوئی چیز موجود ہو، لیکن اگر غفلت ہوگئی تو یہ ایک مجبوری کی حالت ہے، اس کے سوا چارہ نہیں کہ آگے جہاں کچھ کھانے پینے کی چیز مل جائے وہاں روزہ افطار کرلے۔

جس کی آمدنی مشکوک ہو، اس کی دعوتِ افطار

سوال:- {1168} رمضان المبارک میں ثواب کی نیت سے اکثر افطار، یا کھانے کی دعوت روزہ داروں کو دی جاتی ہے، بعض مرتبہ میزبان کی کمائی، یا تو دو نمبر کی ہوتی ہے، یا کم سے کم مشکوک ہوتی ہے، اگر دعوت قبول نہ کی جائے تو دل شکنی اور کدورت کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ (سید صابر علی چشتی، ناندیڑ)

جواب:- اگر کسی مسلمان کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا ذریعۂ آمدنی حلال ہے، یا حرام؟ تو بحیثیتِ مسلمان اس کے بارے میں حسن ظن سے کام لیتے ہوئے دعوت قبول کرنی چاہئے، اگر اس کی آمدنی ناجائز ہو، یا آمدنی کا غالب حصہ ناجائز ہو، تو اس کی دعوت قبول

کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اس کی تذلیل کے درپے ہوئے بغیر تنہائی میں اسے دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ سمجھادینی چاہئے، تاکہ اسے عبرت ہو، اگر وقتی طور پر اسے ناگوار بھی گزرے تو آئندہ انشاء اللہ وہ آپ کی مجبوری کو سمجھنے پر مجبور ہوگا، اگر اس کی آمدنی کا غالب حصہ حرام و ناجائز ہو، لیکن جس پیسے سے دعوت کر رہا ہے، معلوم ہے کہ خاص وہ پیسہ حلال ذریعہ سے حاصل شدہ ہے تو اس دعوت میں ایسے لوگ شریک ہو سکتے ہیں جو ''مقتدیٰ'' کا درجہ نہ رکھتے ہوں، علماء اور خواص کو ایسی دعوتوں سے بھی گریز کرنا چاہئے، فقہ کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ یہ تفصیل موجود ہے (۱) البتہ بلاوجہ کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی بھی درست نہیں اور اگر درست طریقہ پر معلوم ہو، تو اُلجھاؤ پیدا کئے بغیر تساہل بھی درست نہیں، تاکہ معاشرہ میں ایسے لوگوں کو عبرت ہو اور وہ اس سے بچنے کا اہتمام کریں۔

دعوت افطار میں غریبوں کو نظر انداز کر دینا

سوال:- {1169} ماہِ رمضان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ مسلم روزہ دار حضرات افطار پارٹیوں کا اہتمام کرتے ہیں اور غریب مسلمانوں کو نظر انداز کر کے غیر مسلم اعلیٰ عہدیداروں اور نامور شخصیتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دعوت افطار دیتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

(شیخ احمد، نظام شوگر فیکٹری، شکر نگر)

جواب:- دعوت افطار میں غیر مسلموں کو مدعو کرنا بھی جائز ہے، رسول اللہ ﷺ نے خود بہت سے غیر مسلموں کو اپنا مہمان بنایا ہے (۲) اور غریب مسلمانوں کی رعایت بھی ضروری ہے،

---

(۱) الفتاوی الهندية :۵/۳۴۳ ، كتاب الكراهية۔

(۲) الدر المنثور في التفسير المأثور :۵/۱۸۱۔محشی۔

صحيح مسلم ، حدیث نمبر:۵۳۶۴، نیز دیکھئے: جمع الفوائد:۱/۲۹۴۔مرتب۔

ان کو بھی مدعو کرنا چاہئے، اگر غیر مسلم عہدیداروں کو محض خوشنودی اور چاپلوسی میں مدعو کیا جائے اور ذاتی مفاد پیش نظر ہو، تو اس پر شاید کوئی اجر وثواب نہ ہو اور اگر ان کو مدعو کرنے کا مقصد اسلام اور مسلمانوں سے مانوس کرانا ہو، دین حق کی طرف متوجہ کرنا اور مسلمانوں کے تئیں غلط فہمیوں کو دور کرنا ہو تو ان کی دعوت کرنا باعث اجر ہے، لیکن بہر حال غریب مسلمان بلکہ حسب گنجائش غریب غیر مسلم بھائیوں کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے، اور رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ بدترین ولیمہ وہ ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو نظر انداز کر دیا جائے، (۱) ظاہر ہے کہ جب یہ حکم ولیمہ کے بارے میں ہے تو دعوت افطار کے بارے میں بدرجۂ اولیٰ ہوگا، کیونکہ دعوت نکاح کے مقابلہ میں دعوت افطار کے اندر عبادت اور مذہبیت کا پہلو زیادہ ہے۔

کس چیز سے افطار مستحب ہے؟

سوال:- {1170} کیا افطار کے وقت کھجور نہ ہو تو کم از کم نمک سے افطار ضروری ہے؟ کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟

(س، ج، سنتوش نگر)

جواب:- نمک پر افطار کرنے سے متعلق روایت میری نظر سے نہیں گذری اور غالباً کسی صحیح حدیث میں اس طرح کی بات نہیں آئی، صحیح حدیثوں میں کھجور اور پانی پر افطار کا ذکر آیا ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نماز مغرب سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطار فرمایا کرتے تھے، اگر یہ میسر نہ ہوتے تو چند گھونٹ پانی

---

(۱) " عن أبي هريرة ﷺ أنه كان يقول : شر الطعام طعام الوليمة يدعى لها الأغنياء و يترك الفقراء ألخ " (صحيح البخاري ، حدیث نمبر: ۵۱۷۷، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله و رسوله) محشی۔

نوش فرمالیتے''(۱)

امام ترمذی نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ جاڑے کے موسم میں آپ ﷺ کا معمول مبارک کھجوروں سے افطار کا تھا اور گرما میں پانی سے۔(۲)

افطار کس چیز سے کرے؟

سوال:- {1171} بعض لوگ کھجور رہنے کے باوجود نمک سے روزہ افطار کرتے ہیں، اور بعض لوگ پانی سے، افطار کس چیز سے کرنا چاہئے؟　　　(کوثر النساء، جہاں نما)

جواب:- حضرت سلمان بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے، تو کھجور سے افطار کرے کہ یہ باعث برکت ہے، اگر کھجور نہ ہو، تو پانی سے افطار کرلے کہ یہ پاک ہے''(۳)

حضرت انس ؓ سے بھی اس مضمون کی روایت منقول ہے، لیکن اس میں یہ ہے کہ چند تر کھجوروں سے افطار کرلے، اگر میسر نہ ہو تو چند سوکھی کھجوروں سے، اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو چند گھونٹ پانی سے، (۴) حضرت انس ؓ کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے بعض اوقات دودھ سے بھی روزہ افطار کیا ہے، (۵) ایک ضعیف روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ تین کھجوروں یا کسی ایسی چیز پر افطار کرنا پسند کرتے، جو آگ پر پکی ہوئی نہ ہو، (۶) اس لئے

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۲۳۵۶، الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۶۹۶۔
(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۶۹۶، باب ماجاء ما یستحب علیه الافطار۔
(۳) مشکوة المصابیح، حدیث نمبر:۱۹۹۰۔
(۴) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۲۳۵۶۔ محشی۔
(۵) مجمع الزوائد:۳/۱۵۶۔
(۶) حوالۂ سابق:۳/۱۵۵۔

اہل علم نے کھجور، یا پانی سے افطار کو مسنون قرار دیا ہے، (۱) نمک پر افطار کرنے کی بات بے اصل معلوم ہوتی ہے کہ حدیثوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں، مذکورہ حدیثوں سے ظاہر ہے کہ کھجور نہ ہو، تو پانی سے افطار کرنا چاہئے، کھجور موجود ہو تو کھجور سے افطار بہتر ہے۔

افطار اور نماز مغرب کے درمیان فاصلہ

سوال:- {1172} رمضان المبارک میں مغرب کی جماعت میں کس قدر تاخیر کی جاسکتی ہے؟

(ابوصالح، یاقوت پورہ)

جواب:- مغرب کی نماز میں جہاں تک ممکن ہو، عجلت کرنا مستحب ہے، لیکن فقہاء نے کسی ضرورت یا عذر کے تحت تاخیر کی بھی اجازت دی ہے، ان اعذار میں ایک اس کو بھی شمار کیا ہے کہ آدمی کھانے کی حالت میں ہو:

" والأصح أنه يكره إلا من عذر كالسفر و الكون على الأكل و نحوهما" (۲)

اس لئے افطار کی وجہ سے تھوڑی سی تاخیر میں حرج نہیں، البتہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ تارے نکل آئیں، کہ یہ مکروہ ہے، اور اس سے منع کیا گیا ہے۔ (۳)

ایک کھجور پر افطار

سوال:- {1173} صرف ایک کھجور سے روزہ افطار

(۱) احیاء العلوم :۱/۱۵۵۔

(۲) کبیری ص:۳۳۷۔

(۳) الجامع للترمذي ،حدیث نمبر:۶۹۹ ،صحیح البخاري :۱/۲۶۳،صحیح مسلم : ۱/۳۵۰۔ محشی۔

کر کے نماز پڑھنا صحیح ہے؟

(حسن بن صالح الحامد، گرامٹ کال)

جواب:- کچھ کھا پی کر روزہ افطار کر لینا مسنون ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے اس کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں کی ہے، اگر کوئی شخص اپنی ناداری کی وجہ سے یا طبعی تقاضہ کی وجہ سے ایک کھجور کھانے پر اکتفا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ہاں! اسے واجب خیال نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ جو بات شریعت میں واجب نہ ہو یا جس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے سہولت رکھی ہو اس میں کسی ایک پہلو کو واجب قرار دینا یا تنگی برتنا جائز نہیں ہے۔

ہوائی جہاز میں افطار

سوال:- {1174} ہوائی جہاز میں جس علاقہ سے گذرنا ہوتا ہے، اس علاقہ کے لحاظ سے افطار کا وقت ہو جاتا ہے، لیکن چونکہ جہاز بلندی پر ہوتا ہے، اس لئے سورج نظر آتا رہتا ہے، ایسی صورت میں افطار کس لحاظ سے کرنا چاہئے؟

(محمد عبدالمجید، جدہ)

جواب:- افطار اس وقت کرنے کا حکم ہے، جب سورج غروب ہو چکا ہو، جب تک سورج موجود ہو افطار کرنا درست نہیں ہوگا، سورج کا باقی رہنا اور ڈوب جانا، اس مقام کے اعتبار سے ہے، جہاں روزہ دار ہو، اگر زمین پر ہو تو زمین کے اعتبار سے حکم ہوگا اور فضاء میں ہو تو فضا کے اعتبار سے حکم ہوگا، جب روزہ دار فضاء میں ہے، اور وہاں سورج غروب نہیں ہوا ہے، تو اس کے لئے ابھی روزہ افطار کرنا درست نہیں ہوگا، اور روزہ افطار کر لے تو قضاء و کفارہ واجب ہوگا۔

افطار کرانے کی فضیلت

سوال:- {1175} میری خالہ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں رمضان میں تم کو کچھ رقم دوں گی کہ ہمارے گھر کے ایک ممبر کی طرف سے ان کو روزہ کا اجر ملے، چنانچہ میرے گھر کے لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر آپ نے ان کے پیسوں سے افطار اور سحری وغیرہ کیا تو آپ کے روزہ اور تراویح وغیرہ کا پورا اجر ان کو مل جائے گا، کیا یہ صحیح ہے؟ (رد بینہ بیگم، جہاں نما)

جواب:- اگر آپ کی خالہ نے آپ کے لئے افطار وغیرہ کا نظم کیا تو آپ کے روزہ و تراویح کے اجر میں کچھ کمی ہوئے بغیر ان کو بھی انشاء اللہ آپ کے روزہ کا اجر حاصل ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے روزہ دار کو افطار کرانے والوں کے لئے یہی اجر بتایا ہے، (۱) اور ظاہر ہے کہ اللہ کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے، اس لئے آپ اپنی خالہ سے مدد لے سکتی ہیں۔

افطار اور نماز میں غیر مسلم بھائیوں کی شرکت

سوال:- {1176} نماز افضل ترین عبادت ہے نہ کہ تماشہ، لیکن بارہا دیکھا گیا ہے کہ قومی یکجہتی کے شوق میں بعض وقت غیر مسلم حضرات کو چاہے وہ لیڈر رہوں یا منسٹر، شریکِ نماز کرلیا جاتا ہے، خاص طور پر رمضان کی افطار پارٹیوں میں اکثر یہ تماشہ ہوتا رہتا ہے، تو کیا یہ بے ادبی نہیں ہے؟

(میر یوسف علی، محبوب نگر)

جواب:- غیر مسلم بھائیوں کو افطار کی دعوت دینے میں کوئی حرج نہیں، رسول اللہ ﷺ

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۸۰۱۔ محشی۔

نے غیر مسلموں کو مدعو کیا ہے(۱) اور خود بھی ان کی دعوت قبول فرمائی ہے،(۲) ان سے یہ تقاضا کرنا کہ وہ نماز میں شریک ہوں، نادرست بھی ہے اور نامعقول بھی، لیکن اگر کوئی غیر مسلم بطور خود مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے تو اسے شرکت سے روکنا اسلامی اخلاق کے مغائر بھی ہے اور اس سے اس کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں نفرت بھی پیدا ہو سکتی ہے، اس لیے اس سے روکنا نہیں چاہئے، بلکہ دعاء کرنی چاہئے کہ ''اھدنا الصراط المستقیم'' کی دعاء اس کے حق میں مقبول ہو جائے، و ما ذلك علی الله بعزیز'' اس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منافقین نماز پڑھا کرتے تھے، یہ مسلمان نہیں تھے، اور حضور ﷺ ان کے نفاق سے اچھی طرح واقف بھی تھے، پھر بھی آپ ﷺ نے کبھی ان کو اس سے منع نہیں فرمایا(۳) چنانچہ ان میں سے بہت لوگ بتدریج دامن اسلام میں آ گئے۔

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر:۵۳۶۴، نیز دیکھئے: جمع الفوائد: ۱/۲۹۴، الدر المنثور في التفسیر المأثور: ۵/۱۸۱۔ مرتب۔

(۲) صحیح البخاري، حدیث نمبر:۱۴۸۱، باب : خرص التمر، حدیث نمبر:۲۶۱۶، ۲۶۱۷، مرتب۔

(۳) الدر المنثور في التفسیر المأثور: ۶/۶۸۲، ذیل سورۃ الماعون۔ مرتب۔

نذر کے روزے وغیرہ

روزہ کی نذر

سوال:- {1177} ایک شخص نے اللہ سے منت مانی کہ اگر شادی صحیح سلامت ہوگئی تو شادی کے بعد میاں بیوی مل کر آٹھ روزے رکھیں گے، اگر کسی بات سے چار ہی روزے رکھے پھر کچھ دنوں کے بعد تین روزے رکھ لئے اور ایک روزہ باقی ہے، تو کیا ایک روزہ رہنا ضروری ہے؟

(سیدہ ریحانہ بیگم، باغ امجد الدولہ)

جواب:- آدمی جس جائز چیز کی نذر مانے، اس کا پورا کرنا واجب ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من نذر أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن يعصى الله فلا يطعه"(۱)

(۱) صحیح البخاری:۲/۹۹۱، باب النذر في الطاعة۔

"جس نے اللہ تعالی کی اطاعت کے قبیل سے کسی بات کی
نذر مانی، اس کو اس کی تکمیل کرنی چاہئے، اور اگر کسی گناہ کی
بات کی نذر مان لے تو اس کو پورا نہیں کرنا چاہئے۔

اس لئے آپ دونوں پر آٹھ روزے پورا کرنا واجب ہے، اگر آپ نے مطلق آٹھ روزہ رکھنے کی نیت کی تھی، تو باقی ایک روزہ رکھ لینا کافی ہے، اور اگر مسلسل آٹھ روزے رکھنے کی نیت کی تھی، تو دوبارہ آٹھ روزے مسلسل رکھنے ہوں گے۔(۱)

کیا نذر میں نماز و روزہ کا تسلسل سے رکھنا ضروری ہے؟

سوال:- {1178} زید نے سو رکعت نفل نماز اور چھ
نفل روزوں کی نذر مانی تھی، تو کیا سو رکعت نمازیں ایک ساتھ
پڑھنی ضروری ہے؟ یا تھوڑی تھوڑی الگ الگ وقت میں ادا کی
جا سکتی ہے؟ اور روزہ بھی کیا وقفہ وقفہ سے رکھے جا سکتے ہیں؟

(ش، ا، ع، نظام آباد)

جواب:- اگر سو رکعت نماز کی نذر مانی ہو تو اسے وقفہ کے ساتھ بھی ادا کیا جا سکتا ہے، یہی حال روزوں کا بھی ہے، اگر مسلسل روزوں کی نیت نہیں تھی، بلکہ مطلق چھ روزوں کی نیت کی تھی، تو روزہ میں تسلسل ضروری نہیں ہوگا۔

" ولو قال صوم شهر يعني أن التزم التتابع
لزم، وإن أطلق لايلزمه التتابع " (۲)

---

(۱) دیکھئے: الفتاوی قاضیخان علی هامش الهندية:۲/۱۲، البحر الرائق :۲/۲۹۷۔
(۲) الفتاوی البزازية علی هامش الفتاوی الهندية:۴/۲۶۹۔

نفل روزے کی نیت کر کے روزہ نہیں رکھ سکا؟

سوال:- {1179} زید نے نفل روزہ رکھنے کی نیت کی تھی، اب اسے روزہ رکھنے کا وقت نہیں مل رہا ہے، ان حالات میں وہ ان روزوں کو کس طرح رکھے؟

(شہباز آصف، مقام غیر مذکور)

جواب:- اگر آپ نے صرف دل میں ارادہ کیا تھا کہ روزہ رکھیں گے تب تو آپ کو اختیار ہے چاہیں تو روزہ رکھ لیں یا نہ رکھیں اور اگر آپ نے زبان سے کہا تھا کہ میں اللہ کے لیے روزہ رکھوں گا، تو اب یہ نذر ہے اور نذر کی وجہ سے روزہ یا کوئی نیک عمل جس کی نذر مانی جائے واجب ہو جاتا ہے، اگر روزہ رکھنے پر قادر ہو تو روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہو اور آئندہ بھی اس کی امید نہ ہو کہ آپ روزہ رکھ سکیں گے تو پھر فدیہ ادا کرنا واجب ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص نذر مان چکا ہو اور وہ نہیں رکھ پایا، اب زندگی سے مایوس ہو چکا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اپنے ورثاء کو فدیہ ادا کرنے کی وصیت کر جائے۔(۱)

(۱) رد المحتار :۳/۴۲۴۔

نفل روزے

شوال کے چھ روزوں کا حکم

سوال:- {1180} ہمارے قصبہ کے ایک عالم دین شوال کے چھ روزوں کی اہمیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی تکمیل نہ کرنے پر رمضان کے روزے ادھر لٹک کر رہ جاتے ہیں اور جب تک ان چھ روزوں کی تکمیل نہیں ہو جاتی ثواب نہیں ملتا؟ 　　(سید خواجہ معین، سدا سیو پیٹ)

جواب:- شوال کے چھ روزے جائز یا زیادہ سے زیادہ مستحب ہیں، نہ فرض ہیں اور نہ واجب، اس لئے یہ کہنا کہ روزۂ رمضان کا اجر ان روزوں پر موقوف رہتا ہے، درست نہیں، یا تو موصوف سے مغالطہ ہو گیا ہے یا خود آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، فضائل پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ شریعت میں جس عمل کا جو درجہ ہو اس کو اسی درجہ پر رکھا جائے، کسی عمل کے لئے جو اہمیت ثابت ہے، اگر اس کو اس سے زیادہ اہمیت دے دی جائے تو یہ بھی بدعت ہے۔

رمضان المبارک کے علاوہ روزے

سوال:- {1181} رمضان المبارک کے علاوہ کن دنوں کے روزے رکھنا واجب ہے؟ اور کیا ان روزوں کے سحر وافطار کی نیت اور رمضان کے روزوں میں کچھ فرق ہے؟

(فیروز خاں، پھولانگ، نظام آباد)

جواب:- رمضان المبارک کے روزے کے سوا کوئی اور روزہ فرض نہیں، اور نہ کوئی اور روزہ مستقل طور پر واجب ہے، البتہ اگر روزہ کی نذر مان لی جائے، تو وہ واجب ہو جائے گا، اسی طرح بعض غلطیوں کے کفارہ کے طور پر روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے، رمضان المبارک کے روزوں کی نیت صبح میں بھی کی جاسکتی ہے، لیکن ان روزوں کی نیت رات ہی میں کر لینا واجب ہے، (۱) رمضان المبارک میں روزہ رکھ کر بلا عذر توڑ دیا جائے تو کفارۂ واجب ہے، دوسرے روزے بھی بلا عذر شروع کرنے کے بعد نہیں توڑنا چاہئے، لیکن توڑ دے تو کفارہ واجب نہیں؛ البتہ سحر وافطار کے لئے نیت ضروری نہیں نہ رمضان المبارک میں نہ دوسرے روزوں میں، باقی احکام تمام روزوں کے قریب قریب یکساں ہیں۔

جمعہ کو نفل روزہ

سوال:- {1182} جمعہ کے دن نفل روزے رکھنے کا کیا حکم ہے؟

(محمد عبدالوکیل ناصر، بازار سلیمان جاہ)

جواب:- بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا، (۲) جب کہ بعض روایات میں دوسرے دنوں کے ساتھ ملا کر روزہ رکھنے کا ذکر آیا

---

(۱) "فلا يجوز إلا بنية من الليل" (الهداية: ۱/۱۹۳) محشی۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۴۲۰۔ محشی۔

ہے،(۱) اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ تنہا جمعہ کو روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ اس کے ساتھ ملا کر رکھا جائے تو حرج نہیں:

"كره صوم يوم الجمعة إلا أن يضم إليه يوم قبله أو بعده كما في الحديث ... النهي للتنزيه "(۲)

عشرۂ ذی الحجہ میں روزہ

سوال:- {1183} ذوالحجہ کے مہینے میں کیا روزہ رہنا چاہئے؟ اگر رہنا چاہئے تو کتنے اور کون کون سی تاریخ کو رہنا چاہئے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- یوں تو ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں دس ذی الحجہ کو چھوڑ کر بقیہ نو دنوں روزہ رکھنا باعث اجر ہے، حضرت ابو ہریرہ ؓ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''عشرۂ ذی الحجہ سے بڑھ کر کسی دن کی عبادت اللہ تعالی کو محبوب نہیں ، ان میں سے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزے کے برابر اور ہر شب کی عبادت شب قدر کی عبادت کی طرح ہے''(۳)

اس روایت پر محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن اس مضمون کی اور روایتیں بھی ہیں، (۴) جن سے اس کو تقویت پہونچتی ہے، خاص طور پر یوم عرفہ یعنی ۹/ ذی الحجہ کے روزہ کی بڑی فضیلت آئی ہے:

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۴۲۲۔ محشی۔

(۲) طحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۳۱۵۔

(۳) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۷۵۸۔

(۴) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۷۴۹۔ محشی۔

''حضرت ابوقتادہ ﷛ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے
ارشاد فرمایا کہ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ یوم عرفہ کا روزہ
گزشتہ اور آئندہ سال کے لئے کفارہ بن جائے گا''

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اسے ''حسن'' یعنی مستند و معتبر قرار دیا ہے،(۱) چنانچہ اس کے مستحب ہونے پر تمام فقہاء متفق ہیں۔(۲)

تنہا ایک نفل روزہ

سوال:- {1184} نفل روزہ صرف ایک دن رکھ سکتے ہیں، جیسے پندرہ شعبان کا روزہ ہے، یا یوم عاشوراء کے روزہ کی طرح ہر نفل روزہ میں ایک دن ملا کر رکھنا چاہئے؟

(میر احمد علی جاوید، علی بلڈرس، نام پلی)

جواب:- یوم عاشوراء کو چونکہ یہودی بھی روزہ رکھا کرتے تھے، اس لئے یہودیوں کی مماثلت سے بچنے کی غرض سے، ۱۰/محرم کے ساتھ ۹/ یا ۱۱/ کا روزہ ملا کر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، دوسرے نفل روزوں کے ساتھ روزہ ملا کر رکھنا ضروری نہیں، پندرہ شعبان کو تنہا روزہ رکھا جاسکتا ہے، کیونکہ حدیث میں صرف اسی تاریخ کا ذکر آیا ہے، اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے پیر اور جمعرات کے روزہ کی فضیلت ثابت ہے(۳) یوم عرفہ کے روزہ کی فضیلت منقول ہے(۴) ظاہر ہے کہ یہ تنہا روزے ہیں، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک روزہ ملانے کا حکم نہیں فرمایا ہے، اس لئے یوم عاشوراء کے روزہ کے علاوہ جو دوسرے نفل روزے ہیں، وہ سب تنہا بھی رکھے جاسکتے

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۷۴۹۔باب ماجاء فی فضل الصوم یوم عرفه ۔
(۲) کتاب الفقه :۱/۵۰۵۔محشی ۔
(۳) الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۷۴۵۔
(۴) الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۷۴۹۔

ہیں، اسی طرح بعض روایات میں تنہا جمعہ کے روزہ کو پسند نہیں کیا گیا ہے، اس لیے اس دن کے ساتھ بھی ایک دن ملا لینا چاہئے۔

نفل روزے

سوال:- {1185} رمضان المبارک کا روزہ فرض ہے، لیکن محرم کے دو روزے، شب برأت کے دو روزے، عید الاضحی کا روزہ اور دیگر روزوں کی حقیقت کیا ہے؟

(فیض احمد، کھوپولی، رائے گڈھ)

جواب:- آپ نے جن نفل روزوں کا ذکر کیا ہے، حدیث میں ان کا ذکر موجود ہے، نویں محرم، اور یکم ذوالحجہ سے نو تاریخوں تک کے روزوں کا ذکر تو صحاح ستہ میں سے مختلف کتابوں میں صراحت وصحت کے ساتھ منقول ہے، (۱) البتہ ۱۵/ شعبان کے روزوں کا ذکر صحاح ستہ میں نہیں ہے، لیکن بعض روایات اس سلسلہ میں بھی موجود ہے، حضرت علی ؓ کی ایک روایت میں ہے کہ پندرھویں شب شعبان میں نماز پڑھو اور دن میں روزہ رکھو "قوموا لیلتها وصوموا یومها" (۲) البتہ پندرھویں شعبان کو دونوں کا روزہ نہیں ہے ایک ہی دن کا روزہ ہے، دو روزوں کا حکم آپ ﷺ نے خاص یوم عاشوراء کے سلسلہ میں دیا تھا، اس دن یہود بھی روزہ رکھتے تھے، آپ کو جب اس کا علم ہوا تو ان کے تشبہ سے بچنے کے لئے دسویں محرم کے ساتھ ایک اور روزہ ملا کر رکھنے کا حکم دیا، (۳) فی زمانہ جب کہ یہود اس دن روزہ نہیں رکھتے، خیال ہوتا ہے کہ صرف ۱۰/ محرم کو بھی روزہ رکھ لیا جائے تو قباحت نہیں، ہاں! احتیاط دو روزے رکھنے میں ہے، یہ اور اس طرح کے حدیث سے ثابت دوسرے روزے نفل ہیں اور باعث ثواب۔

---

(۱) دیکھئے: الجامع للترمذي مع العرف الشذی: ۱/۱۵۲۵۴۔
(۲) کنز العمال: ۱۳/۲۶۹، لیلة النصف من شعبان، حدیث نمبر: ۱۴۸۳۔
(۳) کتاب الفقه: ۲/۵۵۔ محشی۔

پیر کے دن کا روزہ

سوال:- {1186} دار السلام میں منعقدہ جلسۂ رحمۃ للعالمین ﷺ میں ایک مولانا نے کہا کہ

''رسول اللہ ﷺ سے صحابہ ؓ نے دریافت کیا کہ وہ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں پیر کے دن پیدا ہوا تھا''

بتائیں کہ اس حدیث کا حوالہ کیا ہے؟ نیز کیا حضور ﷺ ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے؟ (محمد عادل، ریڈ ہلز)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک پیر کے دن روزہ رکھنے کا تھا، اس لیے اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے، اسی دن روزہ رکھنے کی کیا وجہ تھی؟ اس سلسلہ میں پیر کے دن کی دو خصوصیات خود آپ ﷺ سے منقول ہیں: اول یہ کہ اسی دن آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، چنانچہ حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے:

"سئل رسول الله ﷺ من صوم الإثنين ؟ فقال: فيه ولدت وفيه أنزل علي" (۱)

دوسرے حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن انسانوں کے اعمال خدا کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، تو میں پسند کرتا ہوں کہ روزہ کی حالت میں میرے اعمال پیش کیے جائیں:

"عن أبي هريرة ؓ أن رسول الله ﷺ قال: تعرض الأعمال يون الاثنين و الخميس ،

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۶۲، مسند أحمد، حدیث نمبر: ۲۲۹۰۸۔

فأحب أن يعرض عملي و أنا صائم " (۱)

کتب احادیث میں کئی روایتیں اسی مضمون کی وارد ہوئی ہیں، بعض صحابہ ﷺ سے بھی یہ عمل ثابت ہے، اوراس بابت دریافت کیے جانے پر انہوں نے اس کی وجہ یہی بتائی کہ پیراور جمعرات کو خدا کے حضور اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (۲)

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۷۴۷۔

(۲) ملاحظہ ہو:سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۲۴۳۶۔

اعتکاف کے مسائل

اعتکاف کی افضل جگہ

سوال:- {1187} اعتکاف کی افضل جگہ کون سی ہے؟

(زاہد مرزا، یاقوت پورہ)

جواب:- اعتکاف یوں تو کسی بھی مسجد میں ہوسکتا ہے، جس میں نمازِ پنجگانہ ادا کی جاتی ہو، لیکن سب سے افضل مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں، پھر مسجدِ نبوی میں، اس کے بعد مسجدِ اقصیٰ میں اور ان مساجد کے بعد جامع مسجد میں اعتکاف کرنا ہے:

" فأفضل الاعتكاف أن يكون في مسجد الحرام، ألخ .(۱)

زنجیری اعتکاف

سوال:- {1188} اعتکاف سنت اکیس رمضان سے

---

(۱) بدائع الصنائع :۲/۲۸۱۔

شوال کے چاند دیکھنے تک ایک ہی شخص کے بیٹھنے کے بجائے
کئی احباب یکے بعد دیگرے زنجیری طور پر بیٹھیں، تو کیا محلّہ
والوں پر سے اعتکاف کی ذمہ داری ادا ہو جائے گی؟

(محمد عبدالحفیظ، مولا علی)

جواب:- اعتکاف سنت یہ ہے کہ ایک ہی شخص بیس رمضان کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے، اور ہلال عید طلوع ہونے تک اعتکاف کی حالت میں رہے، (۱) مختلف دنوں میں مختلف لوگ بیٹھیں تو یہ اعتکاف نفل ہوگا، اس سے اعتکاف سنت ادا نہیں ہوگا، اور اہل محلّہ پر اس کی ذمہ داری باقی رہے گی۔

اگر اعتکاف فاسد ہو جائے؟

سوال:- {1189} عشرۂ اخیرہ میں کوئی شخص اعتکاف سنت کی نیت سے بیٹھا پھر اس سے اعتکاف فاسد ہو گیا، ایسی صورت میں اس پر قضاء ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنے دنوں کی کیا پورے عشرہ کی یا چوبیس گھنٹے کی؟

(ضیاء الاسلام، سری رنگاورم)

جواب:- اگر رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کا مسنون اعتکاف ٹوٹ گیا، تو اب یہ اعتکاف سنت باقی نہ رہا، بلکہ اعتکاف نفل ہو گیا، اس لئے اسے پورے دس دن کے اعتکاف کی قضاء کرنی ضروری نہیں، ایک دن کی قضاء کر لے تو یہ کافی ہے، اسی رمضان میں کر لے، یا رمضان کے بعد کبھی ایک دن نفل روزہ رکھ کر اعتکاف کر لے، دونوں صورتیں درست ہیں، یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول پر ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پورے دس دنوں کی قضاء کرنی ہوگی:

---

(۱) "وعند الأئمة الأربعة أنه يدخل قبل غروب الشمس إن أراد اعتكاف شهر أو عشر" (مرقاة المفاتيح: ۳۲۹/۴، باب الاعتكاف، ط: مکتبہ زکریا، دیوبند) محشی۔

" تقضی النظر أنه لو شرع في المسنون أعني العشر الأواخر بنية ثم أفسده أن يجب قضاء ه تخريجا على قول أبي يوسف ... لا على قولهما " (۱)

ایک محلّہ میں کئی مسجدیں ہوں

سوال:- {1190} ایک محلّہ، جیسے فرض کر لیجئے مغلپورہ ہے، اس محلّہ میں قریب قریب چار پانچ مساجد ہیں، کیا ان مساجد میں سے ایک مسجد میں بھی دس دن کا اعتکاف کر لیا، تو سنت مؤکدہ کا حق ادا ہو جائے گا، یا پھر ہر مسجد کے مستقل مصلیوں میں سے کسی ایک کو ہر مسجد میں دس دن میں اعتکاف بیٹھنا سنت ہے؟ (نادر المسدوسی، مغلپورہ)

جواب:- اعتکاف سنت کفایہ ہے، یعنی ایک یا چند اشخاص اعتکاف کرلیں تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے، اور اگر کسی نے اعتکاف نہیں کیا تو سبھی تارکِ سنت کہلائیں گے، البتہ یہ سوال اہم ہے کہ ایک ہی محلّہ میں کئی مسجدیں ہوں، تو کیا سنتِ اعتکاف کی ادائیگی کے لئے ہر مسجد میں اعتکاف ضروری ہے، یا محلّہ کی ایک مسجد میں اعتکاف کر لینا کافی ہے؟ اس سلسلہ میں اعتکاف کی نسبت سے کوئی صراحت نہیں ملتی، البتہ جیسے اعتکاف سنت کفایہ ہے، اسی طرح مسجد میں تراویح کی جماعت بھی سنت کفایہ ہے، اور تراویح کے بارے میں فقہاء نے اس سوال کو اٹھایا ہے کہ پورے شہر میں ایک مسجد میں جماعت تراویح سنت کی ادائیگی کے لئے کافی ہے یا ہر محلّہ میں، ایک مسجد میں تراویح کافی ہے؟ یا محلّہ کی ہر مسجد میں تراویح ضروری ہے؟ فقہاء کے یہاں اس سلسلہ میں تینوں اقوال موجود ہیں، علامہ طحطاویؒ نے شہر کی ایک مسجد میں کافی قرار دیا ہے، علامہ حصکفیؒ

(۱) فتح القدير :۲/۳۹۴۔

نے ہر مسجد کے لئے ضروری قرار دیا ہے، اور خاتم الفقہاء علامہ شامیؒ نے محلہ کی ایک مسجد میں تراویح کی ادائیگی کو کافی سمجھا ہے، اور اس سلسلہ میں فقہاء کی بعض عبارتوں سے اپنے نقطۂ نظر کی تائید وتوثیق بھی نقل کی ہے،(۱) علامہ شامی ہی کا قول زیادہ درست اور مبنی بر اعتدال معلوم ہوتا ہے، پس جو حکم تراویح کا ہے وہی حکم اعتکاف کا بھی ہونا چاہئے، یعنی اگر ایک محلہ میں کئی مسجدیں ہوں، تو بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف ہو، لیکن اگر ان میں سے ایک مسجد میں بھی اعتکاف کرلیا جائے تو پورے محلہ کے لوگ ترک سنت کے گناہ سے انشاء اللہ بری ہوجائیں گے۔

بغیر روزہ کے اعتکاف

سوال:- {1191} میں ذیابطیس کا مریض ہوں، روزہ رکھنے کی کوشش کرتا ہوں، بہت کم روزے ادا ہو پاتے ہیں، جو چھوٹتے ہیں، ان کا فدیہ دے دیتا ہوں، آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھنے کا بھی ارادہ ہے، بغیر روزہ کے اعتکاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (حسن پاشا، مستعد پورہ)

جواب:- اعتکاف سنت کی ادائیگی کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے، اسی لئے اعتکاف سنت رمضان کے اخیر عشرہ سے متعلق ہے، اس لئے اگر بیماری کی وجہ سے بھی روزہ نہ رکھ سکے تو اعتکاف سنت نہیں کرسکتا، البتہ یہ اس کے حق میں اعتکاف نفل ہوجائے گا، اور اعتکاف نفل کا ثواب انشاء اللہ سے حاصل ہوگا:

" و مقتضى ذلك أن الصوم شرط أيضا فى الاعتكاف المسنون ، لأنه مقدر بالعشر الأخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض أو لسفر

(۱) دیکھئے: رد المحتار :۲/۴۹۵۔

ینبغی أن لا یصح عنه ، بل یکون نفلا ، فلا تصح به اقامة سنة الکفایة " (۱)

پس آپ بغیر روزہ کے بھی نفل اعتکاف کر سکتے ہیں۔

ڈیوٹی کے ساتھ اعتکاف

سوال:- {1192} میں ایک سرکاری ملازم ہوں، اور میری ڈیوٹی اچم پیٹھ کے قریب ایک گاؤں میں رہتی ہے، اسی گاؤں کی مسجد کے کمرے میں میرا قیام ہے، گاؤں میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ہے، بروز جمعہ مسجد بھر جاتی ہے، بلکہ تنگ دامنی کی شکایت کرتی ہے، گاؤں میں بزرگ احباب بھی ہیں، لیکن گذشتہ دوسال سے میرا مشاہدہ ہے کہ کوئی بھی شخص ماہ رمضان کے آخری دہے میں اعتکاف کرنے کو تیار نہیں ہوتا، حالانکہ کئی طرح سے کئی بار اعتکاف کی اہمیت بتلائی گئی، جو شاید فرض کفایہ ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ میں کم از کم آخری دہے گاؤں کی مسجد میں اعتکاف کرلوں، چونکہ میں ملازم ہوں، اور اپنے عہدہ کے لحاظ سے روزآنہ دفتر حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے، کیا میں دن میں دو چار گھنٹے آفس کا کام دیکھتے ہوئے نماز ظہر سے قبل روزآنہ داخل مسجد ہوکر اعتکاف پورا کر سکتا ہوں، کیا اس طرح اعتکاف درست ہوگا؟ (سید انوار الحسن، اچم پیٹھ)

جواب:- یہ بات بہت افسوس ناک ہے کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد ہونے کے باوجود گاؤں میں کوئی شخص اعتکاف کے لئے تیار نہیں، اعتکاف سنت کفایہ ہے، اور اگر محلہ میں کوئی شخص

---

(۱) ردالمحتار :۳/۴۳۱۔

بھی مسجد میں معتکف نہ ہو، تو سب کے سب ترک سنت کے گنہگار ہونگے، اس لئے گاؤں کے مسلمانوں کو اس سلسلہ میں متوجہ کرنا چاہئے، آپ نے اعتکاف کی جو صورت لکھی ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ صورت درست نہیں، کیونکہ امام صاحب کے یہاں کسی شرعی یا طبعی ضرورت کے بغیر ایک لمحہ کے لئے بھی مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں، اور نکل جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ سہولت ہے کہ اگر آدھے دن سے کم مقدار مسجد سے باہر رہا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، آدھے دن سے زیادہ دن مسجد سے باہر رہے تو اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

"وقالا لا يفسد إلا بأكثر من نصف يوم و هو الإستحسان ...فينبغي ترجيح قولهما" (۱)

لہذا اگر آپ دس روز کی مکمل رخصت نہیں لے سکتے تو بہ درجہ مجبوری یہی صورت اختیار کرلیں، ان دونوں فقہاء کے قول پر آپ کا اعتکاف درست ہو جائے گا، اور بعض اہل علم نے ان ہی حضرات کے رائے پر فتوی دیا ہے۔ (۲)

حالت اعتکاف میں خروج ریح

سوال:- {1193} اگر اعتکاف کی حالت میں خروج ریح کی نوبت آئے تو کیا مسجد ہی میں اس ضرورت کو پورا کر لینا چاہئے یا مسجد سے باہر نکلنا چاہئے؟ (عبدالمتین، گلشن باغ)

جواب:- عام حالات میں فقہاء نے مسجد میں اخراج ریح کو منع کیا ہے، کیونکہ اس سے بدبو پھیلتی ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں بدبودار چیزوں کے لانے کو منع فرمایا ہے، اور معتکف کو طبعی حوائج کے لئے باہر نکلنا جائز ہے، اور یہ بھی طبعی حوائج میں داخل ہے، اس لئے بہتر یہی ہے

(۱) البحر الرائق :۲/۳۰۳۔
(۲) الهداية مع فتح القدير :۲/۳۱۰-۳۱۱ محشی۔

کہ اگر پہلے سے اس کا تقاضا ہو تو استنجاء کے بہانے باہر آجائے، تاہم یہ حکم ازراہ استحباب ہے، واجب نہیں، اس لئے جس شخص کو عذر ہو اس کے لئے مسجد سے باہر نہ آنے کی بھی گنجائش ہے۔

"واختلف فی الذی یفسو فی المسجد فلم یر بعضھم بأسا و بعضھم قالوا لا یفسو و یخرج إذا احتاج إلیه و ھو الأصح"(۱)

خروج ریح کے مریض کا اعتکاف کرنا

سوال:- {1194} اگر کسی شخص کو گیسٹک کی بیماری ہو اور بار بار خروج ریح کی نوبت آتی ہو تو کیا ایسے شخص کو اعتکاف کرنا چاہئے، یا اس کا اعتکاف کرنا جائز نہیں؟

(عبدالمتین، گلشن باغ)

جواب:- اگر کوئی دوسرا شخص اعتکاف کر رہا ہو، تو خیال ہوتا ہے کہ ایسے شخص کا اعتکاف میں نہ بیٹھنا بہتر ہے، کیونکہ اعتکاف سنت کفایہ ہے، یعنی اگر ایک شخص نے بھی اعتکاف کرلیا تو سب لوگ ترک سنت کے گناہ سے بچ جائیں گے، اور ایسے شخص کے اعتکاف کرنے میں بظاہر مسجد کی بے احترامی معلوم ہوتی ہے، اور اس سے اجتناب زیادہ اہم ہے، ویسے یہ اس حقیر کی ذاتی رائے ہے، دوسرے اہل علم سے بھی دریافت کرلیا جائے۔

سگریٹ پینے کے لیے معتکف کا باہر نکلنا

سوال:- {1195} اعتکاف میں بیٹھنے کے بعد کیا مسجد کے باہر نکل کر بیڑی، سگریٹ یا گٹکھا استعمال کرسکتا ہے؟

(محمد اسماعیل، وقار آباد)

---

(۱) الفتاوی الھندیة:۵/۳۲۱۔

جواب:- بیڑی، سگریٹ اور گٹکھا استعمال کرنا عام حالات میں بھی کراہت سے خالی نہیں، تاہم اگر اس کا ایسا عادی ہو چکا ہو کہ اس کے استعمال کے بغیر چین نہ آتا ہو، یا کوئی شخص ایسا خوگر ہو کہ اس کے بغیر اجابت نہ ہوتی ہو، تو اب اس کی حیثیت کھانے پینے کی طرح طبعی ضرورت کی ہوگی، اور طبعی ضرورت کے لیے معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے:

"و حرم علیه ... الخروج إلا لحاجة الانسان طبعیة ، کبول ، وغائط ، وغسل" (۱)

اس لیے اس مقصد کی غرض سے باہر نکل سکتا ہے، البتہ پھر اچھی طرح منہ صاف کر کے مسجد میں آئے، کیوں کہ بد بودار چیز کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت ہے۔ (۲)

غسل جمعہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنا

سوال:- {1196} معتکف کیا غسل جمعہ کے لئے مسجد کے باہر نکل سکتا ہے؟ یا اسے مسجد کے اندر ہی غسل کرنا چاہئے؟

(حبیب الرحمان، نلگنڈہ)

جواب:- جمعہ کے لئے غسل کرنا سنت ہے، حدیث میں اس کی تاکید آئی ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ابتداء اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے غسل جمعہ کو واجب قرار دیا تھا، (۳) فقہاء کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل فرض ہو یا نفل دونوں کے لئے معتکف کو

---

(۱) الدر المختار علی رد المحتار: ۳/۴۳۵۔

(۲) "أن رسول الله ﷺ قال في غزوة خیبر : من أكل من هذه الشجرة یعنی الثوم فلا یقربن مساجدنا" عن ابن عمر ؓ، (صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۱۲۲۸، باب ما جاء في الثوم النسیئو البصل و الكراث) مرتب۔

(۳) "أن رسول الله ﷺ قال : غسل یوم الجمعة واجب علی كل محتلم" عن أبي سعید الخدری ؓ، (صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۸۷۹، باب فضل الغسل یوم الجمعة، و هل علی الصبي شهود یوم الجمعة أو علی النساء) محشی۔

مسجد سے نکلنا جائز ہے، ظاہر ہے کہ غسل جمعہ بھی غسل نفل میں شامل ہے چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"غسل جمعہ کے بارے میں کتب اصول میں مجھے کوئی صریح قول نہیں ملا، سوائے اس کے کہ شرح امداد میں کہا گیا ہے کہ غسل فرض ہو یا نفل اس کے لئے معتکف باہر نکل سکتا ہے"(1)

معتکف کا مسجد میں چہل قدمی کرنا

سوال:- {1197} اعتکاف کی حالت میں مسجد کے اندر کیا چہل قدمی کی جاسکتی ہے؟ یہ مسجد کے احترام کے خلاف تو نہیں؟ (مخلص الدین، محبوب آباد)

جواب:- چہل قدمی ایک تو تفریحاً کی جاتی ہے، اس نقطۂ نظر سے مسجد میں ٹہلنا مناسب نہیں، البتہ بعض لوگوں کو طبی اغراض کے تحت چہل قدمی کرنی ہوتی ہے، خاص کر ریاحی تکلیف یا شوگر وغیرہ کی وجہ سے، اس مقصد کے تحت چہل قدمی کرنا درست ہے، کیونکہ یہ علاج کے قبیل سے ہے، اور انسان کی بنیادی حاجات میں داخل ہے اور معتکف کے لئے مسجد میں ضروری امور انجام دینے کی اجازت ہے۔

اعتکاف میں بیوی سے ملاقات

سوال:- {1198} کیا حالت اعتکاف میں بیوی مسجد آکر شوہر سے ملاقات کرسکتی ہے؟

(عبدالمقیت، چندرائن گٹہ)

(1) اشعۃ اللمعات: ۳/ ۱۲۸۔

جواب:- معتکف کے لئے صرف جماع اور دواعی جماع کی ممانعت ہے، ملاقات اور بات چیت میں قباحت نہیں، اگر مسجد کے اندر ہو، رسول اللہ ﷺ سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حالت اعتکاف میں جا کر ملاقات کرنا ثابت ہے، اور خود بخاری میں ایک سے زیادہ مواقع پر یہ روایت آئی ہے۔(۱)

خواتین کا اعتکاف

سوال:- {1199} خواتین کے اعتکاف کرنے کا کیا حکم ہے؟ انہیں کہاں اعتکاف کرنا چاہئے، اور اگر اعتکاف کے درمیان ماہواری شروع ہوگئی تو اعتکاف جاری رہے گا، یا ختم ہو جائے گا؟　　(شفیق احمد، اکبر باغ)

جواب:- عورتوں کے لئے بھی اعتکاف مسنون ہے، فقہاء نے اسے مطلقاً مسنون قرار دیا ہے، اور مرد و عورت کا کوئی فرق ذکر نہیں کیا ہے، البتہ اعتکاف کے سلسلہ میں مسجد کا جو حق ہے، وہ خواتین کے اعتکاف سے ادا نہیں ہو سکے گا، کیونکہ وہ گھر میں اعتکاف کریں گی، عورتوں کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ تنزیہی ہے،'' و یکرہ فی المسجد أی تنزیھا ''(۲) اگر گھر میں نماز کے لئے کسی جگہ کو مخصوص کر رکھا ہو تو اسی جگہ عورت کو اعتکاف کرنا چاہئے ''... لبث امراۃ فی مسجد بیتھا ''(۳) عورت کے اعتکاف کرنے سے چونکہ شوہر کا حق استمتاع متاثر ہوتا ہے اس لئے عورت کو شوہر سے اجازت لے کر ہی اعتکاف کرنا چاہئے اور جب شوہر اجازت دے چکا ہو تو اب اس کے لئے درست نہیں کہ اعتکاف شروع ہونے کے بعد اس سے صحبت کرے۔

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۲۰۳۸، باب زیارۃ المرأۃ زوجھا فی اعتکافه۔ محشی۔
(۲) الدر المختار مع رد المحتار :۳/۴۲۹۔
(۳) الدر المختار علی ھامش رد المحتار :۱/۱۵۵۔

"ولیس لزوجها أن یطأها إذا أذن لها ... ولا
ینبغی لها الاعتکاف بلا إذنه " (۱)

اگر اعتکاف کے درمیان ماہواری آئی تو اعتکاف کی مخصوص جگہ سے باہر آ جائے اور جوں ہی پاک ہو غسل کر کے اعتکاف گاہ میں واپس آ جائے، جتنے دنوں ناپاکی کی حالت میں گذرے بعد کو اتنے دنوں کی قضاء کر لینی چاہئے۔(۲)

سوال:- کیا عورت کے لئے بھی اعتکاف ضروری ہے؟
اگر ضروری ہے تو شرائط وغیرہ کی وضاحت کیجئے؟
(ارفع شاداں، محبوب نگر)

جواب:- عورتوں کے لئے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا مستحب ہے، البتہ وہ اپنے گھر کے ایک حصہ ہی میں اعتکاف کریں گی، اگر گھر کے کسی حصہ کو نماز کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہو تو وہاں اعتکاف کریں، اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کے کسی حصہ کو اعتکاف کے لئے مخصوص کر لیں، اگر اس جگہ سے بلا عذر نکل جائیں تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، نذر ماننے کی وجہ سے اعتکاف واجب ہو جاتا ہے، اگر اعتکاف کی نذر خواتین مان لیں تو ان پر بھی اعتکاف واجب ہو جائے گا، اور اسی طرح گھر کے ایک حصہ میں اعتکاف کرنا ہوگا، اگر بلا عذر اس جگہ سے نکل پڑیں تو اعتکاف واجب تو فاسد ہو جائے گا، لیکن نفل کی حیثیت سے باقی رہے گا، عورتوں کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔(۳)

* * * * * *

(۱) ردالمحتار: ۳/۴۲۹۔
(۲) جامع الرموز: ۱/۱۶۵۔
(۳) طحطاوی: ص: ۳۸۲۔